وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

اور ہم نے آپ کی طرف یہ نصیحت اتاری تاکہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ (النحل: 44)

قرآنی آیات اور صحیح احادیث

پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد دوم

سورۃ المآئدۃ تا سورۃ یونس

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

نام کتاب

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد دوم

سورۃ المآئدۃ تا سورۃ یونس

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾

تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد

دار الاندلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ
قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ پر مشتمل
تفسیر دعوۃ القرآن
جلد دوم
سورۃ المآئدۃ تا سورۃ یونس
ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾
تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد ﷾
دار الاندلس
۴۔ لیک روڈ، چوبرجی لاہور
Ph: +92-42-37230549 Fax: +92-42-37242639

فہرست

نمبر	عنوان	صفحہ
1	پارہ نمبر 6	07
2	سورۃ المائدہ	07
3	پارہ نمبر 7	98
4	سورۃ الانعام	129
5	پارہ نمبر 8	214
6	سورۃ الاعراف	279
7	پارہ نمبر 9	339
8	سورۃ الانفال	417
9	پارہ نمبر 10	462
10	سورۃ التوبہ	499
11	پارہ نمبر 11	616
12	سورۃ یونس	665

سورۃ المآئدۃ مدنیۃ

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورۂ مائدہ ہے۔[ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المائدۃ : ۳۰۶۳]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ اُحِلَّتۡ لَـكُمۡ بَهِيۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا يُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ غَيۡرَ مُحِلِّى الصَّيۡدِ وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ مَا يُرِيۡدُ ①

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! عہد پورے کرو۔ تمھارے لیے چرنے والے چوپائے حلال کیے گئے ہیں، سوائے ان کے جو تم پر پڑھے جائیں گے، اس حال میں کہ شکار کو حلال جاننے والے نہ ہو، جب کہ تم احرام والے ہو، بے شک اللہ فیصلہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں مومنوں کو خطاب کر کے پانچ اہم احکام بیان کیے ہیں: ① عقود و عہود کا پاس و لحاظ۔ ② جانوروں کے گوشت کی حلت۔ ③ کچھ جانوروں کی حرمت جن کا بیان آگے آئے گا۔ ④ محرم کے لیے شکار کی حرمت۔ ⑤ اور غیر محرم کے لیے غیر حرم میں شکار کی حلت۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ : اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو تمام عقود و عہود کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ مومن اللہ کا نافرمان نہ ہو اور وہ اپنی اجتماعی زندگی میں خائن، بدعہد یا دھوکا دینے والا نہ بنے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ‌ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٣٤] ''اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کا سوال ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنۡ يَّعۡلَمُ اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَـقُّ كَمَنۡ هُوَ اَعۡمٰىؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِۙ ⑲ الَّذِيۡنَ يُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَلَا يَنۡقُضُوۡنَ الۡمِيۡثَاقَ ﴾ [الرعد : ١٩، ٢٠] ''پھر کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ بے شک جو کچھ تیرے رب کی جانب سے تیری طرف اتارا گیا وہی حق ہے، اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے؟ نصیحت تو عقلوں والے

ہی قبول کرتے ہیں۔ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور پختہ عہد کو نہیں توڑتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۵] ”اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے اس گھر کی خرابی ہے۔“

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ : ان سے مراد اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکریاں ہیں۔ ان چوپایوں میں درندے داخل نہیں ہیں، سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم اونٹنی نحر کرتے ہیں، گائے اور بکری ذبح کرتے ہیں تو ان کے پیٹ سے بچے بھی نکل آتے ہیں، تو کیا ہم ان کو پھینک دیں یا کھا لیا کریں؟ فرمایا: ”اگر تم چاہو تو کھا سکتے ہو، کیونکہ ان کی ماں کا ذبح کرنا ہی کافی ہے۔“ [أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی ذکاۃ الجنین : ۲۸۲۷۔ ترمذی، کتاب الصید، باب ما جاء فی ذکاۃ الجنین : ۱۴۷۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر کچلی والے درندے کا (گوشت) کھانا حرام ہے۔“ [مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب تحریم أکل کل ذی ناب من السباع : ۱۹۳۳]

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ : یعنی اس حلت سے وہ جانور مستثنیٰ ہیں جن کے کھانے کی حرمت قرآن یا سنت میں بیان کر دی گئی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ ﴾ [المائدۃ : ۳] ”تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو۔“

غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ : یعنی حالت احرام میں شکار کرنا حرام ہے، اسی طرح جو شخص حدود حرم میں ہو، خواہ اس نے احرام نہ ہی باندھا ہوا ہو، اس حالت میں بھی شکار ممنوع ہے اور شکار کرنے والے کی کسی طریقے سے مدد کرنے کی بھی احادیث میں ممانعت ہے اور اسی طرح حدود حرمِ مدینہ کے اندر بھی شکار منع ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۹۶] ”تمھارے لیے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا اور اس کا کھانا بھی، اس حال میں کہ تمھارے لیے سامان زندگی ہے اور قافلے کے لیے اور تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے، جب تک تم احرام والے رہو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔“

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْیَ وَ لَا الْقَلَآىِٕدَ وَ لَاۤ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۲

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم کی قربانی کی اور نہ پٹوں (والے جانوروں) کی اور نہ حرمت والے گھر کا قصد کرنے والوں کی، جو اپنے رب کا فضل اور خوشنودی تلاش کرتے ہیں، اور جب احرام کھول دو تو شکار کرو، اور کسی قوم کی دشمنی اس لیے کہ انھوں نے تمھیں مسجد حرام سے روکا، تمھیں اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ حد سے بڑھ جاؤ، اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔''

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ : شعائر ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ سے کسی نہ کسی قسم کا کوئی خاص تعلق ہو اور اس تعلق کی بنا پر ان کی خاص عزت و تکریم کی جاتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے تمام شعائر کا ادب و احترام لازمی ہے۔ جو متقی ہوگا وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم و توقیر کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴾ [الحج : ۳۲] ''اور جو اللہ کے نام کی چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔''

وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ : یعنی اس کی حرمت کی پاسداری کرو اور اس کی عظمت کا اعتراف کرو، اس مہینے میں جنگ کی پہل نہ کرو اور حرام چیزوں کے ارتکاب سے اجتناب کرو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۱۷] ''وہ تجھ سے حرمت والے مہینے کے متعلق اس میں لڑنے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے اس میں لڑنا بہت بڑا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [التوبۃ : ۳۶] ''بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیسے وہ ہر حال میں تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔''

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا: ''زمانہ اب اپنی اسی حالت پر لوٹ آیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، سال کے مہینے بارہ ہیں جن میں سے چار حرمت والے ہیں، تین تو مسلسل ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور ایک رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ إن عدة الشهور ...... الخ ﴾: ٤٦٦٢۔ مسلم، کتاب القسامة والمحاربين، باب تغليظ تحريم الدماء: ١٦٧٩]

وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ : ''ہدی'' ایسے جانور کو کہا جاتا ہے جو حاجی حرم میں قربان کرنے کے لیے ساتھ لے جاتے تھے۔ اونٹوں کے کوہان کی دائیں طرف تھوڑا سا زخم کر کے خون مل دینے کو اشعار کہتے ہیں۔ لفظ '' قَلَآئِدُ '' جمع ہے ''قِلَادَةٌ'' کی، جو گلے کے پٹے کو کہا جاتا ہے، یہاں حج یا عمرہ کے موقع پر قربان کیے جانے والے ان جانوروں کو مراد لیا گیا ہے جن کے گلوں میں علامت اور نشانی کے طور پر جوتے یا پٹے ڈال دیے جاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ان جانوروں کو کسی سے چھینا جائے، نہ ان کے حرم تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ کھڑی کی جائے۔ ان جانوروں کے احترام کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو مقررہ مقام تک پہنچنے سے پہلے ذبح نہ کیا جائے، البتہ اگر کوئی جانور راستے میں قریب الموت ہو جائے تو انھیں لے جانے والا اسے ذبح کر دے، پھر اس کی جوتی کو اس کے خون میں ڈبو کر اس کے پہلو پر (چھاپہ) مار دے اور پٹوں کو خون میں ڈال دے، پھر اس کو نہ خود کھائے اور نہ اس کے ساتھی کھائیں، بلکہ اس جانور کو دوسرے لوگوں کے کھانے کے لیے چھوڑ دے۔ سیدنا ذویب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ قربانی کے اونٹ بھیجتے تھے، پھر فرماتے: ''اگر ان میں سے کوئی اونٹ چل نہ سکے اور تمھیں اس کے مر جانے کا ڈر ہو تو اس کو نحر کر دو، پھر اس کی جوتی (جو اس کے گلے میں لٹکائی جاتی ہے اسے) اس کے خون میں ڈبو کر اس کے کوہان پر مل دینا اور تم اسے نہ کھاؤ اور نہ تمھارا کوئی ساتھی اس کو کھائے۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب ما يفعل بالهدى إذا عطب في الطريق: ١٣٢٦]

سیدنا ناجیہ الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اگر قربانی کا کوئی جانور چل نہ سکے تو تب میں کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے نحر کر دو، پھر اس کی جوتی کو اس کے خون میں ڈبو دو، پھر اسے لوگوں کے لیے چھوڑ دو، تاکہ وہ اسے کھائیں۔'' [ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء إذا عطب الهدى: ٩١٠]

میقات پہنچ کر قربانی کے اونٹ کے داہنے کوہان کو تھوڑا سا زخم لگا دے اور خون کو بہا دے، پھر اس اونٹ کے گلے میں دو جوتیاں لٹکا دے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مقام ذوالحلیفہ میں پڑھی اور پھر اپنی اونٹنی طلب فرمائی، پھر اس کے کوہان کے اوپر داہنی طرف اشعار کیا (یعنی ایک زخم لگایا) اور خون صاف کر دیا، پھر اس کے گلے میں دو جوتیاں لٹکا دیں۔ [مسلم، کتاب الحج، باب إشعار البدن وتقليده عند الإحرام: ١٢٤٣]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے قربانی کے جانور (بیت اللہ) بھیجا کرتے تھے اور میں آپ کی قربانی کے جانوروں کے لیے پٹے بٹا کرتی تھی اور پھر آپ ان کاموں سے نہیں بچا کرتے تھے جن سے محرم بچتا ہے۔[مسلم، کتاب الحج، باب استحباب بعث الھدی إلی الحرم : ١٣٢١]

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : یعنی گو تمھیں ان مشرکوں نے حدیبیہ کے دن مسجد حرام میں جانے سے روک دیا تھا، لیکن تم ان کے اس روکنے کی وجہ سے ان کے ساتھ زیادتی والا رویہ اختیار مت کرنا۔ دشمن کے ساتھ بھی حلم اور عفو کا سبق دیا جا رہا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ٨] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ : اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کریں، مگر باطل، گناہ اور حرام کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کریں، سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''نیکی اچھا اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تو اس بات کو ناپسند جانے کہ لوگ اس پر اطلاع پائیں۔'' [مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تفسیر البر والإثم : ٢٥٥٣]

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے راستے میں کسی جہاد کرنے والے کو جہاد کا سامان تیار کر کے دیا، بلاشبہ اس نے خود جہاد کیا اور جو شخص جہاد کرنے والے کا، اس کے گھر میں بھلائی کے ساتھ اس کا جانشین بنا، یقیناً اس نے (بھی) جہاد کیا۔'' [بخاری، کتاب الجہاد، باب من جھز غازیا أو خلفہ : ٢٨٤٣۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب فضل إعانۃ الغازی فی سبیل اللّٰہ: ١٨٩٥]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہذیل قبیلے کی شاخ بنولحیان کی طرف (جب کہ وہ مشرک تھے) ایک لشکر (ان کے خلاف جہاد کرنے کے لیے) بھیجا اور فرمایا: ''ہر دو آدمیوں میں سے ایک ضرور جائے اور ثواب دونوں کو ہوگا۔'' [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب فضل إعانۃ الغازی فی سبیل اللہ : ١٨٩٦]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔'' عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! جب وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کروں گا، لیکن اگر وہ ظالم ہو تو پھر اس کی مدد

کس طرح کروں؟ فرمایا: ''اس وقت تم اسے ظلم کرنے سے روکنا، اسے ظلم سے باز رکھنا ہی اس کی مدد ہے۔'' [بخاری، كتاب الإكراه، باب يمين الرجل لصاحبه أنه أخوه ...... الخ : ٦٩٥٢]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے (یعنی جو جنگ اسلام میں جائز نہ ہو)، اپنے قبیلہ کے لیے غصہ میں آئے، یا عصبیت کی دعوت دے، یا عصبیت کے باعث اپنے قبیلہ کی مدد کرے تو ایسا شخص اگر قتل ہو جائے تو اس کا قتل جاہلیت کے قتل کا سا ہوگا۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين : ١٨٤٨]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک تھے، مہاجرین بڑی تعداد میں آپ کے پاس جمع ہو گئے، وجہ یہ ہوئی کہ مہاجرین میں سے ایک شخص بہت مذاق کرتا تھا، اس نے (مذاق میں) ایک انصاری کی پیٹھ پر مارا۔ انصاری لڑکے کو سخت غصہ آ گیا، چنانچہ دونوں لڑکے لڑنے لگے، یہاں تک کہ دونوں نے (اپنے قبیلوں کو) پکارا۔ انصاری نے پکارا، اے انصار! اور مہاجر نے پکارا، اے مہاجرین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پکاریں سنیں تو آپ باہر تشریف لائے، آپ نے فرمایا: ''یہ جاہلیت کی پکار کیسی تھی؟'' پھر آپ نے پوچھا: ''ان کا معاملہ کیا ہے؟'' لوگوں نے آپ کو بتایا کہ ایک مہاجر لڑکے نے ایک انصاری لڑکے کی پیٹھ پر ہاتھ مار دیا اور اس پر لڑنے لگے، آپ نے فرمایا: ''اس (قسم کی پکار) کو چھوڑ دو، یہ بڑی خبیث پکار ہے۔'' [بخاری، كتاب المناقب، باب ما ينهى من دعوة الجاهلية : ٣٥١٨۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب نصر الأخ ظالمًا أو مظلومًا : ٢٥٨٤]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہدایت کی دعوت دے تو اسے ان تمام لوگوں کے اجر و ثواب کے مطابق اجر ملے گا جو اس کے مطابق عمل کریں گے اور اس سے عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو شخص گمراہی اور ضلالت کی دعوت دے تو اسے ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا جو اس کے مطابق عمل کریں گے اور اس سے عمل کرنے والوں کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔'' [مسلم، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة : ٢٦٧٤۔ أبو داوٗد، كتاب السنة، باب من دعا إلى السنة : ٤٦٠٩]

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ فَمَنِ اضۡطُرَّ فِیۡ مَخۡمَصَۃٍ غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳﴾

''تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کر لو، اور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت معلوم کرو۔ یہ سراسر نافرمانی ہے۔ آج وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، تمھارے دین سے مایوس ہو گئے، تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا، پھر جو شخص بھوک کی کسی صورت میں مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ کسی گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃُ وَ الدَّمُ : اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مطلع فرمایا ہے کہ ان کے لیے مردار حرام ہے۔ اس سے مراد ہر وہ جانور ہے جو ذبح اور شکار کیے بغیر کسی اور وجہ سے مر جائے۔ مردار کو اس لیے حرام قرار دیا گیا ہے کہ یہ خون نہ بہنے کی وجہ سے دین و بدن کے لیے بے حد نقصان دہ ہوتا ہے۔ البتہ مچھلی اس سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ وہ ہر حال میں حلال ہے، خواہ اسے ذبح کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اس کا پانی پاک اور اس کا مردار حلال ہے۔'' [أبو داؤد، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء بماء البحر : ۸۳۔ ترمذی، کتاب الطھارۃ ، باب ما جاء فی ماء البحر أنه طهور : ۶۹]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے لیے دو خون اور دو مردار حلال قرار دے دیے گئے ہیں، دو مرداروں سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خونوں سے مراد جگر اور کلیجی ہیں۔'' [مسند أحمد : ۹۷/۲، ح : ۵۷۲۵۔ ابن ماجه، کتاب الأطعمة، باب الکبد والطحال : ۳۳۱۴]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو صدقہ میں ایک بکری ملی جو مر گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اس طرف سے ہوا تو فرمایا: ''تم نے اس کی کھال کو کیوں نہیں اتارا کہ اس کو رنگ دے کر اپنے کام میں لاتے؟'' لوگوں نے کہا، وہ مردار ہے۔ فرمایا: ''مردار کا صرف کھانا حرام کیا گیا ہے۔'' [مسلم، کتاب الحیض، باب طھارۃ جلود المیتة بالدباغ : ۳۶۳۔ بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقة علی موالی أزواج النبی ﷺ : ۱۴۹۲]

وَ لَحۡمُ الۡخِنۡزِیۡرِ : سور، خواہ پالتو ہو یا جنگلی جس طرح اس کا گوشت حرام ہے، اسی طرح اس کے جسم کے باقی تمام اعضا اور چربی وغیرہ بھی حرام ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اِلَّاۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ مَیۡتَۃً اَوۡ دَمًا مَّسۡفُوۡحًا اَوۡ لَحۡمَ خِنۡزِیۡرٍ فَاِنَّہٗ رِجۡسٌ ﴾ [الأنعام : ۱۴۵] ''سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ بے شک وہ گندگی ہے۔''

سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص نردشیر (چوسر) کھیلے تو اس نے گویا اپنا ہاتھ سور کے گوشت اور خون سے رنگا۔“ [مسلم، کتاب الشعر، باب تحریم اللعب بالنردشیر : ۲۲٦٠]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔“ عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! مردار کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس سے کشتیوں کو روغن کیا جاتا ہے، چمڑوں کو تیل لگایا جاتا ہے اور لوگ اسے چراغوں میں جلاتے ہیں؟ فرمایا: ”نہیں، یہ حرام ہے۔“ [بخاری، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والأصنام : ۲۲۳٦۔ مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والأصنام : ۱۵۸۱]

اسی ذیل میں خشکی کے جانوروں میں سے ہر کچلی والا درندہ اور پنجے سے شکار کرنے والا پرندہ بھی آتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب أكل كل ذی ناب من السباع : ۵۵۳٠۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب تحریم أكل كل ذی ناب...... الخ : ۱۹۳۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجے (میں پکڑ کر کھانے) والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ [مسلم، کتاب الصید و الذبائح، باب تحریم أكل كل ذی ناب من السباع...... الخ : ۱۹۳٤]

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ : ”اَلْمُنْخَنِقَةُ“ سے مراد وہ جانور ہے جو گلا گھٹ کر مر جائے، خواہ قصد و ارادے سے یا اتفاق سے۔ ”وَالْمَوْقُوْذَةُ“ سے مراد وہ جانور ہے جسے کسی بھاری اور غیر دھار والی چیز سے مارا جائے، جس سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ زمانۂ جاہلیت کے لوگ جانوروں کو لاٹھیوں سے مارتے تھے اور جب وہ مر جاتے تو پھر انھیں کھا لیتے تھے۔ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں شکار پر ایک ایسی لاٹھی پھینکتا ہوں جس کے آگے چھری لگی ہوتی ہے اور وہ شکار کو لگ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم چھری لگی لاٹھی پھینکو اور وہ جانور کو پھاڑ دے تو اسے کھا لو اور اگر وہ اسے عرض کے بل لگے تو وہ وقیذ (موقوذ) یعنی چوٹ لگ کر مرا ہے، لہٰذا اسے نہ کھاؤ۔“ [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب صید المعراض : ۵٤۷٦۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الصید بالكلاب المعلمة والرمی : ۱۹۲۹]

اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ : اس سے مراد وہ جانور ہے جو مر رہا ہو مگر ابھی اس میں زندگی موجود ہے تو وہ ذبح کرنے کے بعد حلال ہے، سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کل دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہوگی اور ہمارے پاس چھری موجود نہیں ہے، تو کیا ہم سرکنڈے سے ذبح کر لیں؟ آپ نے فرمایا: ”جو چیز بھی خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھا لو، لیکن اسے دانت اور ناخن سے ذبح نہ کرو اور ابھی میں اس کی وجہ بیان کرتا

ہوں اور وہ یہ ہے کہ دانت ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔'' [بخاری، کتاب الشرکۃ ، باب قسمۃ الغنم : ۲۴۸۸۔ مسلم، کتاب الأضاحی ، باب جواز الذبح بکل ما أنھر الدم : ۱۹۶۸]

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ : اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے ایسے ذبیحوں کے کھانے کو حرام قرار دیا جو تھان پر ذبح کیے جائیں، خواہ بتوں کے لیے ذبح کرتے ہوئے ان پر اللہ کا نام ہی کیوں نہ لیا گیا ہو، کیونکہ بتوں کے لیے ذبح کرنا شرک ہے۔ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ بوانہ کے مقام پر ایک اونٹ کو نحر کرے گا۔ (جب نذر پوری کرنے کا وقت آ گیا) تو وہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا، میں نے بوانہ کے مقام پر ایک اونٹ نحر کرنے کی نذر مانی تھی (سو کیا اب نذر کو پورا کر دوں ؟)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے دریافت فرمایا: ''کیا وہاں ایام جاہلیت کے بتوں میں سے کسی بت کی پوجا ہوتی تھی؟'' لوگوں نے کہا، نہیں۔ تو آپ نے پوچھا: ''کیا وہاں مشرکین کی عیدوں میں سے کوئی عید تھی؟'' لوگوں نے کہا، نہیں۔ آپ نے (اس شخص سے) فرمایا: ''اپنی نذر پوری کرو، البتہ اللہ کی نافرمانی میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں اور نہ اس چیز میں نذر پوری کرنا (جائز) ہے، جو ابن آدم کی ملکیت میں نہ ہو۔'' [أبو داؤد، کتاب الأیمان والنذور، باب ما یؤمر بہ من وفاء النذر : ۳۳۱۳]

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ : کفار مکہ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے تو تیروں کے ذریعے معلوم کرتے کہ وہ کام ان کے لیے مناسب ہے یا نہیں، اس کام کا نتیجہ ان کے لیے مفید ہوگا یا مضر۔ اگر تیر کے ذریعے انھیں معلوم ہوتا کہ وہ کام مضر ہوگا تو اسے نہ کرتے۔ یہ بھی گویا کہانت اور استمداد بغیر اللہ کی شکل ہے، اس لیے اسے بھی حرام کر دیا گیا، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۹۰] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

سیدنا سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو) کفار قریش کے چند قاصد ان کے پاس آئے، انھوں نے پیش کش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اگر کوئی شخص قتل کر دے، یا قید کر کے لائے تو اسے ہر ایک کے بدلے میں ایک سو اونٹ دیے جائیں گے...... سراقہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس آیا، اس پر سوار ہوا اور سبک رفتاری سے اسے لے چلا، تاکہ وہ مجھے (ان لوگوں کے) قریب کر دے، یہاں تک کہ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ اتنے میں گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں اس پر سے گر پڑا۔ میں اٹھا، میں نے اپنا ہاتھ اپنے ترکش میں ڈالا، ان میں سے تیر نکال کر فال نکالی کہ میں ان کو نقصان پہنچا سکتا ہوں یا نہیں۔ فال میں وہ چیز نکلی جو مجھے پسند نہیں تھی، تاہم میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور میں نے فال کی کوئی پروانہ کی۔ گھوڑا

مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ مجھے آپ کی قراءت کی آواز سنائی دینے لگی۔ رسول اللہ ﷺ میری طرف کوئی توجہ نہیں کر رہے تھے، لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار مڑ کر دیکھتے تھے۔ اتنے میں میرے گھوڑے کی ٹانگیں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئیں، میں اس پر سے گر پڑا، پھر میں نے گھوڑے کو ڈانٹا تو بڑی مشکل سے اس کی ٹانگیں باہر نکلیں، جب وہ سیدھا کھڑا ہو گیا تو اس کی وجہ سے بہت سا غبار دھوئیں کے مثل آسمان کی طرف بلند ہو گیا۔ میں نے پھر تیروں کے ذریعے فال نکالی اور پھر وہی نکلا جو مجھے پسند نہیں تھا۔ چنانچہ پھر میں نے ان کو امان کے لیے پکارا۔'' [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ : ٣٩٠٦]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، جب نبی ﷺ نے کعبہ میں تصویروں کو دیکھا تو آپ اندر داخل نہیں ہوئے، یہاں تک کہ آپ کے حکم سے وہ تمام تصویریں مٹا دی گئیں اور جب آپ نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تصویروں کو دیکھا کہ ان ہاتھوں میں تیر تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ان دونوں نے کبھی تیروں سے فال نہیں نکالی۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ واتخذ الله إبراهيم خليلاً ﴾ ...... الخ : ٣٣٥٢]

اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ : یعنی اب تمھاری طاقت اس قدر مستحکم ہو گئی ہے کہ تمھارے دشمنوں کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور وہ اس چیز سے قطعی مایوس ہو گئے ہیں کہ تمھارے دین کو نیچا دکھا سکیں۔ اسی مفہوم کی یہ صحیح حدیث بھی ہے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان اب اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ نمازی جزیرۃ العرب میں اس کی عبادت کریں۔ ہاں، البتہ وہ ان کے باہمی تعلقات خراب کرنے سے مایوس نہیں ہے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین ، باب تحریش الشیطان : ٢٨١٢]

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا : اللہ تعالیٰ نے امت اسلامیہ پر اپنی عظیم نعمت اور عظیم احسان کا ذکر کیا ہے کہ اللہ نے انھیں ایک مکمل دین عطا کیا ہے، انھیں اب نہ کسی دوسرے دین کی ضرورت ہے اور نہ کسی دوسرے نبی ہی کی، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ [آل عمران : ١٩] ''بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ٨٥] ''اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہو گا۔''

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، امیر المومنین! آپ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر ہم یہودیوں کی کتاب میں یہ آیت نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو روز عید بنا لیتے۔ آپ نے فرمایا، کون سی آیت؟ اس نے جواب دیا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ ﴾ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں اس دن کو جانتا ہوں جب یہ

رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی، عرفہ کی شام کا وقت تھا اور جمعۃ المبارک کا دن (اور جمعہ ہمارے لیے عید ہی ہے)۔
[بخاری، کتاب الإیمان، باب زیادۃ الإیمان و نقصانہ : ٤٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری اور دوسرے پیغمبروں کی مثال جو مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں، ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کی خوب زیبائش و آرائش کی، لیکن اس کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ پس لوگ اس کے اردگرد پھرنے لگے اور انھیں وہ عمارت پسند آئی اور وہ کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ یہاں کیوں نہ رکھ دی گئی؟“ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم الانبیاء ہوں۔“
[بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ : ٣٥٣٥۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین : ٢٢٨٦]

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : یعنی اگر کوئی شخص اپنی جان بچانے کے لیے ان حرام چیزوں میں سے کسی کے استعمال کرنے پر مجبور ہو جائے اور ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کرے، اس کا مقصد صرف جان بچانا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ١٧٣] ”اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی عطا کردہ رخصتوں کو قبول کیا جائے، جیسا کہ وہ اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ اس کی معصیت کا ارتکاب کیا جائے۔“ [ابن حبان : ٢٧٤٢۔ مسند أحمد : ١٠٨/٢، ح : ٥٨٦٨]

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴﴾

”تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے؟ کہہ دے تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں اور شکاری جانوروں میں سے جو تم نے سدھائے ہیں، (جنھیں تم) شکاری بنانے والے ہو، انھیں اس میں سے سکھاتے ہو جو اللہ نے تمھیں سکھایا ہے تو اس میں سے کھاؤ جو وہ تمھاری خاطر روک رکھیں اور اس پر اللہ کا نام ذکر کرو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“

اس آیت میں کھانے پینے کی اشیاء کی حلت وحرمت کے متعلق ایک عظیم الشان اصول دیا گیا ہے کہ ”ہر چیز کی اصل اباحت ہے“ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے کی تمام اشیاء دو شرطوں کے ساتھ تمھارے لیے حلال ہیں، ایک یہ کہ وہ چیز پاکیزہ اور صاف ستھری ہو، گندی، باسی، سڑی ہوئی اور بدبودار نہ ہو، دوسرے یہ کہ اس سے متعلق شریعت میں یہ صراحت نہ ہو کہ وہ حرام ہے۔ اس طرح حرام اشیاء کا دائرہ بہت محدود ہو جاتا ہے اور حلال اشیاء کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔

وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ : یعنی وہ شکار حلال ہے جسے تم شکاری جانوروں مثلاً کتوں، چیتوں اور بازوں وغیرہ کے ذریعے شکار کرو، سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باز سے شکار کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”وہ جو تمھارے لیے روک لے تو تم اسے کھا لو۔“ [ترمذی، کتاب الصید، باب ما جاء فی صید البزاة : ١٤٦٧۔ أبو داوٗد، کتاب الضحایا، باب فی الصید : ٢٨٥١]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کتا پالتا ہے تو ہر روز اس کی نیکیوں میں سے ایک قیراط کم ہوتا ہے، سوائے بکریوں یا کھیتی (وغیرہ کی حفاظت کے لیے رکھے کتے کے) یا شکار کے کتے کے۔“ [بخاری، کتاب المزارعة، باب اقتناء الکلب للحرث : ٢٣٢٢]

تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ : یعنی جب شکاری جانور سدھایا ہوا ہو، وہ شکار کو اپنے مالک کے لیے پکڑے رکھے اور اسے چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو تو یہ شکار حلال ہے، خواہ وہ اسے قتل ہی کیوں نہ کر دے، سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑتا ہوں اور وہ میرے لیے شکار کرتے ہیں اور میں اللہ کا نام لے لیا کرتا ہوں۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑو اور اللہ کا نام لے لو تو جو شکار وہ تمھارے لیے پکڑے، اسے کھا لو۔“ میں نے کہا کہ اگر وہ اسے قتل کر دیں؟ فرمایا: ”خواہ وہ اسے قتل کر دیں، بشرطیکہ قتل میں کوئی ایسا کتا شریک نہ ہو جو ان میں سے نہ ہو، کیونکہ تم نے اپنے کتے کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا ہوتا ہے، کسی دوسرے پر اللہ کا نام نہیں لیا ہوتا۔“ میں نے عرض کی کہ میں شکار پر چھری لگی ہوئی لاٹھی پھینکتا ہوں جو اسے لگ جاتی ہے۔ فرمایا: ”اگر تم ایسی لاٹھی پھینکو اور وہ اسے پھاڑ دے تو اسے کھا لو اور اگر وہ لاٹھی عرض کی طرف سے لگے (اور وہ مر جائے) تو وہ چوٹ لگنے سے مرا ہوا جانور ہے، اسے مت کھاؤ۔“ [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب صید المعراض : ٥٤٧٧۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الصید بالکلاب المعلمة والرمی : ١٩٢٩]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم اپنے کتے کو بھیجو تو اس پر اللہ کا نام لو اور اگر وہ تمھارے لیے پکڑے اور تم اسے زندہ پا لو تو اسے ذبح کر لو اور اگر تم اسے پاؤ کہ اس نے اسے قتل کر دیا ہے لیکن

اسے خود نہیں کھایا تو پھر تم اسے کھا لو، کیونکہ کتے کا اسے پکڑنا ہی اسے ذبح کرنا ہے۔'' [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب التسمیة علی الصید : ٥٤٧٥۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الصید بالکلاب المعلمة والرمی : ٤/ ١٩٢٩/٦]

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس سے حساب لیا گیا اسے عذاب دیا جائے گا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے عرض کی، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴾ [الإنشقاق : ٨] ''سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ (آسان حساب) تو بس سرسری پیشی ہے، لیکن جس سے حساب کی کرید کی گئی تو اس کو ضرور عذاب ہوگا۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب من سمع شیئًا فلم یفهمه فراجع حتی یعرفه : ١٠٣۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب إثبات الحساب : ٢٨٧٦]

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَ لَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۠﴿۵﴾

ع ٥

''آج تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور ان لوگوں کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے جنھیں کتاب دی گئی اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور مومن عورتوں میں سے پاک دامن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، جب تم انھیں ان کے مہر دے دو، اس حال میں کہ تم قید نکاح میں لانے والے ہو، بدکاری کرنے والے نہیں اور نہ چھپی آشنائیں بنانے والے اور جو ایمان سے انکار کرے تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہوگیا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہے۔''

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ : اہل کتاب کا کھانا کھانے کے لیے بنیادی شرائط یہ ہیں کہ ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، چیز پاکیزہ ہو اور ان کے دستر خوان پر کوئی حرام چیز مثلاً شراب یا سور کا گوشت وغیرہ نہ ہو اور اگر ان کے دستر خوان پر ایسی اشیا پڑی ہوئی ہوں تو ان کے ساتھ کھانا تو درکنار ان کے برتن بھی استعمال کرنا جائز نہیں، تا آنکہ انھیں خوب دھو کر پاک صاف کر لیا جائے اور یہ استعمال مجبوراً ہو۔ سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن چربی سے بھرا ہوا ایک تھیلا پھینکا گیا، جسے میں نے اٹھا لیا اور کہا کہ آج میں اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا، جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری اس بات پر مسکرا رہے تھے۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب جواز الأکل من طعام الغنیمة فی دار الحرب : ١٧٧٢۔ بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما یصیب من الطعام فی أرض الحرب : ٣١٥٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کی فتح کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (ایک یہودی عورت کی طرف سے) بکری کے گوشت کا ہدیہ پیش کیا گیا، جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب الشاۃ التی سمت للنبی ﷺ بخیبر : ۴۲۴۹]

وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا...... وَ لَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ : کتابیہ عورتوں سے شادی کے جواز کے لیے شرط لگا دی گئی کہ ان کا مہر ادا کر دیا گیا ہو اور مقصود شادی کرنا اور عفت حاصل کرنا ہو، اعلانیہ یا چھپ کر زنا کی نیت نہ ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ﴾ [النساء : ۲۵] ”جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ چھپے یار بنانے والی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ﴾ [البقرۃ : ۲۲۱] ”اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔“

وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اس زمانے کا (یعنی اب سے قیامت تک) کوئی یہودی ہو یا نصرانی (یا کوئی اور دین والا) میرے متعلق سنے اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے بغیر مر جائے، تو وہ دوزخی ہے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ : ۱۵۳]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ١ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا١ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ١ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۶

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھو لو) اور اگر جنبی ہو تو غسل کر لو اور اگر تم بیمار ہو، یا کسی سفر پر، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو، پس اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور تاکہ وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرے، تاکہ تم شکر کرو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے وضو کرنے، جماع کے بعد غسل کرنے اور اگر پانی نہ ہو تو وضو اور غسل کے بجائے تیمم کرنے کے احکام صادر فرمائے ہیں۔

﴿ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾ : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین اعضا کو دھونے کا حکم دیا اور ایک عضو پر مسح کرنے کا۔ رسول اللہ ﷺ نے عملاً ان احکام کی تشریح کی، آپ ہمیشہ منہ، ہاتھ اور پاؤں دھویا کرتے تھے اور سر پر مسح کرتے تھے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کے لوگوں کو قیامت کے دن اس حال میں پکارا جائے گا کہ وضو کی وجہ سے ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے، سو تم میں سے جو شخص اپنی یہ روشنی بڑھانے کی طاقت رکھے تو وہ ضرور ایسا کرے۔'' [بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون من آثار الوضوء : ۱۳۶۔ مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل : ۳۵/۲۴۶]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی مسلمان یا (فرمایا) مومن بندہ وضو کرتا ہے اور وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے سے وہ تمام خطائیں نکل جاتی ہیں جو اس کی آنکھوں سے سرزد ہوئی تھیں، پھر جب وہ اپنے ہاتھ کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا (فرمایا) پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کا اس کے ہاتھوں نے ارتکاب کیا تھا اور جب وہ اپنے پاؤں کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ، یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف اس کے پاؤں چل کر گئے تھے، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء : ۲۴۴]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے، پھر آپ نے ہمیں پالیا، اس حالت میں کہ نماز کا وقت ہو گیا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے، ہم (جلدی میں) اپنے پاؤں پر گیلا ہاتھ پھیر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز میں تین مرتبہ فرمایا: ''ان ایڑیوں کے لیے دوزخ میں بڑی ہلاکت ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب من رفع صوته بالعلم : ۶۰۔ مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما : ۲۷/۲۴۱]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے قدم پر ناخن کے برابر جگہ (خشک) چھوڑ دی۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: ''واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو۔'' وہ شخص واپس گیا اور اس نے دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھی۔ [مسلم، کتاب الطهارة، باب وجوب استيعاب جميع أجزاء محل الطهارة : ۲۴۳]

عطاء بن یسار رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے وضو شروع کیا تو اپنا چہرہ دھویا (اس طرح کہ پہلے) پانی کا ایک چلو لیا اور اس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر پانی کا ایک اور چلو لیا، پھر اس کو اس طرح کیا (یعنی) دوسرا ہاتھ ساتھ ملا لیا اور اس سے چہرے کو دھویا، پھر پانی کا چلو لے کر اس سے اپنا دایاں ہاتھ (یعنی بازو) دھویا، پھر پانی کا چلو لے کر اس سے اپنا بایاں ہاتھ (یعنی بازو) دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر پانی کا

چلو لے کر اپنے دائیں پاؤں پر ڈالا اور اسے دھویا، پھر پانی کا چلو لے کر اپنے بائیں پاؤں کو دھویا اور کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ [بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الوجه باليدين من غرفة واحدة : ١٤٠]

حمران رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا اور انھیں دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرے کو تین بار دھویا، پھر دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر اسی طرح بائیں کو، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر دائیں پاؤں کو اسی طرح دھویا، پھر بائیں پاؤں کو تین مرتبہ دھویا اور فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح وضو فرمایا تھا جس طرح میں نے وضو کیا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''جو شخص اس طرح وضو کرے، جس طرح میں نے وضو کیا ہے، پھر دو رکعتیں پڑھ لے اور ان میں اپنے نفس سے باتیں نہ کرے تو اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثًا ثلاثًا : ١٥٩۔ مسلم، کتاب الطهارة، باب صفة الوضوء وكماله : ٢٢٦]

وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا : یعنی تم نے جماع کیا ہو یا تمھیں احتلام ہو گیا ہو تو پھر غسل کیا کرو، صرف وضو کافی نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ﴾ [النساء : ٤٣] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نماز کے قریب نہ جاؤ، اس حال میں کہ تم نشے میں ہو، یہاں تک کہ تم جانو جو کچھ کہتے ہو اور نہ اس حال میں کہ جنبی ہو، مگر راستہ عبور کرنے والے، یہاں تک کہ غسل کر لو۔''

وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ ...... وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ : یعنی اگر کوئی شخص بیمار ہو اور وضو یا غسل کرنا نقصان دہ ہو تو اسے بجائے وضو اور غسل کے تیمم کرنا چاہیے اور نماز کو وقت پر ادا کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور پانی دستیاب نہ ہو تو بجائے وضو کے تیمم کرنا چاہیے اور نماز کو وقت پر ادا کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص قضائے حاجت کر کے آیا ہو اور وضو کے لیے پانی نہ ملے تو بجائے وضو کے تیمم کرنا چاہیے اور نماز کو وقت پر ادا کرنا چاہیے اور اگر کسی شخص نے جماع کیا ہو اور غسل کے لیے پانی نہ ہو تو اسے غسل کے بجائے تیمم کرنا چاہیے اور نماز کو وقت پر ادا کرنا چاہیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرا ہار مقام بیداء میں اس وقت گر گیا جب ہم مدینہ میں داخل ہونے والے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری کو بٹھا دیا اور آپ سواری سے نیچے تشریف لے آئے اور میری گود میں سر رکھ کر استراحت فرمانے لگے، ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے مجھے زور سے کچوکا مارا اور فرمایا کہ تم نے ہار کی وجہ سے یہاں لوگوں کو روک رکھا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے آرام کے خیال سے میں بے حس و حرکت بیٹھی رہی، حالانکہ مجھے تکلیف ہوئی تھی، پھر نبی اکرم ﷺ جب بیدار ہوئے اور صبح کی نماز کا وقت ہوا تو پانی تلاش کیا گیا لیکن میسر نہ آ سکا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ ﴾ اس آیت کے نزول کے بعد اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے

آل ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے تم میں برکت پیدا فرما دی ہے، تم تو لوگوں کے لیے سراپا برکت ہو۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ فلم تجدوا مآء فتيمموا صعيدًا طيبًا ﴾ : ٤٦٠٨۔ مسلم، کتاب الحيض، باب التيمم : ٣٦٧]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور جب آپ نے سلام پھیرا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص علیحدہ بیٹھا ہوا ہے، اس نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''تمھیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟'' اس نے کہا، مجھے جنابت ہو گئی تھی اور (نہانے کے لیے) پانی میسر نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم کو لازم ہے کہ پاک مٹی سے تیمم کرو، اس لیے کہ یہ تمھارے لیے کافی ہے۔'' [بخاری، کتاب التيمم، باب الصعيد الطيب وضوء المسلم يكفيه عن الماء : ٣٤٤]

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا، مجھے احتلام ہو گیا اور پانی نہیں ملا، لہٰذا میں نے چوپائے کی طرح مٹی میں لوٹ پوٹ لیا، پھر میں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا، آپ نے فرمایا: ''تمھارے لیے اس طرح کرنا کافی تھا۔'' اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے، پھر انھیں پھونکا اور دونوں سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا۔ [بخاری، کتاب التيمم، باب التيمم هل ينفخ فيهما؟ : ٣٣٨]

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

''اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو اور اس کا عہد جو اس نے تم سے مضبوط باندھا، جب تم نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس نے انھیں نعمتوں سے نوازا ہے، یعنی یہ عظیم الشان دین عطا فرمایا، رسول اللہ ﷺ کو ان کی طرف مبعوث فرمایا اور ان سے یہ عہد و پیمان لیا کہ وہ آپ کی بیعت کریں گے، اتباع و اطاعت بجا لائیں گے، تائید و حمایت کریں گے اور آپ کے دین سے نہ صرف خود وابستہ ہوں گے، بلکہ اسے آگے دوسرے لوگوں تک بھی پہنچائیں گے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ قَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [الحديد : ٨] ''اور تمھیں کیا ہے تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، جب کہ رسول تمھیں دعوت دے رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور یقیناً وہ تم سے پختہ عہد لے چکا ہے، اگر تم ایمان والے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾ [البقرة : ٢٨٥] ''رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم

اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی بات کے سننے پر اور اطاعت کرنے پر خوشی اور ناخوشی میں، سختی اور آسانی میں اور اگرچہ ہمارے حقوق کا خیال نہ رکھا جائے۔ [بخاري، كتاب الأحكام، باب كيف يبايع الإمام الناس؟ : ٧١٩٩۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية : ١٧٠٩، بعد الحديث : ١٨٤٠]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ٝ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ٝ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝٨

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔“

یہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے تمام حقوق ادا کرتے رہیں، حق کی گواہی دیتے رہیں اور کسی قوم کی عداوت انھیں ناانصافی پر آمادہ نہ کرے۔ اس کے بعد اللہ نے انھیں عدل و انصاف کا حکم دیا، کیونکہ یہ بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور نصیحت کی کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں، اس لیے کہ اللہ بندوں کے تمام اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ : یعنی عدل و انصاف کے لیے گواہی دو، ظلم و استبداد کے حق میں گواہی نہ دو، سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟“ ہم نے عرض کی، جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔“ یہ فرما کر آپ سیدھے بیٹھ گئے، حالانکہ اس سے پہلے آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر آپ نے فرمایا: ”خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا، خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔“ پھر آپ برابر ان الفاظ کو دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے (اپنے دل میں) کہا، شاید آپ خاموش نہیں ہوں گے۔ [بخاري، كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر : ٥٩٧٦۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ٨٧]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے کچھ مال کا عطیہ دیا اور میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے کہا کہ میں تو اس وقت تک خوش نہ ہوں گی، جب تک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ نہ بنا لیں۔ میرے والد

آپ ﷺ کی خدمت میں اس مقصد کے لیے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اس طرح کا عطیہ دیا ہے؟'' انھوں نے کہا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو۔'' نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے واپس آ کر اپنا صدقہ واپس لے لیا۔ [بخاری، کتاب الھبة و فضلھا والتحریض علیھا، باب الإشھاد فی الھبة : ۲۵۸۷۔ مسلم، کتاب الھبات، باب کراھیة تفضیل بعض الأولاد فی الھبة : ۱۶۲۳/۱۳]

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ع

''اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے کہ بے شک ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہی بھڑکتی آگ والے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو۔ جب کچھ لوگوں نے ارادہ کیا کہ تمھاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں تو اس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیے اور اللہ سے ڈرو اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔''

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو خوش خبری دی ہے کہ اللہ ان کے گناہوں کو معاف کرے گا اور جنت میں بلند مقام عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد والی آیت میں قرآن حکیم کے عام طریقے کے مطابق اللہ نے یہ بتایا کہ جو شخص کفر کی راہ اختیار کرے گا اور اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے گا، اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

آخری آیت میں فرمایا کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کا اس کی نعمتوں پر شکر ادا کیا جائے اور اس پر مداومت برتی جائے۔ آگے بتایا کہ یہود اور مشرکین کی طرف سے بھی نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی مختلف سازشیں ہوئیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر بار آپ کی حفاظت فرمائی۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی اسی نعمت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے ہر حال میں اپنے رسول کی حفاظت فرمائی۔

اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ : یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے کافروں کے ہاتھوں کو مسلمانوں سے روک دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ [الفتح : ۲۴] ''اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے، اس کے بعد کہ تمھیں ان پر فتح دے دی اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ (آرام فرمانے کے لیے) پڑاؤ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درختوں کے سائے کی تلاش میں پوری وادی میں پھیل گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار اس درخت پر لٹکا دی۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابھی تھوڑی ہی دیر ہمیں سوئے ہوئے ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پکارا، ہم جب خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص نے میری تلوار (مجھ پر) سونت لی تھی، میں اس وقت سویا ہوا تھا، میری آنکھ کھلی تو میری ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی، اس نے مجھ سے کہا، تمھیں میرے ہاتھ سے آج کون بچائے گا؟ میں نے کہا: ''اللہ! اب دیکھو یہ بیٹھا ہوا ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع : ٤١٣٥۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب توکله علی الله تعالٰی وعصمة الله له من الناس: ٨٤٣، قبل الحدیث : ٢٢٨٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اہل مکہ میں سے اسی (۸۰) آدمی مسلح ہو کر تنعیم کے پہاڑ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوئے، وہ یہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب غفلت میں ہوں (تو ان کو حملہ کر کے قتل کر دیں)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پکڑ کر قید کر لیا اور پھر چھوڑ دیا۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ [الفتح : ٢٤] ''اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے، اس کے بعد کہ تمھیں ان پر فتح دے دی اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب قول الله تعالٰی : ﴿ وهو الذی کف أیدیهم عنکم ﴾ : ١٨٠٨]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا عامر قبیلہ عبلات کے ایک شخص کو، جس کا نام مکرز تھا، دوسرے ستر (۷۰) مشرکین کے ہمراہ گھسیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے، عامر اس وقت ایسے گھوڑے پر سوار تھے جس پر جھول پڑی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: ''انھیں چھوڑ دو (دراصل صلح حدیبیہ کے بعد) عہد شکنی کی ابتدا مشرکین کی طرف سے ہونے دو، پھر دوبارہ بھی انھی کی طرف سے ہونے دو۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں معاف کر دیا تو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ [الفتح : ٢٤][مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوۃ ذی قرد : ١٨٠٧]

وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ

اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٢﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور انھیں قوت دی اور اللہ کو قرض دیا، اچھا قرض تو یقیناً میں تم سے تمھارے گناہ ضرور دور کروں گا اور یقیناً تمھیں ایسے باغوں میں ضرور داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، پھر جس نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''

اس آیت کریمہ میں بنی اسرائیل کی بعض خیانتوں اور نقض میثاق کا ذکر کیا گیا ہے اور مقصود مومنوں کو تنبیہ کرنا ہے کہ اللہ نے ان سے جو عہد و میثاق لیا ہے، اس کا پاس رکھیں اور جس طرح بنی اسرائیل نے ان سے لیے گئے مواثیق کو توڑ دیا، اس طرح نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم نماز پڑھو گے، زکوٰۃ دو گے، میرے رسولوں پر ایمان لے آؤ گے، ان کا ساتھ دو گے اور فرض زکوٰۃ کے علاوہ اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو میری نصرت و حمایت تمھارے ساتھ ہوگی، نیز میں تمھارے گناہوں کو معاف کر کے تمھیں جنتوں میں داخل کروں گا۔

وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ﴾ [المائدۃ : ٧] ''اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو اور اس کا عہد جو اس نے تم سے مضبوط باندھا، جب تم نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا۔''

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣﴾

''تو ان کے اپنے عہد کو توڑنے کی وجہ ہی سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور وہ اس میں سے ایک حصہ بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی اور تو ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت کی خبر پاتا رہے گا، سوائے ان کے تھوڑے سے لوگوں کے، سو انھیں معاف کر دے اور ان سے درگزر کر۔ بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً : اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ بنی اسرائیل نے اپنے مضبوط

عہد کی چنداں پروا نہ کی، قیام صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ میں غفلت برتی، زکوٰۃ کی بجائے بخل کی راہ اپنائی اور قرض حسنہ دینے کی بجائے سود خوری اور حرام خوری شروع کر دی۔ اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا تو درکنار جی بھر کر ان کی مخالفت کی اور بعض انبیاء کو ناحق قتل بھی کرتے رہے۔ غرض یہ کہ اس عہد کی ایک ایک شق کو توڑنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی جس کے عوض ہم نے ان پر لعنت کی اور انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا اور دوسری سزا یہ دی کہ ان کے دل سخت کر دیے، جس کی وجہ سے وہ ایک تو راہ حق قبول کرنے سے قاصر ہو گئے، دوسرے آپس میں الفت و موانست کے جذبات کے بجائے ان میں خود غرضی، سنگ دلی اور باہمی منافرت نے راہ پا لی، ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۷۴] ”پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں جیسے ہیں، یا سختی میں (ان سے بھی) بڑھ کر ہیں اور بے شک پتھروں میں سے کچھ یقیناً وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بے شک ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں، پس ان سے پانی نکلتا ہے اور بے شک ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ اس سے ہرگز غافل نہیں جو تم کر رہے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَوْ لَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۴۳] ”پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔“

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ : اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں ان کا رویہ خراب اور ان کا تصرف بدترین ہے کہ ان کی غلط تاویل کرتے ہیں، غلط معنی پہناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو اس نے بیان فرمائی ہی نہیں ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۷۵] ”تو کیا تم طمع رکھتے ہو کہ وہ تمھارے لیے ایمان لے آئیں گے، حالانکہ یقیناً ان میں سے کچھ لوگ ہمیشہ ایسے چلے آئے ہیں جو اللہ کا کلام سنتے ہیں، پھر اسے بدل ڈالتے ہیں، اس کے بعد کہ اسے سمجھ چکے ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔“

وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ : یعنی تورات کے بہت سے حصے پر عمل ترک کر دیا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا، زانی کو سنگسار کرنا، سود کو حرام سمجھنا وغیرہ۔

افسوس اہل کتاب کی طرح مسلمانوں کی اکثریت نے بھی سمع و اطاعت کو چھوڑا، نمازیں ضائع کیں، سود کھانے لگے، جہاد چھوڑ بیٹھے اور باہم فرقوں میں بٹ کر اللہ کی کتاب میں تحریف کی حد تک تاویلیں کرنے لگے، تو نتیجہ وہی ہے جو

پہلوں کا تھا۔ مگر امید افزا بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق امت مسلمہ میں ایسے لوگ قیامت تک رہیں گے جو حق پر قائم رہیں گے اور حق کی خاطر لڑتے رہیں گے۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر لڑتا رہے گا اور حق کے دشمنوں پر غلبہ پائے گا، حتیٰ کہ ان میں سے آخری گروہ مسیح دجال سے جا لڑے گا۔'' [أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب في دوام الجهاد : ٢٤٨٤ـ مستدرك حاكم : ٤/ ٤٥٠، ح : ٨٣٩١]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: '' یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں میں سے ایک نہ ایک جماعت اس (دین کی حفاظت) کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : لا تزال طائفة من أمتي : ١٩٢٢]

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ : اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا کہ آپ ان کی ہر قابل گرفت بات سے دل گرفتہ ہوں گے تو آپ کو یہ ایک الگ پریشانی لاحق ہو جائے گی، لہٰذا ان کی باتوں کو درخور اعتنا سمجھنا چھوڑ دیجیے اور جن جن خیانتوں پر آپ مطلع ہوتے رہتے ہیں ان پر ان کا محاسبہ نہ کیجیے، اللہ خود ان سے نمٹ لے گا، آپ بس درگزر اور احسان کی راہ اختیار کیجیے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [البقرة : ١٠٩] ''بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔ سو تم معاف کرو اور درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَ سَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۱۴

''اور ان لوگوں سے جنھوں نے کہا بے شک ہم نصاریٰ ہیں، ہم نے ان کا پختہ عہد لیا، پھر وہ اس کا ایک حصہ بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور کینہ وری بھڑکا دی اور عنقریب اللہ انھیں اس کی خبر دے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

نصاریٰ کا حال بھی یہود سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں گے اور اس کی شریعت پر عمل کریں گے، لیکن انھوں نے بہت سے احکام الٰہی کو قصداً فراموش کر دیا،

جس کے نتیجے میں اللہ نے دنیا میں انھیں یہ سزا دی کہ وہ آپس میں عداوت اور بغض و حسد کرنے لگے، مختلف جماعتوں میں بٹ گئے اور ان کی آپس کی عداوت انتہا کو پہنچ گئی اور ان کا یہی حال قیامت تک رہے گا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں ان کے شر و فساد اور ان کے برے کرتوتوں کی خبر دے گا اور ان کی خباثت اور بد اعمالیوں کے مطابق انھیں بدلہ دے گا۔

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ : یعنی ہم نے اس وقت سے لے کر قیامت تک ان کے درمیان دشمنی اور کینہ پروری بھڑکا دی۔ چنانچہ اس وقت بھی ان میں آپس میں مذہبی عداوت پائی جاتی ہے اور پھر خود نصرانیوں کے بھی کئی ایک فرقے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے ہیں۔ رہا مسلمانوں کے مقابلے میں ان کا ایک ہونا، تو وہ مسلمانوں کے ترک جہاد کی وجہ سے اور مسلمان ممالک کے وسائل سے اپنا اپنا حصہ لینے کے لیے ہے۔ ورنہ ظاہر میں ایک نظر آنے کے باوجود ان کی باہمی لڑائی ایک مسلمہ حقیقت ہے، جس کا مطالعہ کر کے مسلمان اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

مگر افسوس! اب مسلمانوں میں آپس میں ایسا اختلاف اور دشمنی پیدا ہوگئی ہے کہ ایک نام یعنی مسلمان ہونے کے اعتبار سے تو اکٹھے دکھائی دیتے ہیں، لیکن حقیقتاً گروہوں میں منقسم ہیں اور کفار ان کے افتراق سے فائدہ اٹھا کر ان پر حکومت کر رہے ہیں۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

”اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے ان میں سے بہت سی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے، جو تم کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلیں، سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے حال پر رحم کھاتے ہوئے انھیں دین اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے اور کہا

ہے کہ بہت سی باتیں جو تم لوگ چھپاتے تھے، مثلاً محمد ﷺ کی بعثت، تورات میں رجم والی آیت اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، تو اب ہمارا رسول بذریعہ وحی وہ باتیں بیان کر رہا ہے اور بہت سی باتوں کو بیان نہیں کرتا، تاکہ تمھاری حد سے زیادہ فضیحت نہ ہو جائے۔ دیکھو، تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کھلی کتاب آ گئی ہے جس کے ذریعے اللہ اپنی رضا کے طلب گاروں کی آخرت کے عذاب سے سلامتی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور کفر کی تاریکی سے نکال کر نورِ ایمان کی توفیق دیتا ہے۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ : اس آیت میں آپ ﷺ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ بہت سے احکام جو یہود چھپایا کرتے تھے ان کو آپ ﷺ بیان کرتے ہیں، جیسے رجم کی آیت، سبت والوں کا قصہ جن کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تھا اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی صفات سے متعلق دیگر آیات، الغرض یہود ان تمام باتوں کو چھپایا کرتے تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت کو لایا گیا، وہ زنا کر بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”تم اپنی کتاب میں اس ضمن میں کیا حکم پاتے ہو؟“ انھوں نے کہا کہ ہمارے علماء نے یہ طریقہ نکال رکھا ہے کہ وہ مرتکبین کا منہ کالا کرتے ہیں اور انھیں گدھے پر بٹھا کر گشت کراتے ہیں۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! ان کے علماء کو مع تورات کے بلائیے، چنانچہ تورات لائی گئی تو ان میں سے ایک (عالم) نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے سے پڑھنا شروع کر دیا۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا، اپنا ہاتھ اٹھائیے۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے سے رجم کی آیت نکلی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور وہ دونوں سنگسار کر دیے گئے۔ [بخاري، كتاب الحدود، باب الرجم في البلاط : ۶۸۱۹۔ مسلم، كتاب الحدود ، باب رجم اليهود أهل الذمة في الزنى : ۱۶۹۹]

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ : ”نور“ سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور ”کتاب مبین“ اس کی تشریح ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۵۷] ”سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

”نور“ اور ”کتاب مبین“ دونوں سے مراد قرآن کریم ہے۔ ان کے درمیان ’واؤ‘ برائے مغایرتِ مصداق نہیں بلکہ مغایرت معنی کے لیے ہے اور یہ عطف تفسیری ہے، جس کی واضح دلیل اگلی آیت ہے جس میں کہا جا رہا ہے: ﴿ يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ ﴾ [المائدة : ۱۶] ”اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے۔“ اگر نور اور کتاب دو الگ الگ چیزیں ہوتیں تو الفاظ ” يَهْدِيْ بِهِمَا اللّٰهُ “ ہوتے یعنی ”اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے ہدایت فرماتا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ

جلائی، جب اس کے گرد روشنی ہوئی تو اس میں کیڑے اور یہ جانور جو آگ میں ہیں، گرنے لگے اور وہ شخص ان کو روکنے لگا لیکن وہ نہ رکے اور اس میں گرنے لگے، یہ مثال میری اور تمھاری ہے، میں تمھاری کمر پکڑ کے جہنم سے روکنے والا ہوں اور کہتا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ اور تم نہیں مانتے اور اسی میں گھسے جاتے ہو۔" [مسلم، کتاب فضائل النبی ﷺ، باب شفقته ﷺ علی أمته ...... الخ : ۱۸/ ۲۲۸٤]

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

"بلاشبہ یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنھوں نے کہا کہ بے شک اللہ مسیح ہی تو ہے، جو مریم کا بیٹا ہے، کہہ دے پھر کون اللہ سے کسی چیز کا مالک ہے، اگر وہ ارادہ کرے کہ مسیح ابن مریم کو اور اس کی ماں کو اور زمین میں جو لوگ ہیں سب کو ہلاک کر دے، اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے۔ وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔"

اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نصاریٰ کے غلو اور اللہ تعالیٰ کے حق میں ان کی انتہا درجہ کی زیادتی کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی تو ہے وہ کافر ہوئے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کے ایک بندے کو "اللہ" بنا دیا، جسے اللہ نے پیدا کیا تھا۔ اس کے بعد اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو نصاریٰ پر حجت قائم کرنے کا طریقہ بتایا کہ فرض کر لو اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم، ان کی ماں اور سارے جہاں والوں کو ہلاک کر دینے کا فیصلہ کر لے، تو اسے کون روک سکے گا؟ اس کا جواب قطعی طور پر یہی ہو گا کہ کوئی نہیں، تو پھر اللہ کا ایک بندہ کیسے "اللہ" ہو سکتا ہے، یا معبود ہونے میں اس کا شریک کیسے بن سکتا ہے؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمان و زمین اور ان دونوں کے درمیان ہر شے کی ملکیت اللہ کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس نے آدم کو مٹی سے اور حوا کو آدم سے پیدا کیا۔ اسی طرح اگر اس نے عیسیٰ کو مریم سے بغیر باپ کے پیدا کیا تو عقلی یا شرعی طور پر کیسے ضروری ہو گیا کہ وہ "اللہ" ہو جائیں؟

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؗ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

”اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، کہہ دے پھر وہ تمھیں تمھارے گناہوں کی وجہ سے سزا کیوں دیتا ہے، بلکہ تم اس (مخلوق) میں سے ایک بشر ہو جو اس نے پیدا کی ہے، وہ جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں یہود و نصاریٰ کی ایک دوسری گمراہی بیان کی گئی ہے، وہ کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی اور کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر اللہ تمھارے گناہوں کی وجہ سے تمھیں عذاب کیوں دے گا؟ کہیں باپ اپنے بیٹے کو اور کوئی محبّ اپنے حبیب کو عذاب دیتا ہے؟ حالانکہ تم خود اپنی زبان سے اعتراف کرتے ہو کہ ہمیں صرف چالیس دن کے لیے آگ میں ڈالا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھارا یہ زعم جس کے سہارے تم جی رہے ہو، سراسر باطل ہے۔ تم تو انسان ہو اور اللہ تعالیٰ خالق ہے، وہ جس کو چاہے بخش دے اور جسے چاہے سزا دے، اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ﴾ [البقرة : ۸۰] ”اور انھوں نے کہا ہمیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن۔“

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ : اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو عذاب نہیں دیتا۔ لہٰذا عذاب سے اگر بچنا مطلوب ہو تو اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کی کوشش کرنی چاہیے اور اللہ کا محبوب صرف اتباع رسول ہی سے بنا جا سکتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۳۱] ”کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکے گا۔“ [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن : ۲٦۹۹]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ (کے عذاب) سے (بچانے کے سلسلہ میں) تمھارے چنداں کام نہیں آ سکتا، اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ (کے عذاب) سے (بچانے کے سلسلہ میں) تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتا اور اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال میں سے جو چاہو، یہیں مجھ سے طلب کرلو، (آخرت میں) میں تمھیں اللہ (کے عذاب) سے (بچانے کے سلسلہ میں) کچھ کام نہیں آ سکتا۔“ [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ٤٧٧١۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله تعالى : ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ۲۰٦]

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾

''اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، رسولوں کے ایک وقفے کے بعد، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوشخبری دینے والا آیا اور نہ ڈرانے والا، تو یقیناً تمھارے پاس ایک خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک نئی حجت قائم کی ہے اور انھیں خبر دی ہے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول محمد ﷺ رسولوں کا سلسلہ ایک مدت تک منقطع رہنے کے بعد آ چکے ہیں (اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تقریباً پانچ سو ستر سال کے بعد نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے) تاکہ تم اپنے کفر و شرک اور شر و فساد کے لیے عذر لنگ پیش کرتے ہوئے یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس تو کوئی نبی آیا ہی نہیں، تو تمھارے اتمام حجت کے لیے نبی کریم ﷺ آ گئے ہیں۔ اب ان پر ایمان لے آؤ اور ان کی اتباع کرو، تاکہ نجات حاصل کرو۔ ورنہ آخرت کا عذاب تمھارا انتظار کر رہا ہے، اس لیے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، تو وہ تمھیں دوبارہ زندہ کرنے اور عذاب دینے پر بھی یقیناً قادر ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمام لوگوں کی نسبت ابن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں، انبیاء آپس میں علاتی بھائی ہیں۔ میرے اور ان کے درمیان اور کوئی نبی نہیں ہے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ واذکر فی الکتب مریم ﴾ : ۳٤٤٢۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل عیسی ابن مریم : ۲۳٦٥]

سیدنا عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''بے شک میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھیں وہ باتیں سکھاؤں جن سے تم بے علم ہو، ان باتوں میں سے جو اس نے مجھے آج سکھلائی ہیں، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) میں نے اپنے بندوں کو جو مال عطا فرمایا ہے (جو شریعت میں حرام نہیں) وہ سب حلال ہے۔ میں نے اپنے سب بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا ہے، مگر شیطانوں نے آ کر انھیں ان کے دین سے گمراہ کر دیا، سو جن چیزوں کو میں نے ان کے لیے حلال قرار دیا تھا، انھوں نے انھیں حرام ٹھہرا لیا۔ شیطانوں ہی نے انھیں حکم دیا کہ میرے ساتھ شرک کریں، جبکہ میں نے اس کی کوئی سند نازل نہیں کی، پھر اللہ نے اہل زمین کی طرف دیکھا اور اہل کتاب کے چند لوگوں کے سوا تمام عرب و عجم سے ناراضی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میں نے آپ کو مبعوث کیا ہے، تاکہ آپ کو آزماؤں اور آپ کے ساتھ دوسرے لوگوں کی بھی آزمائش کروں اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے

جسے پانی دھو نہیں سکتا، جسے آپ نیند اور بیداری ہر حالت میں پڑھیں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں قریش کو جلا دوں (یعنی انھیں قتل کر دوں)، میں نے عرض کی، اے میرے رب! وہ تو میرے سر کو کچل دیں گے اور اسے روٹی کی طرح بنا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ ان کو نکال دیں جیسے انھوں نے آپ کو نکالا، آپ ان کے خلاف جہاد کریں، ہم آپ کا ساتھ دیں گے، آپ ان کے خلاف خرچ کریں، ہم آپ پر خرچ کریں گے، آپ ایک لشکر بھیجیں ہم اس سے پانچ گنا بھیجیں گے اور جو آپ کے فرماں بردار ہیں، ان کو ساتھ لے کر ان سے جنگ کرو جو تمھارے نافرمان ہیں۔''

[مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا أهل الجنة و أهل النار : ٢٨٦٥]

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ : اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد بیان فرمایا گیا ہے، یعنی عرصہ دراز سے کسی اولوالعزم پیغمبر کے نہ آنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام میں تغیر و تبدل اور تحریف سے ملت ابراہیم کو پاک کر کے لوگوں کو حق سے روشناس کرایا، تاکہ ان پر حجت پوری ہو جائے اور عذر کی گنجائش نہ رہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ١٦٥] ''ایسے رسول جو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٤٥، ٤٦] ''اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے اور روشنی کرنے والا چراغ۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کی اس صفت کے بارے میں پوچھا گیا جو تورات میں مذکور ہے تو انھوں نے کہا، اچھا! اللہ کی قسم! جو ان کی تعریف قرآن میں ہے اسی قسم کی بعض تعریفیں تورات میں بھی ہیں، جیسے ہے کہ اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور امیوں (ان پڑھوں) کا نگران بنا کر بھیجا ہے، تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے، میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے، (اور تورات میں یہ صفات بھی ہیں کہ) نہ تو وہ بد خلق ہے اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا اور نہ وہ برائی کے بدلے میں برائی کرتا ہے، بلکہ درگزر اور مہربانی کرتا ہے۔ اللہ اسے ہرگز موت نہیں دے گا، یہاں تک کہ اس کے ذریعے سے ایک کج مذہب کو سیدھا کر دے، اس طرح کہ وہ (یقین کے ساتھ) لا الٰہ الا اللہ کہنے لگیں اور اس (ذات) کے ذریعہ سے وہ اندھی آنکھیں، بہرے کان اور غافل دل کھول دے گا۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب کراهیة السخب فی السوق : ٢١٢٥]

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ

وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٠﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَ اَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ ع ٨

”اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمھیں بادشاہ بنا دیا اور تمھیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اے میری قوم! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جو اس نے تمھارے لیے لکھ دی ہے اور اپنی پیٹھوں پر نہ پھر جاؤ، ورنہ خسارہ اٹھانے والے ہو کر لوٹو گے۔ انھوں نے کہا اے موسیٰ! بے شک اس میں ایک بہت زبردست قوم ہے اور بے شک ہم ہرگز اس میں داخل نہ ہوں گے، یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائیں، پس اگر وہ اس سے نکل جائیں تو ہم ضرور داخل ہونے والے ہیں۔ دو آدمیوں نے کہا، جو ان لوگوں میں سے تھے جو ڈرتے تھے، ان دونوں پر اللہ نے انعام کیا تھا، تم ان پر دروازے میں داخل ہو جاؤ، پھر جب تم اس میں داخل ہو گئے تو یقیناً تم غالب ہو اور اللہ ہی پر پس بھروسا کرو، اگر تم مومن ہو۔ انھوں نے کہا اے موسیٰ! بے شک ہم ہرگز اس میں کبھی داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس میں موجود ہیں، سو تو اور تیرا رب جاؤ، پس دونوں لڑو، بے شک ہم یہیں بیٹھنے والے ہیں۔ اس نے کہا، اے میرے رب! بے شک میں اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں، سو تو ہمارے درمیان اور ان نافرمان لوگوں کے درمیان علیحدگی کر دے۔ فرمایا پھر بے شک وہ ان پر چالیس سال حرام کی ہوئی ہے، زمین میں سر مارتے پھریں گے، پس تو ان نافرمان لوگوں پر غم نہ کر۔“

ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو ایک قسم کی تسلی دی گئی ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی ہے کہ اگر آپ کے زمانہ کے یہود آپ کے خلاف سازشیں کرتے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے، تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں، کیونکہ ان

کے اسلاف نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ نے تم پر جو انعامات کیے ہیں انھیں یاد کرو، تم میں انبیاء مبعوث کیے اور تمھیں بادشاہوں کی حیثیت دی کہ تم پر کسی دوسری قوم کی حکومت نہیں چلتی اور تمھیں ایسی ایسی نعمتوں سے نوازا جو تمھارے زمانے کی دوسری قوموں کو نہیں ملیں۔ پھر کہا اے میری قوم! تم لوگ مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جس میں اللہ نے تمھارے لیے سکون و قرار رکھا ہے، تم لوگ شہر کا دروازہ کھول کر اچانک دشمن پر حملہ کر دو اور انھیں مغلوب بنا لو اور شکست خوردہ ہو کر پیچھے مڑ کر نہ بھاگو، لیکن انھوں نے یہ بات نہ مانی اور موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ اے موسیٰ! اس شہر میں تو بڑے جابر قسم کے لوگ رہتے ہیں، ہم تو اس وقت تک وہاں نہیں جائیں گے، جب تک وہ لوگ اس شہر سے نکل نہیں جاتے۔ ان کی اس ذہنی شکست کی وجہ یہ تھی کہ ان کے دس نقیبوں نے عمالقہ کے بارے میں اپنے قبائل کو ڈرایا تھا۔ صرف دو نے راز کی حفاظت کی تھی، جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ دو آدمی جو اللہ سے ڈرنے والے تھے اور جن پر اللہ کا فضل تھا، انھوں نے کہا کہ اگر تم لوگ اچانک شہر کے دروازے میں داخل ہو جاؤ تو غالب آ جاؤ گے، اگر تم لوگ اہل ایمان ہو تو تمھیں اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ لیکن انھوں نے پوری خست و دنایت کے ساتھ جواب دیا کہ جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں ہم لوگ ہرگز داخل نہیں ہوں گے۔ تم اور تمھارا رب جا کر ان سے جنگ کرو، ہم تو یہیں رہیں گے۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے ان سے اعلانِ براءت کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے رب! میں اور میرا بھائی ہارون، ہم اپنی اپنی ذات کے مالک ہیں، ہم اس قوم سے عاجز آ گئے، اب ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر دے۔ تو اللہ نے کہا کہ ہم نے چالیس سال تک کے لیے سرزمینِ مقدس کو ان پر حرام کر دیا۔ یہ لوگ اب اسی صحرائے سینا میں بھٹکتے رہیں گے۔ آپ ان فاسق لوگوں کے بارے میں کوئی افسوس نہ کریں۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں انبیاء ہی حکمران ہوا کرتے تھے، جب کبھی کسی نبی کی وفات ہو جاتی تھی تو اس کی جگہ دوسرا نبی لے لیا کرتا تھا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی إسرائیل : ۳۴۵۵۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ : ۱۸۴۲]

وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الجاثیۃ : ۱۶] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۸ تا ۱۴۰] ''اے موسیٰ! ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے،

جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟ اس نے کہا بے شک تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کرتے ہو۔ بے شک یہ لوگ، تباہ کیا جانے والا ہے وہ کام جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کہا کیا میں اللہ کے سوا تمھارے لیے کوئی معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تمھیں جہانوں پر فضیلت بخشی ہے۔''

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ : جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے کے لیے کہا اور فرمایا کہ اللہ کے وعدے اور بشارت کے مطابق تمھارے داخل ہونے کی دیر ہے کہ دشمن بھاگ جائے گا، تو انھوں نے حد سے بڑھا ہوا گستاخانہ جملہ کہا: ''جا تو اور تیرا رب لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔'' اس کے برعکس بدر کے موقع پر دشمن سے اچانک آمنا سامنا ہونے کے باوجود اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال عزم و ہمت اور شجاعت و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے لیے روانہ ہوتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ لیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مشورہ طلب کیا تو انصاری کہنے لگے کہ اے گروہ انصار! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے سخن تمھاری طرف ہے تو انصار نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے سخن ہماری طرف ہے تو ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴾ ''سو تو اور تیرا رب جاؤ، پس دونوں لڑو، بے شک ہم یہیں بیٹھنے والے ہیں'' اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ برک غماد تک بھی جانے کا حکم دیں گے تو ہم آپ کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ [مسند أحمد : ۱۸۸/۳، ح : ۱۲۹۵۹۔ السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب التفسیر، باب قوله تعالی : ﴿ قالوا یا موسٰی إنا لن ندخلها أبدًا ﴾ : ۱۱۴۱۔ ابن حبان : ۴۷۳۱]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴾ ''سو تو اور تیرا رب جاؤ، پس دونوں لڑو، بے شک ہم یہیں بیٹھنے والے ہیں'' نہیں آپ چلیے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ فرط مسرت سے جگمگا اٹھا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ فاذهب أنت وربك فقاتلا إنا هٰهنا قاعدون ﴾ ۴۶۰۹]

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۲۷ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۸ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ

﴿...وْا الظّٰلِمِیْنَ ؁ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ؀ ...ثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰۤى ...جَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ؀ۚۛ﴾

’’اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر کی تلاوت حق کے ساتھ کر، جب ان دونوں نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا میں تجھے ضرور ہی قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔ اگر تو نے اپنا ہاتھ میری طرف اس لیے بڑھایا کہ مجھے قتل کرے تو میں ہرگز اپنا ہاتھ تیری طرف اس لیے بڑھانے والا نہیں کہ تجھے قتل کروں، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو میرا گناہ اور اپنا گناہ لے کر لوٹے، پھر تو آگ والوں میں سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی جزا ہے۔ تو اس کے لیے اس کے نفس نے اس کے بھائی کا قتل پسندیدہ بنا دیا، سو اس نے اسے قتل کر دیا، پس خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا، جو زمین کریدتا تھا، تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے، کہنے لگا ہائے میری بربادی! کیا میں اس سے بھی رہ گیا کہ اس کوے جیسا ہو جاؤں تو اپنے بھائی کی لاش چھپا دوں۔ سو وہ پشیمان ہونے والوں میں سے ہو گیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے سرکشی، حسد اور ظلم کے خوفناک انجام کو بیان کرنے کے لیے یہاں آدم علیہ السلام کے دو حقیقی بیٹوں قابیل اور ہابیل کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے پر کس طرح زیادتی کی، حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا اور یہ محض سرکشی اور اس نعمت پر حسد کی وجہ سے تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے نوازا تھا اور اس کی قربانی کو شرفِ قبولیت عطا فرما دیا تھا، جو اس نے اخلاص کے ساتھ اپنے رب کی بارگاہ میں پیش کی تھی اور اس طرح مقتول گناہوں کی معافی اور جنت میں داخلے کی وجہ سے کامیاب ہو گیا اور قاتل دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد رہا۔ ان آیات میں یہود کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر وہ بھی حسد و سرکشی پر مصر رہے تو ان کا انجام بھی دنیا و آخرت میں بہت برا ہو گا۔

﴿لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ : یعنی میں تمھیں قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تمھاری طرف نہیں بڑھاؤں گا۔ گویا اگر مقتول بھی قاتل کو قتل کرنے کے پیچھے لگا ہوا ہو تو ایسی صورت میں دونوں جہنمی ہیں۔ سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنم رسید ہوں گے۔‘‘ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! قاتل تو ٹھیک (اس کا معاملہ سمجھ میں آتا ہے) مگر مقتول کا کیا قصور (کہ وہ بھی جہنم رسید ہو گا)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس لیے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے پر حریص تھا۔‘‘ [بخاری، کتاب الإیمان، باب

﴿و إن طائفتن من المؤمنين اقتتلوا...... الخ﴾ : ٣١۔ مسلم، کتاب الفتن، باب إذا تواجه المسلمان بسیفیهما : ٢٨٨٨]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں فتنے کے موقع پر کہا تھا، میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ”بلاشک وشبہ عنقریب ایک فتنہ رونما ہوگا کہ جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔“ عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص میرے گھر میں داخل ہو کر میری طرف اپنا ہاتھ دراز کرے، تاکہ مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا: ”اس صورت میں آدم کے بیٹے (ہابیل) کی طرح ہو جاؤ۔“ [مسند أحمد : ١/ ١٨٥، ح : ١٦١٤۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء أنه تكون فتنة القاعد فيها خير من القائم : ٢١٩٤۔ أبو داوٗد، كتاب الفتن والملاحم ، باب النهى عن السعى فى الفتنة : ٤٢٥٦، ٤٢٥٧]

اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَ اِثْمِكَ : ”تو میرا گناہ اور اپنا گناہ لے کر لوٹے“ میرا گناہ یعنی جو مجھے اس صورت میں ہوتا جب میں بھی تجھے قتل کرنے کے درپے ہوتا، جیسا کہ اوپر کی حدیث میں ہے، یا یہ کہ میرے گناہ کا بوجھ بھی تجھ پر ڈالا جائے گا، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے کسی دوسرے کی آبرو یا اور کسی چیز کے معاملہ میں ظلم کیا ہو تو اسے چاہیے کہ آج اس سے معاف کرا لے، اس دن سے پہلے کہ (جس دن) نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم۔ اگر ظالم کا کوئی عمل صالح ہوگا تو اس کے ظلم کے برابر اس سے لے لیا جائے گا اور اگر ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں میں سے بعض گناہ ظالم پر لاد دیے جائیں گے۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب من كانت له مظلمة عند الرجل : ٢٤٤٩]

اسی سلسلے کی ایک دلیل وہ روایت ہے جسے سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول! اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر مجھے زبردستی (باہم دست و گریباں ایمان والوں کی) دو صفوں یا جماعتوں میں شامل کر دیا جائے، پھر کوئی شخص مجھے اپنی تلوار سے قتل کر دے، یا کوئی تیر آئے اور مجھے قتل کر دے (تو میرا کیا حشر ہوگا؟) آپ نے فرمایا: ”(تم پر کوئی گناہ نہیں، بلکہ ایسی صورت میں) وہ (جس نے تمھیں قتل کیا ہے) اپنے اور تمھارے گناہ کو لے کر (اللہ کے پاس) لوٹے گا اور دوزخ والوں میں سے ہوگا۔“ [مسلم، کتاب الفتن، باب نزول الفتن كمواقع القطر : ٢٨٨٧]

فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ : یعنی اس کی دنیا بھی برباد ہوگئی اور وہ آخرت میں بھی سخت عذاب کا مستحق قرار پایا، جیسا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب بھی کسی انسان کو ظلم سے قتل کیا جائے گا تو آدم کے اس پہلے بیٹے کے ذمے بھی اس کے خون کا حصہ ہوگا، کیونکہ وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے قتل کو جاری کیا۔“ [بخاری، کتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته : ٣٣٣٥۔ مسلم، کتاب القسامة والمحاربين، باب إثم من سن القتل : ١٦٧٧]

﴿ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْاَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴾ : سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سرکشی اور قطع رحمی سے بڑھ کر اور کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کی سزا اللہ تعالیٰ آخرت میں دینے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی جلد دیتا ہو۔“ [أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب في النهي عن البغي : ٤٩٠٢۔ ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب في عظم الوعيد على البغي و قطيعة الرحم : ٢٥١١]

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝٣٢

”اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا اور بلاشبہ ان کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لے کر آئے، پھر بے شک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد بھی زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے ہیں۔“

کسی کو ناحق قتل کرنا اللہ کی نگاہ میں جرم عظیم ہے اور اس کی وجہ سے شر و فساد کا جو خطرناک دروازہ کھل جاتا ہے، اس کو بند کرنا مشکل ترین کام ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے یہ حکم جاری کر دیا کہ جو کوئی کسی کو ناحق قتل کر دے گا، یا زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے ایسا کرے گا تو گویا وہ تمام نوعِ انسان کے قتل کا مرتکب ہوگا اور جو عفو و درگزر یا کسی اور طریقہ سے کسی کی زندگی کی بقا کا سبب بنے گا، تو وہ گویا تمام لوگوں کی زندگی کا سبب بنے گا۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو ہماری مسجدوں میں سے کسی مسجد سے، یا بازاروں میں سے کسی بازار سے گزرے اور اس کے پاس تیر ہو تو اسے اچھی طرح سنبھال کر رکھے، یا اس کا (دھار والا) اگلا حصہ مضبوطی سے تھامے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کو اس سے کوئی تکلیف پہنچ جائے۔“ [بخاری، كتاب الصلوة، باب المرور في المسجد : ٤٥٢۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب أمر من مر بسلاح في مسجد أو سوق : ٢٦١٥/١٢٤]

﴿ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ١٧٩] ”اور تمھارے لیے بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے اے عقلوں والو! تاکہ تم بچ جاؤ۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص بھی مظلوم قتل ہوتا ہے، تو اس کے قتل کا گناہ آدم کے پہلے بیٹے پر بھی لاد دیا جاتا ہے، کیونکہ وہی وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کو جاری کیا۔“ [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته : ٣٣٣٥۔ مسلم، كتاب القسامة، باب بيان إثم من سن القتل : ١٦٧٧]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔“ صحابہ

نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جب وہ مظلوم ہو اور ہم اس کی مدد کریں (یہ تو سمجھ میں آ گیا لیکن) اس کی مدد اس حالت میں کیسے کریں کہ جب وہ ظالم ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ لو۔'' [بخاری، کتاب المظالم، باب أعن أخاك ظالمًا أو مظلومًا : ٢٤٤٤ـ مسلم، كتاب البر والصلة، باب نصر الأخ ظالمًا أو مظلومًا : ٢٥٨٤]

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ : یعنی حرام امور کا علم ہونے کے باوجود ان کا ارتکاب کرتے تھے۔ یہودِ مدینہ کا بھی یہی حال تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں اوس اور خزرج کے خاندانوں کے ساتھ ان کی لڑائیاں جاری رہتی تھیں اور جب حالت جنگ ختم ہو جاتی تو اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑا لیا کرتے تھے اور جسے چاہتے قتل کر دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کرتوتوں کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرة : ٨٤، ٨٥] ''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم اپنے خون نہیں بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے، پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود شہادت دیتے ہو۔ پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنے آپ کو قتل کرتے ہو اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد گناہ اور زیادتی کے ساتھ کرتے ہو، اور اگر وہ قیدی ہو کر تمھارے پاس آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو، حالانکہ اصل یہ ہے کہ ان کا نکالنا تم پر حرام ہے، پھر کیا تم کتاب کے بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تو اس شخص کی جزا جو تم میں سے یہ کرے اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔''

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْۤا اَوْ يُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

''ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں، یہی ہے کہ انھیں بری طرح قتل کیا جائے، یا انھیں بری طرح سولی دی جائے، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مختلف سمتوں سے بری طرح کاٹے جائیں، یا انھیں اس سر زمین سے نکال دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔''

اس آیت میں اللہ اور رسول سے جنگ سے مراد عموماً حرابہ یا محاربہ یعنی ڈکیتی، لوٹ مار یا راہزنی سمجھا جاتا ہے۔ پھر اس آیت میں چار قسم کی سزاؤں کو جرائم کی نوعیت کے لحاظ سے اس طرح متعلق کیا جاتا ہے کہ اگر مجرم نے قتل تو کر دیا ہو مگر مال لوٹنے کا موقع نہ ملا ہو تو اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا اور اگر قتل بھی کر دیا ہو اور مال بھی لوٹ لیا ہو تو اسے سولی پر لٹکایا جائے گا اور اگر صرف مال ہی چھینا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت میں کاٹے جائیں گے اور اگر ابھی قتل بھی نہ کیا ہو اور مال بھی نہ چھینا ہو، پہلے ہی گرفتار ہو جائے تو اسے جلاوطن کیا جائے گا۔ نیز قاضی جرم کی نوعیت کے لحاظ سے ان سزاؤں میں سے کسی دو کو اکٹھا بھی کر سکتا ہے اور کسی ایک میں کمی بیشی بھی کر سکتا ہے۔ مگر اس آیت کے الفاظ میں عموم ہے، چنانچہ محدثین اسی آیت کے تحت عکل اور عرینہ کے واقعہ کو درج کرتے ہیں۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خاندان عکل کے آٹھ اشخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے آپ کے دست مبارک پر قبول اسلام کی بیعت کر لی، بعد ازاں انھیں مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی تو وہ بیمار پڑ گئے۔ تب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس امر کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: ”تم لوگ ہمارے چرواہے کے ساتھ اونٹوں کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے، تاکہ ان کا پیشاب اور دودھ استعمال کرو؟“ انھوں نے کہا، ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ وہ مدینہ سے باہر چلے گئے۔ وہاں انھوں نے اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پیا تو وہ تندرست ہو گئے، پھر انھوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ بھگا کر لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں صحابہ کو بھیجا۔ جو انھیں پکڑ کر مدینہ واپس لے آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں، ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری جائیں اور انھیں دھوپ میں پھینک دیا جائے، تو ایسا ہی ہوا، یہاں تک کہ یہ سب مر گئے۔ [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب إذا حرق المشرك المسلم هل يحرق؟ : ۳۰۱۸۔ مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب حكم المحاربين والمرتدين : ۱۶۷۱]

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ : یعنی انھیں قتل کرنا، تختۂ دار پر لٹکانا، ہاتھ پاؤں کا مخالف سمت سے کاٹنا اور جلاوطن کرنا، اس دنیا میں لوگوں کے سامنے انھیں ذلت و رسوائی سے دوچار کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان مجرموں کے لیے قیامت کے دن جو عذاب تیار کر رکھا ہے وہ اس کے علاوہ ہے، سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بیعت لی جس طرح خواتین سے بیعت لی تھی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں، چوری نہ کریں، بدکاری نہ کریں، اپنے بچوں کو قتل نہ کریں اور ایک دوسرے پر بہتان نہ لگائیں، پھر فرمایا: ”پھر جو اس وعدے کو نبھائے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، اگر کسی نے ان میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور اسے اس کی سزا مل گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہو گی اور جس کی اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی فرمائی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد

ہے، اگر وہ چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر چاہے تو اسے معاف کر دے۔‘‘ [مسلم، كتاب الحدود، باب الحدود كفارات لأهلها : ۱۷۰۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟‘‘ لوگوں نے عرض کی کہ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس روپیا پیسا اور اسباب نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: ’’مفلس میری امت میں قیامت کے دن وہ ہوگا جو نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا، لیکن اس نے دنیا میں ایک کو گالی دی ہوگی، دوسرے پر بدکاری کی تہمت لگائی ہوگی، تیسرے کا مال کھا لیا ہوگا، چوتھے کا خون کیا ہوگا، پانچویں کو مارا ہوگا، پھر ان لوگوں کو (یعنی جن کو اس نے دنیا میں ستایا) اس کی نیکیاں مل جائیں گی اور جو اس کی نیکیاں اس کے گناہ ادا ہونے سے پہلے ختم ہو جائیں گی تو ان لوگوں کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی، آخر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔‘‘ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۱]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص دنیا میں کوئی گناہ کرے اور اسے اس کی سزا مل جائے تو اللہ تعالیٰ بہت بڑا عادل ہے، وہ اپنے بندے کو اس کی دوبارہ سزا نہیں دے گا اور جو شخص دنیا میں کوئی گناہ کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرما لے اور اسے معاف فرما دے تو وہ ذات اس بات سے بہت بالا ہے کہ جس خطا کو اس نے معاف فرما دیا ہو پھر اس کی اسے سزا دے۔‘‘ [مسند أحمد : ۱/ ۱۵۹، ح : ۱۳۶۹۔ ترمذی، كتاب الإيمان، باب ما جاء لا يزني الزاني وهو مؤمن : ۲۶۲٦]

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٤﴾

’’مگر جو لوگ اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

یعنی محاربین اگر ہاتھ آنے سے پہلے توبہ کر لیں گے تو آیت میں مذکور حد ساقط ہو جائے گی اور اگر وہ کافر ہوں گے تو اسلام لانے کے بعد یہ حد ساقط ہو جائے گی اور اگر مسلمان ہوں گے تو بھی آیت میں مذکور تمام انواع حدود ساقط ہو جائیں گی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔‘‘

اس آیت میں اللہ کے تقویٰ کا اور اس کا قرب حاصل کرنے کا حکم دینے کے بعد جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کا تقویٰ اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اس کی راہ میں جہاد و قتال ہے۔ اس مقصد کے لیے کسی شخص سے دعا

کروانا بھی جائز ہے، مگر کسی زندہ یا مردہ کا نام لے کر کہنا کہ یا اللہ! فلاں کے وسیلے یا حرمت یا طفیل ہماری دعا قبول فرما، یہ نہ قرآن سے ثابت ہے نہ صحیح حدیث سے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا واسطہ دے کر یا اپنا کوئی خالص عمل پیش کر کے دعا کی جا سکتی ہے، یہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبة : ۹۹] ''اور بدویوں میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں قربتوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! بے شک وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے، عنقریب اللہ انھیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ؗ فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴾ [سبا : ۳۷] ''اور نہ تمھارے مال ایسے ہیں اور نہ تمھاری اولاد جو تمھیں ہمارے ہاں قرب میں نزدیک کر دیں، مگر جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے دوگنا بدلہ ہے، اس کے عوض جو انھوں نے عمل کیا اور وہ بالا خانوں میں بے خوف ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ ﴾ [بنی إسرائيل : ۵۷] ''وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔''

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے: ((اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ، وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ)) ''اے اللہ! اس مکمل دعوت (توحید) اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور خاص فضیلت عطا فرما اور انھیں اس قابل تعریف مقام (شفاعت) تک پہنچا، جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے'' تو اس شخص کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء عند النداء : ٦١٤]

وسیلہ ایک مقام کا نام بھی ہے، جیسا کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو، جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل فرمائے گا۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو، وسیلہ جنت کا وہ عظیم مقام ہے جو بندگانِ الٰہی میں سے صرف ایک ہی کو نصیب ہو گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا، لہٰذا جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔'' [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه : ٣٨٤]

وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ : اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کافروں، مشرکوں، سیدھے

راستے کو چھوڑ دینے والوں اور دین حق کو ترک کر دینے والے دشمنوں کے خلاف جہاد بھی کریں، جہاد مال سے بھی ہوتا ہے، جان سے بھی اور زبان سے بھی، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مشرکوں کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعے جہاد کرو۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب كراهية ترك الغزو : ٢٥٠٤]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے کسی امت کی طرف مبعوث فرمایا تو اس کی امت میں سے اس کے حواری اور اصحاب ہوتے تھے، جو اس کی سنت کے پابند ہوتے تھے اور اس کے حکم پر چلتے تھے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ آتے گئے کہ وہ جو کہتے تھے وہ کرتے نہیں تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا انھیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ تو جس شخص نے ایسے لوگوں سے ہاتھ سے جہاد کیا وہ مومن ہے، جس نے ان سے زبان سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے ان سے دل سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں رہتا۔'' [مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان ...... الخ : ٥٠]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۳۶

''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، اگر واقعی ان کے پاس زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو، تاکہ وہ اس کے ساتھ قیامت کے دن کے عذاب سے فدیہ دے دیں تو ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ٩١] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت والے دن جہنم میں جس کو سب سے کم عذاب ہوگا اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اگر تیرے پاس زمین میں موجود سارے خزانے ہوں تو کیا تو انھیں اپنے چھٹکارے کے لیے دے دے گا؟ دوزخی کہے گا، جی ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تو تجھ سے، جب تو ابھی صلب آدم میں تھا، اس سے کہیں زیادہ آسان چیز کا سوال کیا تھا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، مگر تو نے انکار کر دیا اور آخر شرک ہی کیا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٥٧]

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ﴿٣٧﴾﴾

”وہ چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں، حالانکہ وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔“

یہ آیت کفار کے حق میں ہے۔ رہے گناہ گار مسلمان تو صحیح احادیث میں ہے کہ ان کو گناہوں کی سزا بھگت لینے کے بعد جہنم سے نکال لیا جائے گا، جبکہ کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا﴾ [الحج : ۲۲] ”جب کبھی ارادہ کریں گے کہ سخت گھٹن کی وجہ سے اس سے نکلیں، اس میں لوٹا دیے جائیں گے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جہنمیوں میں سے سب سے کم عذاب والے شخص کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ کیا خیال ہے اگر تیرے پاس ساری زمین کے بھراؤ کے برابر سونا ہو تو کیا تو اسے بطور فدیہ دینے کے لیے تیار ہے؟ وہ جواب دے گا، ہاں یا رب! میں تیار ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، کیونکہ میں نے تو تجھ سے اس کی نسبت بہت کم اور کہیں زیادہ آسان چیز کا سوال کیا تھا، جب تو ابھی صلب آدم میں تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا، تو میں تجھے آگ میں داخل نہیں کروں گا، لیکن تو نے انکار کیا اور شرک ہی کیا۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین ، باب طلب الکافر الفداء بملء الأرض ذھبا : ۲۸۰۵]

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾﴾

”اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، اس کی جزا کے لیے جو ان دونوں نے کمایا، اللہ کی طرف سے عبرت کے لیے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

گزشتہ آیت میں محاربین (جو لوٹ مار کرتے اور فساد پھیلاتے ہیں ان) کی سزا بیان ہوئی تھی، اب اس آیت میں چوری کی حد (قانونی سزا) بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اس کا نصاب ربع دینار ہے، اس سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور پھر چور کی سزا میں دونوں ہاتھ نہیں، بلکہ ایک ہاتھ اور پہلی بار کی چوری پر دایاں ہاتھ کلائی تک کاٹا جائے گا اور یہ باتیں سنت سے ثابت ہیں، تاکہ وہ آئندہ کے لیے ایسی حرکت سے باز رہے اور دوسروں کو عبرت حاصل ہو اور اگر اس سے مال مسروقہ برآمد ہو جائے تو وہ اصل مالک کو لوٹا دیا جائے گا۔ چوری پر وعید سے متعلق کئی ایک احادیث آئی ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب بھی کوئی چوری کرنے والا چوری کرتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں رہتا۔“ [بخاری، کتاب الحدود ، باب الزنا وشرب الخمر : ٦٧٧٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے کہ انڈا چراتا ہے تو اس

کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الحدود، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ والسارق والسارقۃ فاقطعوا ﴾ : ۶۷۹۹۔ مسلم، کتاب الحدود، باب حد السرقۃ ونصابھا : ۱۶۸۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک چوتھائی دینار اور اس سے زیادہ مالیت میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔‘‘ [بخاری، کتاب الحدود، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ والسارق والسارقۃ ...... الخ ﴾ : ۶۷۸۹۔ مسلم، کتاب الحدود ، باب حد السرقۃ ونصابھا : ۱۶۸٤]

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾

’’پھر جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کرے تو یقیناً اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ : یعنی توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لے گا اور اگر دنیا میں اس پر حد جاری ہو جائے گی تو آخرت میں اسے اس جرم کی سزا نہیں دی جائے گی اور جب معاملہ حاکم وقت تک پہنچ جائے گا تو پھر کسی صورت میں حد ساقط نہیں ہو گی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت کے معاملہ میں، جس نے چوری کی تھی، قریش کو بہت فکر لاحق ہوئی۔ انھوں نے کہا (اس معاملہ میں) کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر سکتا ہے اور آپ سے گفتگو کرنے کی جرأت بھی کون کر سکتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اسامہ کے۔ الغرض، اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کر دی۔ اس پر آپ نے فرمایا: ’’کیا تم حدود اللہ میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو؟‘‘ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ’’اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ وہ جب کوئی شریف (یعنی کوئی بڑا) آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔‘‘ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد وہ میرے پاس آیا کرتی تھی اور میں اس کی ضرورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا کرتی تھی، اس نے توبہ کی اور اس کی توبہ بہت اچھی رہی۔ [بخاری، کتاب الحدود، باب کراھیۃ الشفاعۃ فی الحد : ۶۷۸۸۔ مسلم ، کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف : ۱۶۸۸/۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے متعلق فرمایا: ’’اس کو لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ دو، پھر اس کو داغ دو، پھر میرے پاس لاؤ۔‘‘ الغرض، اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ’’اللہ سے توبہ کرو۔‘‘ اس نے کہا، میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تیری توبہ قبول فرمائے۔‘‘ [مستدرک حاکم : ۳۸۱/٤، ح : ۸۱۵۰]

یہ تو بالکل صحیح ہے کہ حدود صرف گناہ سے روکنے ہی کے لیے نہیں بلکہ اس گناہ کا کفارہ بھی ہیں، ان سے وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے، مگر ساتھ توبہ بھی ضروری ہے، تاکہ آئندہ وہ یہ حرکت نہ کرے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۰﴾

”کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، عذاب دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

اس آیت کا خطاب تو رسول اللہ ﷺ سے ہے، لیکن مراد تمام لوگ ہیں، یعنی ہر شخص سے خطاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ چونکہ آسمانوں اور زمین کی ملکیت اللہ ہی کے لیے ہے، اس لیے وہ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے، جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے توبہ قبول کرتا ہے اور اسے اخروی عذاب سے بچا لیتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کو رعایت نہیں مل سکتی، جو بھی جرم کرے گا اسے ضرور سزا ملے گی، اس معاملے میں کسی بڑے مرتبے والے کو چھوٹے پر فوقیت نہیں، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ جس جرم پر جو سزا چاہے مقرر فرما دے، اسے مخلوق پر کلی اختیار ہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ رب العزت کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے، اس کا ہر فیصلہ عین انصاف ہوتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَ مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ۙ لَمْ یَاْتُوْكَ ؕ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ۖۚ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۴۱﴾

”اے رسول! تجھے وہ لوگ غمگین نہ کریں جو کفر میں دوڑ کر جاتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے مونہوں سے کہا ہم ایمان لائے، حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور ان لوگوں میں سے جو یہودی بنے۔ بہت سننے والے ہیں جھوٹ کو، بہت سننے والے ہیں دوسرے لوگوں کے لیے جو تیرے پاس نہیں آئے، وہ کلام کو اس کی جگہوں کے بعد پھیر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں اگر تمھیں یہ دیا جائے تو لے لو اور اگر تمھیں یہ نہ دیا جائے تو بچ جاؤ۔ اور وہ شخص کہ اللہ اسے فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کر لے اس کے لیے تو اللہ سے ہرگز کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے نہیں چاہا کہ

ان کے دلوں کو پاک کرے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔"

مکہ میں مسلمانوں اور پیغمبرِ اسلام کو دکھ پہنچانے والے اور پریشانی میں مبتلا رکھنے والے صرف قریش مکہ تھے، مگر مدینہ آ کر قبائل عرب اور مشرکین مکہ کے علاوہ منافقین اور یہودِ مدینہ کی معاندانہ سرگرمیاں بھی جاری ہو گئیں۔ مثلاً مسلمانوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرنا، مسلمانوں میں فتنہ کی آگ بھڑکانا، لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنا، مسلمانوں اور پیغمبر اسلام کو بدنام کرنا، انھیں گالی دینا اور جنگ کے وقت مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا اور کافروں کا ساتھ دینا۔ تو آپ اس بات پر بھی بہت دل گرفتہ رہتے تھے کہ لوگ کیوں اسلام قبول نہیں کرتے۔ اس پر مستزاد یہ معاندانہ سرگرمیاں بھی شامل ہو جاتیں تو آپ سخت پریشان اور دل گرفتہ ہو جاتے تھے۔ آپ کی اسی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی کے لیے یہ ہدایت فرمائی کہ آپ کو ان حالات سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب لوگ اللہ کے علم میں ہیں اور یہ اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں گے۔

وَ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ : یعنی کفر میں دوڑ کر جانے والے یہودی بھی آپ کو غمگین نہ کریں۔ ﴿ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ ﴾ جو جھوٹی باتیں بہت سنتے ہیں، یعنی جو کچھ ان کو ان کے مذہبی پیشوا تورات میں تحریف کر کے اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر طعن کے طور پر کہتے ہیں اسے خوب سنتے اور قبول کرتے ہیں۔ ﴿ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴾ یعنی پھر یہ ان لوگوں کے جاسوس بن کر مسلمانوں اور نبی کریم کی مجالس میں جا کر خوب سنتے ہیں جو تکبر کی وجہ سے ان مجلسوں میں شریک ہونا پسند نہیں کرتے۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد و عورت نے زنا کیا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "رجم کے بارے میں تم تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟" انھوں نے کہا، یہ کہ ہم انھیں ذلیل و رسوا کرتے ہیں اور کوڑے مارتے ہیں۔ یہ سن کر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تورات میں حکم رجم موجود ہے، تورات لاؤ۔ چنانچہ وہ تورات لائے، انھوں نے اسے کھولا تو ان میں سے ایک شخص نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور آگے پیچھے سے پڑھنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ اٹھاؤ۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے آیت رجم موجود تھی۔ یہودی کہنے لگے، ہاں! اے محمد (ﷺ)! یہ صحیح کہہ رہے ہیں، تورات میں آیت رجم موجود ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور ان دونوں بدکاری کرنے والوں کو رجم کر دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ رجم کے وقت مرد عورت کی طرف جھک رہا تھا اور اسے پتھروں سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

[بخاری، کتاب الحدود، باب أحکام أهل الذمة و إحصانهم إذا زنوا ...... الخ : ٦٨٤١۔ مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیهود أهل الذمة في الزنی : ١٦٩٩]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کو مدینہ کی وادی قف میں آنے کی دعوت دی، تو آپ ان کے بیت المدراس (وہ گھر جس میں وہ پڑھتے پڑھاتے تھے) میں تشریف لے گئے۔ انھوں نے عرض کی، اے ابوالقاسم! ہم میں سے ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کر لیا ہے، لہٰذا آپ فیصلہ فرما دیں۔ (راوی کا بیان ہے کہ) انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک تکیہ بھی رکھا تھا، جس پر آپ تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا: ''میرے پاس تورات لاؤ۔'' تورات لائی گئی تو آپ نے تکیہ نکال کر اس کے اوپر تورات رکھ دی۔ آپ نے تورات سے مخاطب ہو کر کہا: ''میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں اور اس ذات گرامی پر بھی جس نے تجھے نازل فرمایا ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''تم اپنے میں سے سب سے بڑے عالم کو لاؤ۔'' چنانچہ ایک نوجوان (عبداللہ بن سوریا) کو بلایا گیا پھر رجم کا قصہ بیان کیا، جیسے (اس حدیث سے قبل) مالک عن نافع کی حدیث (۴۴۴۶) میں بیان ہوا ہے۔ [أبو داؤد، كتاب الحدود، باب في رجم اليهوديين : ٤٤٤٩]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک یہودی کو لے جایا گیا، جس کا منہ کالا کر دیا گیا تھا اور اسے کوڑے مارے گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور ان سے دریافت فرمایا: ''کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو؟'' انھوں نے کہا، ہاں! پھر آپ نے ان کے علماء میں سے ایک آدمی کو بلایا اور اس سے دریافت فرمایا: ''میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات نازل فرمائی! بتاؤ، کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو؟'' اس نے کہا، نہیں، اور اگر آپ مجھے قسم نہ دیتے تو میں آپ کو نہ بتاتا، بہر حال ہم تورات رجم ہی کی سزا پاتے ہیں، لیکن (ہوا یہ کہ) ہمارے شریف (امیر) لوگوں میں زنا کی کثرت ہو گئی (تو ہم نے یہ کیا کہ) جب کسی شریف کو پکڑتے تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کسی کمزور کو پکڑتے تو اس پر حد جاری کر دیتے، پھر ہم نے سوچا کہ کیوں نہ ہم کسی ایسی سزا پر مجتمع ہو جائیں کہ جس کو شریف اور کمزور سب پر نافذ کر سکیں، چنانچہ پھر ہم نے رجم کی بجائے منہ کالا کرنا اور کوڑے مارنا نافذ کر دیا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں سب سے پہلے تیرے اس حکم کو زندہ کرتا ہوں، جب کہ انھوں نے اس کو مردہ کر دیا تھا۔'' چنانچہ آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا اور وہ شخص رجم کر دیا گیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ ﴾ [المائدة : ٤١] یہودی کہا کرتے تھے، محمد ﷺ کے پاس چلو، اگر وہ تمھیں منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کا حکم دیں تو اسے قبول کر لو اور اگر وہ رجم کا فتویٰ دیں تو اس سے بچو، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں: ﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ

الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المائدة : ٤٤] ’’اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔‘‘ ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [المائدة : ٤٥] ’’اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔‘‘ ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [المائدة : ٤٧] ’’اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔‘‘ یہ سب آیتیں کفار کے متعلق نازل ہوئی تھیں۔ [مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیهود أهل الذمة فی الزنی : ١٧٠٠]

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ ...... عَذَابٌ عَظِيْمٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَ اَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ مَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [الحشر : ٢ تا ٥] ’’وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا پہلے اکٹھ ہی میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تم نے گمان نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ یقیناً ان کے قلعے انھیں اللہ سے بچانے والے ہیں۔ تو اللہ ان کے پاس آیا جہاں سے انھوں نے گمان نہیں کیا تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں کے ساتھ برباد کر رہے تھے، پس عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو! اور اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر جلا وطن ہونا لکھ دیا تھا تو یقیناً وہ انھیں دنیا میں سزا دیتا اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو بلاشبہ اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔ جو بھی کھجور کا درخت تم نے کاٹا، یا اسے اس کی جڑوں پر کھڑا چھوڑا تو وہ اللہ کی اجازت سے تھا اور تاکہ وہ نافرمانوں کو ذلیل کرے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝ وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٢٦، ٢٧] ’’اور اس نے ان اہل کتاب کو، جنھوں نے ان کی مدد کی تھی، ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور دوسرے گروہ کو قید کرتے تھے۔ اور تمھیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا اور بنو قریظہ کو برقرار رکھتے ہوئے ان پر احسان فرمایا، یہاں تک کہ جب بنو قریظہ نے جنگ کی تو آپ نے ان کے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں، ان کے بچوں اور ان کے مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، سوائے ان لوگوں کے جو پہلے ہی آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے تھے۔ ان لوگوں کو آپ نے امن دیا اور وہ اسلام لے آئے، بہرحال آپ نے مدینہ کے تمام یہودیوں کو جلا وطن کر دیا: بنو قینقاع کو، جو سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی قوم تھی، بنی حارثہ کو اور ہر ایک یہودی کو جو مدینہ میں تھا۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب إجلاء اليهود من الحجاز : ١٧٦٦]

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾

”بہت سننے والے ہیں جھوٹ کو، بہت کھانے والے حرام کو، پھر اگر وہ تیرے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کر، یا ان سے منہ پھیر لے اور اگر تو ان سے منہ پھیر لے تو ہرگز تجھے کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ : یعنی ان لوگوں کے خبث باطن کی دیگر وجوہ کے علاوہ دو وجوہ یہ بھی ہیں، ایک یہ کہ وہ مسلمانوں کی اور آپ کی مجالس میں آتے ہی اس لیے ہیں کہ یہاں سے جو کچھ سنیں اسے اپنے لفظوں میں ڈھال کر اور توڑ مروڑ کر اس طرح پیش کریں جس سے انھیں مسلمانوں کو اور پیغمبر اسلام کو بدنام اور رسوا کرنے کا موقع ہاتھ آئے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حرام خور ہیں اور حرام خوری کے اثرات جو نفس انسانی پر مرتب ہوتے ہیں وہ اس قدر قبیح اور گندے ہوتے ہیں کہ ایسے شخص کی نہ عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ دعا۔

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ : جس زمانے میں یہ آیت نازل ہوئی یہودیوں کی حیثیت محض ایک معاہد قوم کی تھی، جس کے ساتھ صلح سے رہنے کا معاہدہ تھا اور وہ ذمی یعنی اسلامی حکومت کی رعایا نہ تھے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت کو اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو ان کے مقدمات کا فیصلہ کریں اور چاہیں تو انکار کر دیں اور یہی اختیار اسلامی حکومت کو کسی غیر مسلم معاہد قوم کے افراد کے درمیان فیصلہ کرنے کا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ٞ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ٞ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدة : ٨] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے،

انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔" اور فرمایا: ﴿ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ [الممتحنة : ٨] "اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں رحمٰن عزوجل کے دائیں طرف نور کے منبروں پر ایستادہ ہوں گے اور (یہ واضح رہے کہ) اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں انصاف کرتے ہیں، اپنے اہل و عیال میں انصاف کرتے ہیں اور جن کے بھی وہ والی بنیں ان میں انصاف کرتے ہیں۔" [مسلم، کتاب الإمارۃ ، باب فضیلۃ الأمیر العادل : ١٨٢٧]

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾

"اور وہ تجھے کیسے منصف بنائیں گے، جبکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر وہ اس کے بعد پھر جاتے ہیں اور یہ لوگ ہرگز مومن نہیں۔"

یہاں ان کی جہالت و عناد کا بیان ہے، یعنی وہ جانتے ہیں کہ جو مقدمہ وہ آپ کے پاس لا رہے ہیں اس کا فیصلہ تورات میں موجود ہے، تاہم آپ کے پاس اس لیے مقدمہ لاتے ہیں کہ شاید آپ کا فیصلہ تورات کی بہ نسبت کچھ ہلکا ہو، لیکن جب آپ کا فیصلہ بھی وہی ہوتا ہے جو تورات کا ہوتا ہے تو وہ اسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ تو وہ تورات پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آپ ﷺ پر۔ اصل میں یہ خواہشات کے پجاری ہیں اور ان کا مقصد حیات ہی دنیوی مصالح کا حاصل کرنا ہے۔

وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تورات میں موجود رجم کے فیصلے کو اللہ کا فیصلہ قرار دیا ہے۔ جو لوگ رجم کے منکر ہیں اگرچہ بہت سی صحیح احادیث بھی ان کا رد کرتی ہیں، مگر یہ آیت پختہ اور مضبوط دلیل ہے کہ قرآن نے تورات میں موجود رجم کے حکم کو اللہ کا حکم قرار دیا ہے، پھر نہ اس کی تردید کی ہے نہ منسوخ کہا ہے، اللہ کے اس حکم کو یہودیوں اور مسلمانوں دونوں پر نافذ فرمایا۔ معلوم ہوا قرآن میں بھی رجم کا ذکر موجود ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا

...يُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا ...نَ وَ اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

’’بے شک ہم نے تورات اتاری، جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے انبیاء جو فرماں بردار تھے، ان لوگوں کے لیے جو یہودی بنے اور رب والے اور علماء، اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے اور وہ اس پر گواہ تھے۔ تو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔‘‘

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا...... عَلَيْهِ شُهَدَآءَ : اس میں یہود کو تنبیہ ہے جو حد رجم (سنگساری) کا انکار کرتے تھے اور ان کو ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے اسلاف، انبیاء، احبار اور علمائے ربانی کا مسلک اختیار کریں۔ بنی اسرائیل میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک سیکڑوں پیغمبر ایسے گزرے ہیں جن پر کوئی نئی کتاب نازل نہیں کی گئی اور وہ اپنے زمانے میں لوگوں کو تورات ہی پر عمل کرنے کی نصیحت کرتے اور ان کے مابین اسی کے احکام کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ خود سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی نئی شریعت نہیں دی گئی، بلکہ ان کی بعثت کا مقصد تورات ہی کی شریعت کو زندہ کرنا تھا۔

وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ : یہ خطاب یہود سے ہے، یعنی جب یہ جان بوجھ کر تورات کے فیصلے کو چھپاتے ہیں اور اس پر عمل کرنا نہیں چاہتے، تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ باوجود زبانی ایمان کا دعویٰ کرنے کے یہ کافر ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات: ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المائدة : ٤٤] ’’اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں‘‘ اور ﴿ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [النور : ٥٠] ’’وہ خود ہی ظالم ہیں‘‘ اور ﴿ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [النور : ٤] ’’اور وہی نافرمان لوگ ہیں‘‘ یہودیوں کی دو جماعتوں کے بارے میں نازل فرمائی تھیں۔ ان میں سے ایک جماعت دوسری پر زمانۂ جاہلیت میں غالب آ گئی تھی، حتیٰ کہ ان کا اس بات پر معاہدہ ہو گیا کہ اگر غالب جماعت نے مغلوب کے کسی شخص کو قتل کر دیا تو اس کا فدیہ پچاس وسق ہوگا، لیکن مغلوب جماعت کے کسی فرد نے غالب جماعت کے کسی فرد کو قتل کر دیا تو اس کا فدیہ سو وسق ہوگا۔ یہ اپنے معاہدے پر قائم تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لے آئے اور آپ کی تشریف آوری کے بعد یہ دونوں جماعتیں ہی مغلوب اور ذلیل ہو گئیں، حالانکہ ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر غالب نہیں آئے تھے اور اس (قانون) پر ان کی موافقت بھی نہیں کی تھی۔ ابھی آپ مدت صلح میں تھے کہ اسی اثنا میں

مغلوب جماعت نے غالب جماعت کے ایک شخص کو قتل کر دیا، تو اس نے پیغام بھیجا کہ اس کے فدیے کے طور پر سو وسق ارسال کرو۔ مغلوب جماعت نے کہا کہ بھلا ان دو قبیلوں میں کبھی ایسا ہو سکتا ہے جن کا دین ایک ہو، نسب ایک ہو اور شہر بھی ایک ہو کہ ان میں سے ایک کی دیت تو پوری ہو اور دوسرے کی دیت نصف ہو، ہم نے تو تم سے یہ معاہدہ تمھارے ڈر اور خوف کی وجہ سے کیا تھا اور اب جبکہ محمد ﷺ تشریف لے آئے ہیں تو ہم تمھیں یہ نہیں دیں گے۔ قریب تھا کہ اس وجہ سے پھر ان میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے مگر وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ سے اپنا فیصلہ کرا لیں۔ غالب جماعت نے اس موقع پر (آپس میں یہ) کہا کہ اللہ کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا کہ جتنا تم کمزور جماعت کو دو محمد ﷺ اس سے دوگنا لے کر تم کو دیں اور یہ لوگ صحیح کہہ رہے ہیں کہ انھوں نے محض ہمارے ظلم اور ڈر کی وجہ سے ہم سے یہ معاہدہ کیا تھا، لہٰذا کسی کو خفیہ طور پر محمد ﷺ کے پاس بھیجو، جو تمھیں یہ بتا سکے کہ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اگر نبی کریم ﷺ تمھاری مرضی کے مطابق فیصلہ کریں تو ان کو منصف تسلیم کر لو اور اگر آپ یہ فیصلہ نہ کریں تو پھر ان کو منصف تسلیم نہ کرو۔ انھوں نے کچھ منافقوں کو خفیہ طور پر آپ کے پاس بھیجا، تاکہ وہ یہودیوں کو رسول اللہ ﷺ کی رائے سے مطلع کر سکیں۔ جب یہ منافق دربار رسالت میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے اپنے رسول ﷺ کو ان کے تمام مقاصد اور ارادوں سے مطلع فرما دیا اور اس موقع پر یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا ﴾ [المائدة : ٤١] اس آیت تک: ﴿ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ [المائدة : ٤٧] اور ان آیات میں انھی کی طرف اشارہ ہے۔ [مسند أحمد : ١/ ٢٤٦، ح : ٢٢١٦۔ أبو داوٗد، کتاب القضاء، باب فی القاضی یخطیٔ : ٣٥٧٦]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سورۂ مائدہ کی آیات: ﴿ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴾ یہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کی دیت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ بنو نضیر کے مقتولوں کو یہ شرف حاصل تھا کہ ان کی پوری دیت ادا کی جاتی تھی جبکہ بنو قریظہ کے مقتولوں کی نصف دیت تھی۔ انھوں نے اس سلسلے میں جب رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کروانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ان آیات کو نازل فرما دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اس مسئلے میں حق اختیار کرنے کی تلقین فرمائی اور سب کی دیت برابر قرار دے دی۔ [نسائی، کتاب القسامة، باب ذکر الاختلاف علی عکرمة فی ذلك : ٤٧٣٧۔ أبو داوٗد، کتاب القضاء، باب الحکم بین أهل الذمة : ٣٥٩١۔ مسند أحمد : ١/ ٣٦٣، ح : ٣٤٣٣]

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٤٥﴾

''اور ہم نے اس میں ان پر لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں میں برابر بدلہ ہے، پھر جو اس (قصاص) کا صدقہ کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔''

اس آیتِ کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ڈانٹ پلائی ہے، اس لیے کہ تورات میں یہ نص موجود ہے کہ جان کے بدلے جان لی جائے گی، لیکن انھوں نے جان بوجھ کر اس کی مخالفت کی اور بنونضیر کے مقتول کا تو بنوقریظہ سے قصاص لے لیتے تھے لیکن بنوقریظہ کے مقتول کا بنونضیر سے قصاص نہیں لیتے تھے، بلکہ دیت لے لیتے تھے۔ اس طرح شادی شدہ زانی کی سزائے رجم کے بارے میں بھی انھوں نے تورات کے حکم کی مخالفت شروع کر دی تھی اور اس کے بجائے کوڑے مارنے اور منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کرنے کا طریقہ اختیار کر لیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ رجم والی آیت کی تحریف کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ جو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا وہ کافر ہوگا، اس لیے کہ وہاں انھوں نے جان بوجھ کر اللہ کے حکم کا انکار کر دیا تھا اور یہاں انھیں ظالم کہا گیا۔ اس لیے کہ انھوں نے مظلوم کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

اس آیت میں مذکور مسائل کے حجت ہونے پر اجماع ہے۔ پس مقتولہ عورت کے بدلے قاتل مرد قتل کیا جائے گا۔ قصاص میں سب برابر ہیں، خواہ ان کا کسی بھی قبیلے سے تعلق ہو۔ سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کے نام خط لکھا، جس میں فرائض، سنن اور دیات کا ذکر تھا، اس میں یہ بھی تھا: ''اور بے شک (قاتل) مرد کو (مقتولہ) عورت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔'' [نسائی، کتاب القسامة، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول ...... الخ : ٤٨٥٧۔ مستدرك حاكم : ٣٩٧/١، ح : ١٤٤٧۔ ابن حبان : ٦٥٥٩]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔'' [أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب فى السرية ترد على أهل العسكر : ٢٧٥١۔ ابن ماجه، كتاب الديات، باب المسلمون تتكافأ دماؤهم : ٢٦٨٣۔ مسند أحمد : ١٨٠/٢، ح : ٦٧٠١]

بعض لوگوں نے اس آیت (یعنی جان کے بدلے جان) سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جائے گا، مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کیا جائے۔'' (اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر مومن کا کفو (برابر) نہیں ہو سکتا)۔ [بخاری، کتاب العلم، باب كتابة العلم : ١١١]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی پھوپھی ربیع رضی اللہ عنہا نے ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا، انھوں نے لڑکی کے خاندان سے معافی کا مطالبہ کیا، لیکن خاندان والوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بھی فرما دیا کہ اس کا قصاص دینا ہوگا۔ تو اس کے بھائی انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا اس کا دانت

توڑ دیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انس! اللہ کی کتاب میں قصاص کا یہی حکم ہے۔“ اس نے عرض کی، نہیں، اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ تو بعد ازاں عورت کے خاندان کے لوگ راضی ہو گئے، انھوں نے معاف بھی کر دیا اور قصاص کا مطالبہ بھی ترک کر دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا: ”کچھ بندگان الٰہی ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو قسم دے دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم ضرور پوری فرماتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الصلح، باب الصلح فی الدیة : ٢٧٠٣۔ مسلم ، کتاب القسامة والمحاربین، باب إثبات القصاص فی الأسنان وما فی معناها : ١٦٧٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص قتل کر دیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے قاتل کو مقتول کے ورثا کے حوالے کر دیا۔ قاتل نے کہا، اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مقتول کے وارث سے کہا: ”اگر یہ سچ کہتا ہے اور تم نے اسے قتل کر دیا تو تم دوزخ میں جاؤ گے۔“ (یہ سن کر مقتول کے) وارث نے اسے چھوڑ دیا۔ [ترمذی، کتاب الدیات، باب ما جاء فی حکم ولی القتیل فی القصاص والعفو : ١٤٠٧]

اس وقت مسلمانوں کے زوال کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں نے قرآن و سنت کے صریح خلاف ایسے احکام ایجاد کر لیے ہیں، جن کی موجودگی میں قصاص تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ انھوں نے یہ اصول بنا دیا کہ اگر کوئی تیز دھار آلے کے ساتھ قتل کرے یا آگ سے جلائے تو قصاص ہے ورنہ نہیں، چنانچہ اگر کوئی جان بوجھ کر قتل کے ارادے سے بھاری پتھر مار مار کر کسی کو قتل کر دے تو قصاص نہیں، جبکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا۔ (اب لڑکی بولنے سے قاصر تھی، تاہم) اس سے پوچھا گیا کہ یہ کام اس کے ساتھ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے؟ یا فلاں نے؟ یہاں تک کہ (قاتل) یہودی کا نام لیا گیا تو لڑکی نے سر کے اشارے سے بتایا کہ ہاں اسی نے۔ اب اس یہودی کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو اس نے اقرار کر لیا، چنانچہ (بطور قصاص) آپ نے اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچلوا دیا۔ [بخاری، کتاب الدیات، باب سؤال القاتل حتی یقر : ٦٨٧٦]

وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے کے گھٹنے پر ایک سینگ مار (کر زخم کر) دیا تو وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا، اے اللہ کے رسول! مجھے قصاص دلا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ” (جلدی نہ کرو) یہاں تک کہ تمھارا زخم مندمل ہو جائے۔“ مگر اس نے دوبارہ حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ مجھے قصاص دلا دیجیے، چنانچہ آپ نے اسے قصاص دلا دیا۔ اب (کچھ عرصہ کے بعد) وہ دوبارہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! میں تو لنگڑا ہو گیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے تمھیں منع کیا تھا، مگر تم

نے میری نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے تمھیں دور کر دیا، اب تمھارا لنگڑا پن رائگاں جائے گا۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا کہ اس وقت تک زخم کا قصاص نہ لیا جائے جب تک زخمی شخص تندرست نہ ہو جائے۔ [مسند أحمد : ۲/ ۲۱۷، ح : ۷۰۵۲۔ السنن الکبرٰی للبیھقی : ۸/ ۶۸، ح : ۱۶۱۱۵]

فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ : معاف کر دینا گناہوں کا کفارہ ہے، سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص کے جسم کا کوئی حصہ زخمی کر دیا جائے، پھر وہ اسے معاف کر دے تو جتنا اس نے معاف کیا، اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس چیز کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۳۱۶، ح : ۲۲۷۶۷۔ السنن الکبرٰی للنسائی، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالٰی : ﴿ فمن تصدق فھو کفارۃ لہ ﴾ : ۱۱۱۴۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور جو بندہ معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع : ۲۵۸۸]

وَقَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾

''اور ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدموں کے نشانوں پر عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا، جو اس سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والا تھا اور ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور اس کی تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلے تورات تھی اور متقی لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی راہنمائی کے لیے بہت سے انبیاء بھیجے اور ان سب کے بعد عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، جن کو اللہ تعالیٰ نے انجیل عطا کی اور جنھوں نے تورات کی تصدیق کی اور اس کے بعض احکام کو انجیل میں نازل شدہ آیات کے ذریعے منسوخ قرار دیا۔

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾

''اور لازم ہے کہ انجیل والے اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔''

اہل انجیل کے لیے اس کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا ہے فیصلہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انجیل میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو پیشین گوئیاں اور دلائل اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں ان کو چھپانے یا ان کی غلط تاویلیں کرنے کی کوشش نہ کریں، بلکہ انجیل کے حکم کے مطابق مسلمان ہو جائیں اور قرآن و سنت کے مطابق فیصلہ کریں اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ نافرمان ہیں، کیونکہ انھوں نے اپنی کتاب میں نازل شدہ اللہ کا حکم نہیں مانا۔

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ : یعنی ہم نے انھیں اس لیے انجیل دی تھی کہ وہ اپنے زمانے کے لوگوں کو اس کے مطابق حکم دیں، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [المائدة : ٦٨] ”کہہ دے اے اہل کتاب! تم کسی چیز پر نہیں ہو، یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم کرو اور اس کو جو تمھارے رب کی جانب سے تمھاری طرف نازل کیا گیا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٥٧] ”وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا، وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾

”اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔ پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر، اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ایک امت بنا دیتا اور لیکن تاکہ وہ تمھیں اس میں آزمائے جو اس نے تمھیں دیا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ

تمھیں بتائے گا جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔“
قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں کی منزل من اللہ ہونے کی تائید کرتا ہے، ان کے غیر منسوخ احکام کی توثیق کرتا ہے اور منسوخ احکام کی وضاحت کرتا ہے۔ ان میں موجود اصول ومبادی کی حفاظت کرتا ہے، ان سب کا امین اور نگران ہے، اس لیے اب صرف قرآن بتاتا ہے کہ ان سابقہ آسمانی کتابوں کے کون سے احکام قابل عمل ہیں اور کون سے ترک کر دیے گئے ہیں۔ اس لیے اے میرے رسول! آپ ان کے درمیان صرف قرآن کے ذریعے فیصلہ کریں اور حق سے منحرف ہو کر گزشتہ اہل ادیان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ : ”مُهَيْمِنًا“ کے معنی محافظ، نگران اور شاہد کے آتے ہیں۔ قرآن پاک کتب سابقہ کا محافظ ہے اور جو احکام اور قوانین ان کے ذریعے نازل کیے گئے تھے ان کی نقلاً اور عملاً حفاظت کرتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ اہل کتاب نے کہاں کہاں تحریف کی اور کیا کیا تحریف کی اور پھر صرف یہی نہیں بتاتا ہے بلکہ ان تحریف شدہ احکام و قوانین کو از سر نو نافذ کر کے عملاً ان کی حفاظت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہودیوں کے درمیان زنا کے ایک مقدمہ میں رجم کا حکم دیا تو اس عملی حفاظت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا تھا، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! میں نے سب سے پہلے تیرے اس حکم کو زندہ کر دیا جسے یہودیوں نے فوت کر دیا تھا۔“ [مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیهود أهل الذمة فی الزنٰی : ۱۷۰۰]

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ : اس سے پہلے آیت نمبر (۴۲) میں نبی ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا کہ آپ ان کے معاملات کے فیصلے کریں یا نہ کریں، آپ کی مرضی ہے، لیکن اب اس کی جگہ یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ ان کے آپس کے معاملات میں بھی قرآن کریم کے مطابق فیصلے فرمائیں، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پہلے یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ﴾ [المائدۃ : ٤٢] ”پھر اگر وہ تیرے پاس آئیں، تو ان کے درمیان فیصلہ کر، یا ان سے منہ پھیر لے“ پھر اسے منسوخ کر دیا گیا اور فرمایا: ﴿ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ [المائدۃ : ٤٨] ”پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا۔“ [أبو داؤد، کتاب القضاء، باب الحکم بین أهل الذمة : ۳۵۹۰]

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا : اس سے مراد پچھلی شریعتیں ہیں جن کے بعض فروعی احکامات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ ایک شریعت میں بعض چیزیں حرام تو دوسری میں حلال تھیں، بعض میں کسی مسئلے میں تشدید تو دوسری میں تخفیف، لیکن دین سب کا ایک یعنی توحید پر مبنی تھا۔ اس لحاظ سے سب کی دعوت ایک ہی تھی۔ اس مضمون کو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(ہم) انبیاء کی جماعت علاتی بھائی ہیں، جن کی مائیں (یعنی شریعتیں) الگ الگ اور ان کا دین ایک ہے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب

قول الله تعالٰی : ﴿ واذکر فی الکتب مریم ...... الخ ﴾ : ٣٤٤٣]

علاتی بھائی وہ ہوتے ہیں جن کی مائیں مختلف ہوں، باپ ایک ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا دین ایک ہی تھا اور شریعتیں (دستور اور طریقے) مختلف تھیں، لیکن شریعت محمدیہ کے بعد اب ساری شریعتیں منسوخ ہو گئیں ہیں اور اب دین بھی ایک ہے اور شریعت بھی ایک۔

وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝

”اور یہ کہ ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اور ان سے بچ کہ وہ تجھے کسی ایسے حکم سے بہکا دیں جو اللہ نے تیری طرف نازل کیا ہے، پھر اگر وہ پھر جائیں تو جان لے کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے کچھ گناہوں کی سزا پہنچائے اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً نافرمان ہیں۔“

یعنی یہ اہل کتاب آپس میں دست و گریباں رہیں گے، مگر آپ ان کے باہمی اختلاف سے متاثر نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے کسی گروہ کو خوش کرنے، یا ان سے مصالحت کی کوئی خواہش آپ کو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم سے دور کر دے۔

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ : کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ دھوکا دے کر آپ کو باطل کی طرف مائل کر دیں۔ ان کی دھوکا دہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ١١٣] ”اور اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً ان کے ایک گروہ نے ارادہ کر لیا تھا کہ تجھے گمراہ کر دیں، حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر رہے اور تجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا رہے اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور تجھے وہ کچھ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر ہمیشہ سے بہت بڑا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ١٠٥، ١٠٦]

”بے شک ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، تاکہ تو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے دکھایا ہے اور تو خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والا نہ بن۔ اور اللہ سے بخشش مانگ، یقیناً اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

﴿مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ﴾ : یعنی اب انھی احکام کی پیروی ضروری ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں۔ اب نہ تورات پر عمل کیا جا سکتا ہے اور نہ انجیل پر۔ اب راہِ نجات صرف ایک ہے اور وہ شریعت ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ١ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ [النساء : ٤٧] ”اے لوگو جنھیں کتاب دی گئی ہے! اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، پھر انھیں ان کی پیٹھوں پر پھیر دیں، یا ان پر لعنت کریں، جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہمیشہ (پورا) کیا ہوا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ١ٞ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ١ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [المائدۃ : ١٩] ”اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، رسولوں کے ایک وقفے کے بعد، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری دینے والا آیا اور نہ ڈرانے والا، تو یقیناً تمھارے پاس ایک خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ١ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ١ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ [النساء : ١٧٠] ”اے لوگو! بلاشبہ تمھارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمھارے رب کی طرف سے آیا ہے، پس تم ایمان لے آؤ، تمھارے لیے بہتر ہوگا اور اگر کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ١ؕ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۠ ۝ ع ١١

”پھر کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے، ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔“

یعنی کیا یہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق کیے ہوئے فیصلے کو چھوڑ کر کفر و جاہلیت کے زمانے کا فیصلہ پسند کرتے ہیں، جن کی بنیاد سراسر ذاتی خواہشات پر ہوتی تھی اور جن میں کمزور کے مقابلہ میں طاقتور کی طرف داری کی جاتی تھی؟ اسی کا نام یہودیت ہے کہ وہ وضیع کے مقابلہ میں شریف کی رعایت کرتے، کمزوروں پر حدود قائم کرتے اور مال دار طبقہ کی رعایت کرتے۔ اسلام کے آ جانے کے بعد ایسے تمام جاہلی انداز کالعدم قرار پائے ہیں۔

مگر افسوس بعض مسلم حکام کے زمانے کے علماء نے ایسے احکام اور حیلے ایجاد کیے کہ اللہ کی حدود کا نفاذ تقریباً ناممکن ہو گیا، مثلاً شراب کی ایک دو قسمیں چھوڑ کر باقی نشہ آور چیزیں حلال کر دیں، اجرت پر لائی ہوئی عورت کے ساتھ زنا پر حد ختم کر دی، قصاص کو جیسا کہ اوپر گزرا تقریباً باطل کر دیا، سود کی کئی صورتوں کو حلال کر دیا، چور کے عدالت میں پیش

ہونے کے بعد بھی صاحب مال کو معاف کرنے کا اختیار دے دیا، شواہد کے ساتھ چور کا جرم ثابت ہونے کے بعد چور کے صرف اس دعویٰ سے کہ یہ میرا مال تھا اس کی حد معاف کر دی، خواہ وہ اپنی ملکیت کا کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے، اس امام (حاکم) کو جس سے اوپر کوئی امام نہ ہو ایک دو چیزوں کے سوا تمام حدود معاف کر دیں اور جاہلیت کے ان تمام احکام کو شریعتِ اسلام قرار دے کر ملکوں میں نافذ کر دیا۔ تو یہ فرمان کہ "پھر کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں" جس طرح یہود و نصاریٰ میں شریعت بدلنے والوں کے لیے تھا، اسی طرح ایسے مسلمانوں کے لیے بھی ہوگا جو قرآن و حدیث کے صریح احکام کے مقابلے میں اپنے من گھڑت احکام نافذ کرنے کے خواہش مند ہیں؟ اس کا نتیجہ بھی دنیا پر غلبے سے محرومی کی صورت میں سب کے سامنے ہے۔ ابھی مسلمانوں کے اکثر حکام نے طرزِ حکومت اور ملکی قانون کفار کے طریقے کے مطابق بنایا ہوا ہے اور وہ ایسی علماء کونسلیں بناتے رہتے ہیں جو قدیم جاہلیت کے ساتھ ساتھ نئی سے نئی جاہلیت کے نفاذ کے لیے قانون بنائیں، حالانکہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں میں سے ناپسندیدہ ترین شخص وہ ہے جو اسلام میں جاہلیت کے طریقے کا خواہش مند ہو، نیز وہ بھی جو کسی انسان کا ناحق خون بہائے۔" [بخاری، کتاب الدیات، باب من طلب دم امرئٍ بغیر حق : ۶۸۸۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی : ۳۰۸/۱، ح : ۱۰۷۴۹ واللفظ لہ]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۱

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

اس آیت میں یہ ہدایت دی جا رہی ہے کہ یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلاف گو شدید ہیں اور ان دونوں فرقوں میں گروہی اختلافات اور دشمنی بھی شدید ہے، تاہم اسلام دشمنی کی خاطر وہ سب مل بیٹھتے ہیں اور سمجھوتہ کر لیتے ہیں، لہٰذا ان میں سے کوئی بھی تمھارا حقیقی اور قابل اعتماد دوست کبھی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا تم بھی ان سے محبت کی پینگیں نہ بڑھاؤ اور نہ دوستی ہی کے قابل سمجھو۔ جب بھی انھیں کوئی موقع میسر آیا وہ تمھیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے اور اگر کوئی مسلمان ان سے دوستی رکھتا اور ان کی محبت کا دم بھرتا ہے تو وہ انھی میں سے ہے۔ ایسے لوگوں کو راہِ راست نصیب نہیں ہو سکتی اور تمھیں ایسے لوگوں سے بھی محتاط رہنا چاہیے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۲۳] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے

بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [المجادلۃ : ۲۲] ”تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ٍۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبۃ : ۲۴] ”کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ اگر کافر دین کے معاملہ میں مسلمانوں سے نہ لڑتے ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا منع نہیں ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [الممتحنۃ : ۸، ۹] ”اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تو تمھیں انھی لوگوں سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔“

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝

''پس تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں ایک بیماری ہے کہ وہ دوڑ کر ان میں جاتے ہیں، کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہمیں کوئی چکر آ پہنچے، تو قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے، یا اپنے پاس سے کوئی اور معاملہ تو وہ اس پر جو انھوں نے اپنے دلوں میں چھپایا تھا، پشیمان ہو جائیں۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے، کہتے ہیں کیا یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی تھی کہ بلاشبہ وہ یقیناً تمھارے ساتھ ہیں۔ ان کے اعمال ضائع ہو گئے، پس وہ خسارہ اٹھانے والے ہو گئے۔''

نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہوتی ہے وہی لوگ یہود و نصاریٰ سے دوستی کرتے ہیں اور دوڑ دوڑ کر ان کے پاس جاتے ہیں، اس کی علت یہ بتاتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں حالات بدل نہ جائیں اور ہم ان کے محتاج ہو جائیں۔ اس لیے ہم ان کے شر سے بچنے کے لیے پہلے ہی سے احتیاط کرتے ہیں۔ حالانکہ انھیں یہ بھی تو سوچنا چاہیے کہ بہت ممکن ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح و نصرت دے اور یہود و نصاریٰ پر جزیہ واجب کر دیا جائے، تو اس وقت ان منافقین کو اپنے کیے پر ندامت ہو گی اور اس وقت ان کا باطن ظاہر ہو جائے گا اور مسلمان تعجب کریں گے کہ کس طرح یہ لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے تھے، قسمیں کھایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم تو مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ ان (منافقین) کے سارے اعمال ضائع ہو گئے، انھوں نے اپنی دنیا بھی برباد کی اور آخرت بھی۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ : یعنی مسلمانوں کو شکست ہو جائے اور اس کی وجہ سے ہمیں بھی کچھ نقصان اٹھانا پڑے، یہودیوں سے دوستی ہو گی تو ایسے موقع پر ہمارے بڑے کام آئے گی۔ یہ درحقیقت ان کا فریب ہے، وہ ایمان والوں کو دھوکے میں رکھنا چاہتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ٩] ''اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ٥٦] ''اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔'' منافقین زمانہ کی جس گردش سے بچنا چاہتے تھے اس گردش نے انھیں اپنی لپیٹ میں لے لیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ [الفتح : ٦] ''اور (تاکہ) ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں گمان کرنے والے ہیں، برا گمان، انھی پر بری گردش ہے اور اللہ ان پر غصے ہوا اور اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار کی اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔''

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ : ''اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ'' میں جس امر کا ذکر ہے اس میں عذاب الٰہی بھی آ سکتا ہے اور مندرجہ ذیل حکم بھی آ سکتا ہے جو اللہ نے نبی کریم ﷺ کو دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [التحریم : ٩] ''اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان پر سختی کر اور ان کی جگہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ جو ماضی، حال اور مستقبل سب کچھ جانتا ہے، اسے پہلے سے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بہت سے عرب قبائل اسلام سے مرتد ہو جائیں گے، اس لیے اس نے آئندہ کے متعلق یہ آیت پہلے ہی نازل فرما دی۔ چنانچہ جب نبی ﷺ فوت ہوئے تو تین مقامات مکہ، مدینہ اور بحرین کے علاوہ تمام ممالک سے عرب قبائل کے مرتد ہونے کی خبریں آنے لگیں۔ وہ کہنے لگے، ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔ اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مرتدین سے جہاد کیا، اس فتنۂ ارتداد کا خاتمہ جن لوگوں کے ہاتھوں ہونا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی پانچ صفات بیان کی ہیں۔ معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی انصار و مہاجرین اور یمن سے آنے والے مجاہدین میں یہ پانچ خوبیاں موجود تھیں۔ کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو ایسے لوگوں سے بغض رکھتے ہیں کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی یہ ہے: ① اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ ② مومنوں پر بہت نرم ہیں۔ ③ کافروں پر بہت سخت ہیں۔ ④ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ⑤ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ ان خوش نصیب

لوگوں کے سردار اور خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ : اس فتنۂ ارتداد کے خاتمے کا شرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا کو حاصل ہوا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو عرب کے کچھ قبائل نے کفر اختیار کر لیا۔ (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا تو) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، آپ ان لوگوں سے کیسے لڑیں گے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''مجھے لوگوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم ہے جب تک کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' نہ کہیں، پھر جس نے یہ شہادت دے دی اس نے اپنا مال اور اپنی جان مجھ سے محفوظ کر لیے، البتہ کسی حق کے بدلے میں (اس کے مال یا جان کو نقصان پہنچایا جائے تو یہ اور بات ہے) اور اس کے باطن کا حساب اللہ کے ذمے ہے؟'' اس کے جواب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! میں اس شخص سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا، اس لیے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جیسے کہ نماز جسم کا)، اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے بکری کا ایک بچہ بھی دینے سے انکار کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے ضرور لڑوں گا۔ تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! اس کے بعد میں سمجھ گیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں جو لڑائی کا ارادہ پیدا ہوا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کے دل میں ڈال دیا ہے اور میں پہچان گیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے درست ہے۔ [بخاری، کتاب استتابة المعاندين والمرتدين، باب قتل من أبى قبول الفرائض ...... الخ : ٦٩٢٤، ٦٩٢٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں، اس بات سے مجھے فکر لاحق ہوئی، پھر خواب ہی میں مجھے کہا گیا کہ ان پر پھونک مارو۔ میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ اس کی تعبیر یہی ہے کہ میرے بعد دو جھوٹے نبی نکلیں گے، ان میں سے ایک اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ کذاب یمامہ والا۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فى الإسلام : ٣٦٢١]

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے، میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور میرے بندے کا میرے عائد کردہ فرائض کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا، مجھے باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اسے وہ عطا کر دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے (کسی چیز سے) پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع : ٦٥٠٢]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، سو تو بھی اس سے محبت کر، چنانچہ جبرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبریل علیہ السلام آسمان والوں (فرشتوں) میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمانوں والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر اس شخص کے لیے زمین میں بھی قبولِ عام رکھ دیا جاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملئکة : ۳۲۰۹۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب إذا أحب الله عبدًا أمر جبرئيل فأحبه : ۲۶۳۷]

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ : مرتدین کے مقابلے میں جس قوم کو اللہ تعالیٰ کھڑا کرے گا ان کی درج ذیل پانچ صفات ہیں: ① اللہ سے محبت کرنا اور اس کا محبوب ہونا۔ ② اہل ایمان کے لیے نرم ہونا۔ ③ کفار پر سخت ہونا۔ ④ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ ⑤ اور اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا۔ یہی وہ صفات ہیں جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متصف تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [الفتح : ۲۹] ''محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔''

عبیداللہ بن عدی بن خیار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا وحشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تو میں نے سوچا کہ میں بھی مسلمانوں کے پاس چلوں، شاید مسیلمہ کو مار کر حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدلہ اتار سکوں۔ وحشی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں (ان) لوگوں کے ساتھ نکلا (جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روانہ کیے تھے) اور اُس سے جنگ کے واقعات سب کو معلوم ہیں، الغرض، میں نے دیکھا کہ ایک آدمی (مسیلمہ) ایک دیوار کے شگاف میں کھڑا ہے، گویا کہ خاکستری رنگ کا اونٹ ہے اور پریشان سر ہے۔ میں نے اس پر بھی اپنا چھوٹا نیزہ پھینک کر مارا، جو اس کی چھاتی کے درمیان لگا اور اس کے دونوں کندھوں کے آر پار ہو گیا، پھر مسیلمہ کی طرف ایک انصاری نے دوڑ کر اس کی کھوپڑی پر

تلوار ماردی (یعنی گردن جدا کردی)۔[بخاری، کتاب المغازی، باب قتل حمزة بن عبد المطلب رضی الله عنه : ٤٠٧٢]

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴾ [الحجرات : ١٥] ”مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴾ [الأحزاب : ٢٢، ٢٣] ”اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو انھوں نے کہا یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا، اور اس چیز نے ان کو ایمان اور فرماں برداری ہی میں زیادہ کیا۔ مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کہی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا، پھر ان میں سے کوئی تو وہ ہے جو اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وہ ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا۔“ اور فرمایا: ﴿ لَكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [التوبة : ٨٨] ”لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ہمراہ ایمان لائے، اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾ [الحديد : ١٠] ”اور تمھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴾ [التوبة : ٤٤] ”تجھ سے وہ لوگ اجازت نہیں مانگتے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، اس سے کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔“

وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ : سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے مندرجہ ذیل باتوں پر بیعت کی: ① ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے، خواہ (امیر کے حکم سے) ہم خوش ہوں یا ناخوش۔ ② امیر سے

امارت کے بارے میں جھگڑا نہیں کریں گے۔ ③ حق بات کہیں گے، خواہ کہیں بھی ہوں۔ ④ اور اللہ کے (دین) کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔[بخاری، کتاب الأحکام، باب کیف یبایع الإمام الناس؟ : ۷۱۹۹، ۷۲۰۰۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء : ۱۷۰۹، قبل الحدیث : ۱۸٤۱]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دوست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سات باتوں کا حکم دیا: ① میں مسکینوں سے محبت کروں اور ان کے قریب رہوں۔ ② میں اپنے سے کم تر کی طرف دیکھوں اور اپنے سے بالاتر کی طرف نہ دیکھوں۔ ③ میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کروں، خواہ وہ مجھ سے قطع رحمی کریں۔ ④ میں کسی سے کوئی سوال نہ کروں۔ ⑤ میں حق بات کہوں، خواہ وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ ⑥ میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈروں۔ ⑦ اور یہ کہ میں بکثرت «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ» پڑھتا رہوں، کیونکہ ان کلمات کو عرش الٰہی کے خزانے سے نازل کیا گیا ہے۔[مسند أحمد : ۵/۱۵۹، ح : ۲۱۵۷۲۔ المعجم الأوسط للطبرانی : ۲۹۷/۶، ح : ۵۶۳۵۔ ابن حبان : ٤٤۹]

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾

”تمھارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔“

جب یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع فرمایا گیا تو اب اس سوال کا جواب دیا جا رہا ہے کہ پھر وہ دوستی کن سے کریں؟ فرمایا کہ اہل ایمان کے دوست سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول ہیں اور پھر ان کے ماننے والے اہل ایمان ہیں۔

وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ ع ۸/۱۲

”اور جو کوئی اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ان لوگوں کو دوست بنائے جو ایمان لائے ہیں تو یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو غالب ہیں۔“

حزب اللہ وہی ہے جس کا تعلق صرف اللہ، رسول اور مومنین سے ہو، وہ کافروں، مشرکوں اور یہود و نصاریٰ سے، چاہے وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہوں، محبت و موالات کا تعلق نہ رکھیں، جیسا کہ سورۂ مجادلہ کے آخر میں ارشاد فرمایا:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [المجادلة : ۲۲]

’’تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔‘‘

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو جنھوں نے تمھارے دین کو مذاق اور کھیل بنا لیا، ان لوگوں میں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور کفار کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو، اگر تم ایمان والے ہو۔‘‘

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن یہود و نصاریٰ اور ان مشرکین کی دوستی سے نفرت دلائی ہے جو دنیا کی سب سے افضل چیز، یعنی اسلامی شریعت مطہرہ و محکمہ کا، جو دنیا و آخرت کی ہر خیر و بھلائی پر مشتمل ہے، مذاق اڑاتے ہیں اور اپنی فاسد رائے اور جامد فکر کے مطابق اسے ہنسی اور کھیل قرار دیتے ہیں۔ اس آیت کی رو سے ان بے دین لوگوں اور اہل بدعت سے دلی دوستی رکھنا بھی جائز نہیں جنھوں نے دین کو ہنسی مذاق بنا رکھا ہے۔ کبھی داڑھی کا مذاق اڑاتے ہیں، کبھی مسنون لباس کا اور کبھی اللہ تعالیٰ کی حدود کا۔ اسی طرح سنت کے مطابق نماز کا مذاق اڑاتے ہیں اور جو شخص پیدائش، نکاح اور موت کے وقت کفار خصوصاً ہندوؤں کی رسموں میں ان کا ساتھ نہ دے اس کا تمسخر اڑاتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [آل عمران : ۲۸] ’’ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح بچنا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔‘‘

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (یعنی دل میں اسے برا جانے اور اس سے بے زار ہو) اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب کون النهی عن المنکر من الإیمان : ۴۹]

وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

’’اور جب تم نماز کی طرف آواز دیتے ہو تو وہ اسے مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔‘‘

یعنی جب تم نماز کے لیے، جو عقل و علم والوں کے لیے سب سے افضل عمل ہے، اذان دیتے ہو تو یہ اسے بھی ہنسی اور کھیل بناتے ہیں، تمسخر سے اس کے الفاظ بدلتے، اس پر آوازے کستے اور شور اور ہنگامہ برپا کرتے ہیں، یہ اس لیے کہ یہ سمجھ نہیں رکھتے، اللہ کی عبادت اور اس کی شریعت کو نہیں سمجھتے اور شیطان کے پیروکار ہیں۔

وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا : شیطان کو بھی اذان کی آواز برداشت نہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(شیطان) جب اذان سنتا ہے تو وہ بھاگ اٹھتا ہے، حتیٰ کہ اس کی ہوا خارج ہونے لگتی ہے، تاکہ اذان کو سن نہ سکے، تاہم جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو وہ واپس آ جاتا ہے اور جب نماز کے لیے اقامت ہونے لگتی ہے تو پھر بھاگ اٹھتا ہے اور جب اقامت ہو چکتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے اور نماز پڑھنے والے آدمی کے دل میں وسوسے پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کرو، وہ بات یاد کرو، پھر وہ ایسی ایسی بھولی ہوئی باتیں یاد دلاتا ہے جن کا اسے خیال بھی نہیں تھا، یہاں تک کہ پھر اسے معلوم ہی نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل التأذین : ٦٠٨۔ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل الأذان وھرب الشیطان عند سماعه : ٣٨٩]

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

’’کہہ دے اے اہل کتاب! تم ہم سے اس کے سوا کس چیز کا انتقام لیتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو اس سے پہلے نازل کیا گیا اور یہ کہ بے شک تمھارے اکثر نافرمان ہیں۔‘‘

یعنی اصل بات یہ ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ فاسق اور بدکار ہیں اور تمھاری ساری مذہبی اجارہ داری گروہی تعصب اور غلط قسم کی روایات پر قائم ہے۔ اس لیے تم اپنے علاوہ کسی دوسرے میں بھی کوئی اچھی بات دیکھنا پسند نہیں کرتے، حالانکہ اللہ پر اور جو چیز ہماری طرف سے نازل کی گئی اور جو کتابیں پہلے نازل کی گئیں ہیں، ان پر ایمان لانا کوئی عیب اور قابل مذمت بات نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴾ [البروج : ٨]

’’اور انھوں نے ان سے اس کے سوا کسی چیز کا بدلہ نہیں لیا کہ وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو سب پر غالب ہے، ہر

تعریف کے لائق ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ [التوبة : ٧٤] ’’اور انھوں نے انتقام نہیں لیا مگر اس کا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔‘‘

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾

’’کہہ دے کیا میں تمھیں اللہ کے نزدیک جزا کے اعتبار سے اس سے زیادہ برے لوگ بتاؤں، وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور جن پر غصے ہوا اور جن میں سے بندر اور خنزیر بنا دیے اور جنھوں نے طاغوت کی عبادت کی۔ یہ لوگ درجے میں زیادہ برے اور سیدھے راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، آپ کہہ دیجیے، اے یہودیو! کیا میں تمھیں بتا دوں کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین بدلہ کسے ملے گا؟ وہ تم لوگ ہو جن کی صفات یہ ہیں کہ اللہ نے ان پر لعنت بھیج دی، ان پر اس کا ایسا غضب نازل ہوا کہ پھر وہ کبھی ان سے راضی نہیں ہوگا، ان میں بہتوں کو بندر اور سور بنا دیا اور بالآخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ انھوں نے شیطان کی پرستش شروع کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ تم سے زیادہ برے ٹھکانے والا اور تم سے زیادہ راہِ حق سے برگشتہ کون ہو سکتا ہے؟

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ﴾ [المائدة : ٦٤] ’’اور یہود نے کہا اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، ان کے ہاتھ باندھے گئے اور ان پر لعنت کی گئی، اس کی وجہ سے جو انھوں نے کہا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴾ [النساء : ٤٧] ’’اے لوگو جنھیں کتاب دی گئی ہے! اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، پھر انھیں ان کی پیٹھوں پر پھیر دیں، یا ان پر لعنت کریں، جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہمیشہ (پورا) کیا ہوا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ٥١، ٥٢] ’’کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ بتوں اور باطل معبود پر ایمان لاتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ان سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کرے پھر تو کوئی اس کی مدد کرنے والا ہرگز نہ پائے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَ لَمَّا

جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۸۸، ۸۹] ''اور انھوں نے کہا ہمارے دل غلاف میں (محفوظ) ہیں، بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی، پس وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک کتاب آئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے ان لوگوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے جنھوں نے کفر کیا، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

وَ غَضِبَ عَلَيْهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۱۲] ''ان پر ذلت مسلط کر دی گئی جہاں کہیں وہ پائے جائیں مگر اللہ کی پناہ اور لوگوں کی پناہ کے ساتھ اور وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی، یہ اس لیے کہ بے شک وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو کسی حق کے بغیر قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔''

وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴾ [البقرۃ : ٦٥] ''اور بلاشبہ یقیناً تم ان لوگوں کو جان چکے ہو جو تم میں سے ہفتے (کے دن) میں حد سے گزر گئے تو ہم نے ان سے کہا ذلیل بندر بن جاؤ۔''

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بندروں اور سوروں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا یہ وہی ہیں جنھیں اللہ نے مسخ کر دیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو بھی ہلاک کیا، یا مسخ کیا تو نہ تو ان کی نسل چھیلی اور نہ کوئی (ان کا) جانشین ہی بنا اور بے شک بندر اور سور تو ان مسخ ہونے والے لوگوں سے پہلے بھی تھے۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب بیان أن الآجال والأرزاق وغیرها ...... الخ : ۲۶۶۳۔ مسند أحمد : ۱/ ٤۱۳، ح : ۳۹۲٤]

وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ۝۶۱

''اور جب وہ تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، حالانکہ یقیناً وہ کفر کے ساتھ داخل ہوئے اور یقیناً اسی کے ساتھ وہ نکل گئے اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے تھے۔''

مراد یا تو یہود ہیں یا منافقین، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کفر کے ساتھ ہی آتے ہیں اور اسی کفر کے ساتھ واپس چلے

جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کی صحبت اور آپ کے وعظ و نصیحت کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ دل میں تو کفر چھپا ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کا مقصد ہدایت کا حصول نہیں، بلکہ دھوکا اور فریب دینا ہوتا ہے۔ تو پھر ایسی حاضری سے فائدہ بھی کیا ہو سکتا ہے؟

ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [البقرة : ٧٦] ''اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب ان میں سے بعض بعض کی طرف اکیلا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کیا تم انھیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں، تاکہ وہ ان کے ساتھ تمھارے رب کے پاس تم سے جھگڑا کریں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟'' اور فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۸، ۹] ''اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں۔ اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔''

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

''اور تو ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ گناہ اور زیادتی اور اپنی حرام خوری میں دوڑ کر جاتے ہیں۔ یقیناً برا ہے جو وہ عمل کرتے تھے۔''

بہت سے یہود کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ کذب بیانی، ارتکاب معصیت، ظلم و زیادتی اور حرام خوری میں اللہ اور انسانوں سے شرم کیے بغیر تیزی سے آگے بڑھنے والے ہیں۔ ''اثم'' سے مراد وہ گناہ ہے جس کا نقصان کرنے والے کو ہوتا ہے، جیسے جھوٹ، شرک، کفر و بدعت اور ''عدوان'' وہ گناہ ہے جس سے دوسرے کو بھی نقصان پہنچتا ہے جیسے ظلم و زیادتی، حق تلفی وغیرہ۔ ''سحت'' حرام مال جو ناجائز ذرائع سے کمایا جائے۔

لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝

''انھیں رب والے لوگ اور علماء ان کے جھوٹ کہنے اور ان کے حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ یقیناً برا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

یعنی جس طرح گناہ کرنا جرم ہے، اسی طرح گناہ سے نہ روکنا بھی جرم ہے۔ عوام گناہ کرتے تھے اور علماء و مشائخ انھیں منع نہیں کرتے تھے۔ غرض یہ کہ عوام اور علماء و مشائخ سب ہی گناہ میں شریک تھے، بلکہ علماء و مشائخ میں بہت سے حرام کھانے میں ان کے شریک تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ [التوبة : ٣٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش یقیناً لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔''

حرام کھانا بہت بڑا گناہ ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ پاک ہے اور وہ صرف پاک مال ہی قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴾ [المؤمنون : ٥١] ''اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں۔'' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ﴾ [البقرة : ١٧٢] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا فرمائی ہیں۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا، فرمایا: ''ایک آدمی طویل سفر کرتا ہے، بال بکھرے ہوئے ہیں، غبار آلود ہے، اب وہ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف دراز کرتا ہے اور کہتا ہے، اے میرے رب! اے میرے رب! (حالانکہ کیفیت یہ ہے کہ) اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس بھی حرام ہے اور حرام ہی سے اس کی پرورش ہو رہی ہے تو ایسی حالت میں اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔'' [مسلم، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب : ١٠١٥]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدوں پر قائم ہے اور اس شخص کی مثال جو ان حدوں کو عبور کر چکا ہے، ایسی ہی ہے جیسے کچھ لوگوں نے کشتی کے اندر بیٹھنے کے لیے قرعہ اندازی کی۔ بعض کے حصہ میں اس کی بالائی منزل آئی اور بعض کے حصہ میں نچلی منزل۔ اب جو لوگ نچلی منزل میں تھے وہ جب پانی لینے جاتے تو اوپر والوں کے پاس سے گزرتے، لہٰذا ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم اپنی ہی منزل میں کیوں نہ سوراخ کر لیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں، تو اگر اوپر والے انھیں یونہی چھوڑ دیتے ہیں اور جو ارادہ انھوں نے کیا ہے اسے پورا کرنے دیتے ہیں تو سارے ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھوں کو روک لیں گے تو وہ خود بھی نجات پائیں گے اور وہ سب بھی نجات پائیں گے۔'' [بخاري، كتاب الشركة، باب هل يقرع في القسمة والاستهام ؟ : ٢٤٩٣]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: ''جب کوئی شخص کسی قوم میں معاصی کا ارتکاب کرے اور وہ اسے منع کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود منع نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے مرنے

سے پہلے ضرور انھیں اپنے عذاب کی گرفت میں لے گا۔'' [أبو داوٗد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی : ٤٣٣٩۔ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر : ٤٠٠٩]

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾

''اور یہود نے کہا اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، ان کے ہاتھ باندھے گئے اور ان پر لعنت کی گئی، اس کی وجہ سے جو انھوں نے کہا، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے، اور یقیناً جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو سرکشی اور کفر میں ضرور بڑھا دے گا، اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی وہ لڑائی کی کوئی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور وہ زمین میں فساد کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اور اگر واقعی اہل کتاب ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ضرور ان سے ان کے گناہ دور کر دیتے اور انھیں ضرور نعمت کے باغوں میں داخل کرتے۔''

اللہ تعالیٰ نے جب اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ان الفاظ میں دی کہ اللہ کو کون قرض حسنہ دیتا ہے، حالانکہ وہ مال اللہ تعالیٰ ہی کا تھا، اسی نے دیا تھا اور اس کے دیے ہوئے میں سے ہی انھوں نے دینا تھا، تو یہودی بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے انداز بیان اور اس کے فضل و کرم پر غور کرتے اور سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کئی گنا بڑھا کر دینے کے لیے صدقے کی ترغیب دے رہا ہے اور اسے قرض کہہ رہا ہے، کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ تو فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، تبھی وہ ہم سے قرض مانگتا ہے، یہ یہود کی انتہائی خست اور کمینگی تھی۔ وہی کمینگی اس آیت میں دوسرے الفاظ میں ذکر کی گئی ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے یعنی وہ بخیل ہے، کچھ دیتا نہیں بلکہ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا، ہاتھ تو انھی کے بندھے ہوئے ہیں اور بخیلی انھی کی صفت ہے اور انھی گستاخیوں اور کمینگیوں کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں، وہ بے انتہا فضل و کرم کا مالک اور بے حد و حساب عطا فرمانے والا ہے، تمام خزانے اس کے پاس ہیں، جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ تمام مخلوق کی ہر حاجت اور ضرورت جو اسے پڑتی یا پڑ سکتی ہے وہی پوری کرتا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ : یعنی وہ بخیل ہے، تو اللہ نے ان کی اس خباثت کا جواب یہ دیا کہ اس بدترین صفت کے مالک اب ہمیشہ کے لیے وہی لوگ رہیں گے اور ان پر ان کے اس مذموم قول کی وجہ سے لعنت بھیج دی گئی، چنانچہ ان کا حال ایسا ہی ہے کہ بخل، حسد، بزدلی اور ذلت ان کا مقدر بن گئی۔ گویا ہاتھوں کے باندھے جانے سے مراد بخل ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۲۹] ''اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا کر لے اور نہ اسے کھول دے، پورا کھول دینا، ورنہ ملامت کیا ہوا، تھکا ہارا ہو کر بیٹھ رہے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا ﴾ [الدهر : ٤] ''یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴾ [الحآقة : ۲۵ تا ۳۱] ''اور لیکن جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ وہ (موت) کام تمام کر دینے والی ہوتی۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری حکومت مجھ سے برباد ہو گئی۔ اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔''

بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ : یعنی وہ بے پایاں فضل و کرم کا مالک اور بے حد و حساب عطا فرمانے والا ہے۔ ہر چیز کے اس کے پاس بے پناہ خزانے ہیں، اس کی مخلوق کو جو بھی نعمت حاصل ہے وہ اسی وحدہ لاشریک لہ کے پاس سے ہے، اس نے ہماری ضرورت کی ہر اس چیز کو پیدا فرمایا ہے جس کی ہمیں رات دن، حضر و سفر اور تمام حالات میں ضرورت تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴾ [إبراهيم : ۳٤] ''اور تمھیں ہر اس چیز میں سے دیا جو تم نے اس سے مانگی اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ گے۔ بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات دن کا خرچ کرنا اسے کم نہیں کر سکتا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس نے جب سے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا ہے اس کا خرچ کرنا اسے کم نہیں کر سکا، جو اس کے دائیں ہاتھ میں ہے۔'' اور فرمایا: ''اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے دوسرے ہاتھ میں موت ہے، وہ جس کو چاہتا ہے بلند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے پست کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۳۱۳، ح : ۸۱۶۰۔ بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ وكان عرشه على الماء ﴾ : ٤٦٨٤۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على النفقة : ۳۷/ ۹۹۳]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے اور آدمی اور جن، سب ایک میدان میں کھڑے ہوں، پھر مجھ سے مانگنا شروع کریں اور میں ہر ایک کو جو وہ مانگے دے دوں تب بھی میرے پاس جو کچھ ہے وہ کم نہیں ہوگا، مگر اتنا جیسے دریا میں سوئی ڈبو کر نکال لو (تو دریا کا پانی جتنا کم ہوتا ہے اتنا بھی میرا خزانہ کم نہیں ہوگا، اس لیے کہ دریا کتنا ہی بڑا ہو آخر محدود ہے اور میرا خزانہ بے انتہا ہے۔ پس یہ صرف مثال ہے)۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

زیر تفسیر آیت اور دوسری بہت سی آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ موجود ہیں۔ بعض لوگ اس کا ترجمہ قبضہ، قدرت وغیرہ کرتے ہیں اور ہاتھوں کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم اس کے ہاتھ مانیں گے تو وہ ہمارے جیسا ہو جائے گا، حالانکہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ ان لوگوں کی بات درست نہیں، کیونکہ یہ تو اس وقت ہوگا جب ہم کہیں کہ اس کے ہاتھ ہمارے ہاتھوں جیسے ہیں، جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ ہیں مگر ہمارے جیسے نہیں، بلکہ ایسے ہیں جیسے اس کی شان کے لائق ہیں تو اس میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ جبکہ اس کے ہاتھوں کے انکار سے کئی احادیث اور قرآن کی آیات کا انکار لازم آتا ہے۔ اب ہم سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی دیکھتا، سنتا اور موجود ہے تو کیا وہ ہمارے جیسا ہوگا؟ نہیں بلکہ اس کا سننا اور دیکھنا ہماری طرح نہیں، بلکہ ایسا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ جس طرح اللہ کی ذات بے مثل ہے اسی طرح اس کی صفات بھی بے مثل ہیں۔

وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا : یعنی یہ لوگ اگر ہدایت کے طلب گار ہوتے تو آپ پر نازل ہونے والی آیات سے صحابہ کے ایمان کی طرح ان کے ایمان میں بھی اضافہ اور ترقی ہوتی، مگر چونکہ ان کے دل عناد، بغض اور حسد سے بھرے ہوئے ہیں، اس لیے تیرے رب کی طرف سے جو کچھ بھی تجھ پر نازل ہوگا وہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو سرکشی اور کفر ہی میں زیادہ کرے گا، اسی کا نتیجہ تھا کہ جیسے جیسے قرآن اترتا ان کی سرکشی اور کفر بڑھتا جاتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٤٤] ''کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں بہت دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۙ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۲] ''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''

كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ : یعنی جب کبھی یہ لڑائی کی آگ سلگاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بجھا دیتا ہے۔

غزوہ بنونضیر ان لڑائیوں میں سے ایک ہے جس میں یہودیوں نے ابتدا کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے لڑائی کی آگ کو بجھا دیا اور یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ لڑ نہ سکے، ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ﴾ [الحشر : ۲] ”وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا پہلے اکٹھ ہی میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تم نے گمان نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ یقیناً ان کے قلعے انھیں اللہ سے بچانے والے ہیں۔ تو اللہ ان کے پاس آیا جہاں سے انھوں نے گمان نہیں کیا تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں کے ساتھ برباد کر رہے تھے، پس عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو!“ اور فرمایا: ﴿ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الحشر : ٦] ”تو تم نے اس پر نہ کوئی گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط کر دیتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۚ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۚ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۲۵ تا ۲۷] ”اور اللہ نے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ان کے غصے سمیت لوٹا دیا، انھوں نے کوئی بھلائی حاصل نہ کی اور اللہ مومنوں کو لڑائی سے کافی ہوگیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔ اور اس نے ان اہل کتاب کو، جنھوں نے ان کی مدد کی تھی، ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور دوسرے گروہ کو قید کرتے تھے۔ اور تمھیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

ایک مرتبہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کو زہر دے کر قتل کرنا چاہا تو اللہ نے آپ کو بچا لیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ کی خدمت میں بکری کا گوشت بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ یہ گوشت زہر آلود تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ یہاں جتنے یہودی ہیں سب کو جمع کرو۔ جب انھیں آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے ان سے پوچھا: ”کیا تم نے اس بکری کے گوشت میں زہر ملایا تھا؟“ وہ کہنے لگے، ہاں! آپ نے پوچھا: ”تمھیں اس بات پر کس چیز نے آمادہ کیا؟“ انھوں نے کہا، ہم نے سوچا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ سچے

نبی ہیں تو زہر آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ [بخاری، کتاب الطب، باب ما یذکر فی سم النبی ﷺ : ٥٧٧٧]

کچھ عرصہ بعد بنو قریظہ نے پھر جنگ کی ابتدا کی، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ نے جنگ کی ابتدا کی...... تو رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا اور بنو قریظہ کو (مدینہ) میں برقرار رکھا، یہاں تک کہ انھوں نے جنگ کی ابتدا کی۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب إجلاء اليهود من الحجاز : ١٧٦٦]

وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کو صرف زیورات کے حصول کے لیے قتل کر دیا جو وہ پہنے ہوئے تھی۔ [بخاری، کتاب الدیات، باب من أقاد بالحجر : ٦٨٧٩۔ مسلم، کتاب القسامة، باب ثبوت القصاص في القتل بالحجر : ١٦٧٢]

سیدنا سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی قوم کے چند آدمی خیبر گئے، وہاں پہنچ کر وہ الگ الگ ہو گئے، پھر انھوں نے (وہاں) اپنے میں سے ایک آدمی کو مقتول پایا۔ جنھیں وہ مقتول ملے تھے، ان سے ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے ساتھی کو تم نے قتل کیا۔ انھوں نے کہا کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہمیں قاتل کا پتا معلوم ہے، پھر یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آ گئے اور کہا، یا رسول اللہ! ہم خیبر گئے اور پھر ہم نے وہاں ایک ساتھی کو مقتول پایا۔ آپ نے فرمایا: ''بڑی عمر والے کو بات کرنے دو۔'' پھر آپ نے (مقتول کے ورثا سے) فرمایا: ''کیا تمھارے پاس گواہ ہیں، جنھوں نے قاتل کو قتل کرتے ہوئے دیکھا ہو؟'' انھوں نے کہا، گواہ تو کوئی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر یہودی (پچاس) قسمیں کھائیں گے۔'' وہ کہنے لگے، ہم یہود کی قسموں پر راضی نہیں۔ اور ابو قلابہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے انھیں کہا: ''تم پچاس آدمی قسمیں کھاتے ہو کہ واقعی تمھارے ساتھی کو یہود نے قتل کیا ہے؟'' انھوں نے کہا، ہم تو ایسی قسمیں نہیں کھا سکتے۔ آپ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ عبد اللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کا خون رائگاں جائے۔ چنانچہ آپ نے زکوٰۃ کے اونٹوں میں سے سو اونٹ اس کے وارثوں کو دلوا دیے۔ [بخاری، کتاب الدیات، باب القسامة : ٦٨٩٨]

یہودیوں کی تاریخ اور ان کے موجودہ حالات جاننے والے ہر شخص کو معلوم ہے کہ کس طرح ہر لڑائی کے پیچھے یہودیوں کا خفیہ ہاتھ ہوتا ہے۔ یہ تو اللہ کا فضل ہے کہ وہ ان کے منصوبے پورے نہیں ہونے دیتا۔ افسوس! اب مسلمانوں کے اکثر علماء و عوام کا بھی تقریباً یہی حال ہے کہ انھوں نے اللہ کے دین پر عمل چھوڑ رکھا ہے، بلکہ جب بھی موقع ملتا ہے اسلام کے کسی نہ کسی حکم سے انکار یا اس کی گستاخی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ یہ یہودانہ خصلت ہے، جس کی وجہ سے وہ مسلمان ملکوں کے مالک ہو کر بھی کفار کے محکوم ہیں اور ان برکات سے محروم ہیں جو کتاب و سنت پر عمل کرنے اور برائیوں کو روکنے کے لیے جہاد کرنے کی صورت میں انھیں حاصل ہوتیں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۹ / ۱۴

”اور اگر وہ واقعی تورات اور انجیل کی پابندی کرتے اور اس کی جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے تو یقیناً وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ ان میں سے ایک جماعت درمیانے راستے والی ہے اور ان میں سے بہت سے لوگ، برا ہے جو کر رہے ہیں۔“

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ ...... اَرْجُلِهِمْ : ”اقامت تورات و انجیل“ کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے احکام و حدود کو نافذ کرتے اور نبی آخر الزمان ﷺ کے جو اوصاف ان دونوں کتابوں میں مذکور ہیں ان پر ایمان لے آتے، جو ان کے اسلام میں داخل ہونے پر منتج ہوتا اور قرآن کریم کے کلامِ الٰہی ہونے پر ایمان لے آتے، تو اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین سے اپنی برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیتا اور روزی کے تمام اسباب مہیا کر دیتا۔ یہ آیت دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت روزی میں وسعت کا سبب ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۹۶] ”اور اگر واقعی بستیوں والے ایمان لے آتے اور بچ کر چلتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے اور لیکن انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے انھیں اس کی وجہ سے پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔“

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین شخص ایسے ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے: ① وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور (پھر) محمد ﷺ پر بھی ایمان لائے۔ ② مملوک غلام، جب کہ وہ اللہ کے حق کو اور اپنے مالک کے حق کو ادا کرتا رہے۔ ③ وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا اور عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی و اعلیٰ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا، پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔“ [بخاري، کتاب العلم، باب تعليم الرجل أمته و أهله : ۹۷۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ : ۱۵۴]

مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ : اہل کتاب میں سے جو لوگ نبی ﷺ پر ایمان لے آئے، جیسے عبد اللہ بن سلام، نجاشی اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم، انھیں اللہ تعالیٰ نے ایسی جماعت میں شمار کیا جو ایمان لائی اور سیدھی راہ پر گامزن ہو گئی، لیکن ان کی تعداد تھوڑی تھی۔ اہل کتاب میں سے اکثر و بیشتر نے برے اعمال کا ارتکاب کیا، حق کو بدل دیا، اس سے اعراض کیا اور اسلام اور مسلمانوں کی عداوت میں حد سے تجاوز کر گئے۔ افراط و تفریط سے بچ کر

چلنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٥٩] ”اور موسیٰ کی قوم میں سے کچھ لوگ ہیں جو حق کے ساتھ رہنمائی کرتے اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ؕ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ [فاطر : ٣٢، ٣٣] ”پھر ہم نے اس کتاب کے وارث اپنے وہ بندے بنائے جنھیں ہم نے چن لیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور ان میں سے کوئی نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، اللہ کے حکم سے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔ ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے، ان میں انھیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ان میں ریشم ہوگا۔“

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾

”اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو لفظ ”الرَّسُوْلُ“ کے ساتھ اس لیے مخاطب کیا کہ انھیں اس بات کی یاد دہانی کرائی جائے کہ منصب رسالت اس امر کا متقاضی ہے کہ انھیں جس پیغام کے پہنچانے کا مکلف کیا گیا ہے، اسے پوری ذمہ داری سے ادا کریں اور اس میں کوئی تقصیر نہیں ہونی چاہیے۔ ﴿ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ﴾ کے عموم سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر اللہ کی طرف سے واجب تھا کہ ان پر جو وحی نازل ہو رہی ہے اسے لوگوں تک بے کم و کاست پہنچائیں، اس میں سے کچھ بھی نہ چھپائیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ کے دین کا کوئی حصہ خفیہ طور پر کسی خاص شخص کو نہیں بتایا جو کسی اور کو نہ بتایا ہو، اسی لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وحی الٰہی میں سے کچھ چھپا لیا ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ ”اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ يأيها الرسول بلغ ما أنزل إليك من ربك ﴾ : ٤٦١٢۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب معنى قول الله عزوجل : ﴿ ولقد رءاه نزلة أخرى ﴾ ...... الخ : ١٧٧]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے کسی آیت کو چھپانا ہی ہوتا تو وہ اس آیت کریمہ کو تو ضرور چھپا لیتے : ﴿ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ﴾ [الأحزاب : ٣٧] ”اور تو

اپنے دل میں وہ بات چھپاتا تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا، حالانکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تو اس سے ڈرے۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿وکان عرشه علی الماء﴾ : ۷٤۲۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب معنی قول الله عزوجل : ﴿ولقد رءاه نزلة أخری﴾ ...... الخ : ۱۷۷]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا، آپ ایک چمڑے کے خیمہ سے پیٹھ لگائے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: "خبردار ہو جاؤ! جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا، سوائے مسلمان شخص کے، اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا نہیں دیا؟ اے اللہ! گواہ رہ! (کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا)۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب کون هذه الأمة نصف أهل الجنة : ۲۲۱/۳۷۸]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض میں جس میں آپ کی وفات ہوئی (اپنے گھر کا) پردہ ہٹایا، آپ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی (کچھ ہدایات دینے کے بعد) آپ نے فرمایا: "اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا نہیں دیا؟" یہ جملہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ [مسلم، کتاب الصلوة، باب النهی عن قراءة القرآن فی الرکوع والسجود : ۲۰۸/٤۷۹]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع) کے دن اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: "تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو کیا جواب دو گے؟" لوگوں نے جواب دیا، ہم سب یہ گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نے پیغام رسالت کو پہنچا دیا، (اور نہایت خوش اسلوبی سے) ادا فرما دیا اور یہ کہ امت کی ہمدردی اور خیر خواہی فرمائی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے اور پھر صحابہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "اے اللہ! تو گواہ ہو جا، اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔" [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۲۱۸۔ بخاری، کتاب الحج، باب الخطبة أیام منی : ۱۷۳۹]

وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ : یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغام میں سے اگر کچھ بھی چھپا لیا، یا پہنچانے میں سستی کی تو گویا سرے سے اس کا پیغام پہنچایا ہی نہیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کی تردید ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ آپ نے قرآن کی بعض آیات مسلمانوں تک نہیں پہنچائیں، بلکہ صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کو بتائیں۔ خود علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اس باطل عقیدے کی تردید فرمائی۔ چنانچہ ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ (یعنی اہل بیت) کے پاس کوئی اور کتاب ہے؟ تو انھوں نے فرمایا، نہیں! مگر اللہ کی کتاب یا کتاب اللہ کی وہ سمجھ ہے جو کسی مسلمان آدمی کو عطا کی جائے، یا جو اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا، اس صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا، دیت، قیدیوں کو چھڑانے کے متعلق احادیث اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔ [بخاری، کتاب العلم، باب کتابة العلم : ۱۱۱]

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ : یعنی تم میرے پیغام کو پہنچا دو، میں تمھارا حافظ و ناصر ہوں، آپ کے دشمنوں میں سے

کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔ اس آیت کے نزول سے قبل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطور محافظ رہتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو نہیں رہے تھے، میں بھی آپ کے پاس ہی لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اے کاش! کوئی نیک صحابی آج رات میری حفاظت کرتا۔'' ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ میں نے ہتھیار چھنکنے کی آواز سنی۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''کون ہے؟'' آنے والے نے عرض کی، سعد بن ابی وقاص ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیسے آنا ہوا؟'' اس نے جواب دیا، اے اللہ کے رسول! میں آیا ہوں کہ (آج رات) آپ کا پہرا دوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام سے سو گئے، حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحراسة في الغزو في سبيل الله : ٢٨٨٥۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه : ٢٤١٠]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہرے کا انتظام کیا جاتا تھا، حتیٰ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ''اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبے سے سر مبارک نکال کر فرمایا: ''لوگو! تم چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ مجھے (دشمن سے) بچائے گا۔'' [ترمذی، کتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة المائدة : ٣٠٤٦۔ مستدرك حاكم : ٣١٣/٢، ح : ٣٢٢١]

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ١ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا١ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۝۶۸

''کہہ دے اے اہل کتاب! تم کسی چیز پر نہیں ہو، یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم کرو اور اس کو جو تمھارے رب کی جانب سے تمھاری طرف نازل کیا گیا اور یقیناً جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو سرکشی اور کفر میں ضرور بڑھا دے گا، سو تو کافر لوگوں پر غم نہ کر۔''

یعنی تم کچھ بھی دین پر نہیں ہو سکتے جب تک تم تورات و انجیل کو قائم نہ رکھو، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی تمام کتابوں کے ساتھ ایمان نہ لاؤ اور ان کے مطابق عمل نہ کرو اور انھی کتابوں میں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو، ان پر ایمان لاؤ اور ان کی شریعت کی اقتدا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر پورے طور پر ان کتابوں پر عمل نہ کرو گے تو نہ تمھاری کوئی حیثیت ہے اور نہ تمھاری کوئی دین داری۔

یہی بات مسلمانوں پر بھی صادق آتی ہے کہ اگر وہ قرآن پر پوری طرح عمل نہیں کریں گے تو ان کی کچھ حیثیت ہوگی نہ کوئی دین داری۔

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٨٢] ''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور صابی اور نصاریٰ، جو بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

مقصود یہ ہے کہ ہر وہ فرقہ جو اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے اور ایسا اس وقت تک ہو نہیں سکتا جب تک تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث پیغمبر سیدنا محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کے مطابق عمل نہ کیا جائے، تو جو شخص بھی ان اوصاف سے متصف ہو گا اسے نہ مستقبل میں کوئی خوف ہو گا اور نہ اپنے پیچھے چھوڑی ہوئی دنیا کا کوئی غم ہو گا۔

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ : اس آیت میں ﴿ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ﴾ سے مراد مسلمان ہونا ہے، یا یہ کہ اپنے اپنے زمانے میں ان میں جو بھی آسمانی دین تھا، اس پر ایمان لا کر عمل کرنے والے مراد ہیں، مگر رسول اللہ ﷺ کی آمد کے بعد کوئی شخص کتنا بھی اللہ پر یا یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اگر آپ ﷺ کی آمد سے مطلع ہونے کے باوجود کلمہ نہیں پڑھتا تو وہ جہنمی ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس امت میں جو شخص بھی ہے، خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، وہ میرے متعلق سنے اور میری لائی شریعت پر ایمان لائے بغیر مر گیا، وہ جہنمی ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس : ١٥٣]

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمْ رُسُلًا كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَ حَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَ صَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧١﴾

''بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف کئی رسول بھیجے، جب کبھی کوئی رسول ان کے پاس وہ چیز لے کر آیا جسے ان کے دل نہیں چاہتے تھے تو انھوں نے ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔ اور انھوں

نے سمجھا کہ کوئی فتنہ واقع نہ ہوگا تو وہ اندھے ہوگئے اور بہرے ہوگئے، پھر اللہ ان پر مہربان ہوگیا، پھر ان میں بہت سے اندھے ہوگئے اور بہرے ہوگئے اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی بات سنیں گے اور اس کی اطاعت بجالائیں گے مگر انھوں نے اس عہد و پیمان کو توڑ کر اپنی آراء و خواہشات کی پیروی کی اور انھیں اللہ کی شریعتوں سے مقدم قرار دیا، شریعتوں کی جو بات ان کی خواہشات کے مطابق تھی اسے لے لیا اور جو مطابق نہ تھی اسے بلا دریغ رد کر دیا۔

اگلی آیت میں بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا کہ انھوں نے سمجھا کہ ہم کیسے ہی گناہ کر لیں، خواہ انبیاء تک کو قتل کریں، چونکہ ہم اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں، اس لیے دنیا میں کسی قسم کی بدبختی و نحوست یا غلبۂ دشمن جیسی کوئی بلا ہم پر نازل نہیں ہوگی۔

كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ : یعنی خواہشِ نفس کی پیروی میں وہ اس حد تک بڑھے ہوئے تھے کہ وہ انبیاء کو نہ صرف جھٹلاتے تھے، بلکہ انھیں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۸۷] ”پھر کیا جب کبھی کوئی رسول تمھارے پاس وہ چیز لے کر آیا جسے تمھارے دل نہ چاہتے تھے، تم نے تکبر کیا تو ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔“

فَعَمُوْا وَصَمُّوْا : یعنی حق سے اندھے اور بہرے ہونے کی وجہ سے ان پر بلا نازل ہوئی۔ پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا، جس نے ان کی مسجد اقصیٰ کو جلا ڈالا، ان کے اموال لوٹے اور ان کی اکثریت کو غلام اور لونڈی بنا کر بابل لے گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں بخت نصر کی غلامی سے نجات دی اور انھوں نے اپنی حالت سدھاری اور کچھ عرصہ کے لیے ٹھیک رہے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ان کی دینی حالت بگڑتی گئی، یہاں تک کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا تو وہ حق کو قبول کرنے سے پھر اندھے اور بہرے ہو گئے اور انھیں قتل کرنے کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا اور رومانیوں کے ہاتھوں ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہودیوں کا سرکشی میں دو مرتبہ اندھے اور بہرے ہونے کا ذکر کیا ہے، ان دونوں سرکشیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَضَيْنَاۤ اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ اِنْ اَحْسَنْتُمْ

اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴾

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں فیصلہ سنا دیا تھا کہ بے شک تم زمین میں ضرور دو بار فساد کرو گے اور بے شک تم ضرور سرکشی کرو گے، بہت بڑی سرکشی۔ پھر جب ان دونوں میں سے پہلی کا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت لڑائی والے کچھ بندے بھیجے، پس وہ گھروں کے اندر گھس گئے اور یہ ایسا وعدہ تھا جو (پورا) کیا ہوا تھا۔ پھر ہم نے تمھیں دوبارہ ان پر غلبہ دیا اور تمھیں مالوں اور بیٹوں سے مدد دی اور تمھیں تعداد میں زیادہ کر دیا۔ اگر تم نے بھلائی کی تو اپنی جانوں کے لیے بھلائی کی اور اگر برائی کی تو انھی کے لیے، پھر جب آخری بار کا وعدہ آیا (تو ہم نے اور بندے تم پر بھیجے) تاکہ وہ تمھارے چہرے بگاڑ دیں اور تاکہ وہ مسجد میں داخل ہوں، جیسے وہ پہلی بار اس میں داخل ہوئے اور تاکہ جس چیز پر غلبہ پائیں اسے برباد کر دیں، بری طرح برباد کرنا۔ تمھارا رب قریب ہے کہ تم پر رحم کرے اور اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم (بھی) دوبارہ کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔'' [بنی إسرائیل : ٤ تا ٨]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ٣٣٣٤]

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

''بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

اس آیت کریمہ میں نصاریٰ کی ان جماعتوں پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے جنھوں نے کہا کہ اللہ عیسیٰ کی ذات میں داخل ہو گیا اور وہ دونوں متحد ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد ان کی تردید عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کرائی کہ اے بنی اسرائیل! اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا رب ہے۔ یعنی میں اس کا بندہ ہوں، میں اللہ کیسے ہو سکتا ہوں؟ اور کہا جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ : ان لوگوں سے نصرانیوں کا وہ فرقہ مراد ہے جنھوں نے کہا، اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم ہی تو ہے۔ اللہ اور مسیح کو ایک کہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے نہایت تاکیدی الفاظ کے ساتھ کافر قرار دیا۔

مسلمان کہلانے والوں میں بھی کئی لوگ یہ کہنے والے ہیں کہ احد اور احمد میں کوئی فرق نہیں بلکہ دونوں ایک ہیں، یا اللہ تعالیٰ بشری جامہ پہن کر آ گیا ہے۔ پھر کئی اپنے بزرگوں کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ عبادت کرتے کرتے اللہ میں فنا ہو کر ایک ہو گئے اور بعض ان کے متعلق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں اتر آیا، پہلا عقیدہ اتحاد اور دوسرا حلول کہلاتا ہے۔ اگر مسیح کو عین اللہ تعالیٰ کہنے والے کافر ہیں تو یہ نام نہاد مسلمان کیوں کافر نہیں؟ معلوم ہوا حلول اور اتحاد کا عقیدہ واضح کفر ہے، جسے بعض ملحد لوگوں نے تصوف کے پردے میں معرفت قرار دے دیا۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ : یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی نہیں کہا کہ میں اللہ ہوں، بلکہ انھوں نے تو اللہ کو اپنا رب تسلیم کیا اور لوگوں کو بھی اسی عقیدہ کی تعلیم دی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ٥١] ”بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔“

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ : یعنی اتحاد، حلول یا شرک کی کسی دوسری قسم کا عقیدہ و عمل رکھنے والوں پر جنت حرام اور جہنم واجب ہے، کیونکہ جب شرک معاف ہی نہیں ہوتا تو جنت کیسے مل سکتی ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ٤٨] ”بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ١٣] ”بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٠] ”اور آگ والے جنت والوں کو آواز دیں گے کہ ہم پر کچھ پانی بہا دو، یا اس میں سے کچھ جو اللہ نے تمھیں رزق دیا ہے۔ وہ کہیں گے بے شک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔“

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

”بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ کوئی بھی معبود نہیں مگر ایک

معبود، اور اگر وہ اس سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو یقیناً ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا انھیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔"

یہاں ان نصاریٰ کی تکذیب کی جا رہی ہے جو اقانیم ثلاثہ کا عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تین کے مجموعے میں سے ایک ہے، یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس، یا باپ، بیٹا اور ماں۔ تینوں مل کر ایک معبود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر ٹھہرایا اور کہا کہ معبود تو صرف ایک ہے، اس لیے اللہ نے انھیں دھمکی دی کہ اللہ کی وحدانیت پر قطعی دلائل ہونے کے باوجود اگر وہ اپنی افترا پردازی اور کذب بیانی پر اڑے رہے تو قیامت کے دن انھیں آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ : یعنی اللہ تعالیٰ کو تین میں سے ایک قرار دینے والے بھی کافر ہو گئے، جب کہ معبود تو ایک ہی ہے، اب خواہ وہ تین اقانیم، باپ، بیٹا، روح القدس کو الگ الگ معبود قرار دیں، یا کہیں یہ تین الگ الگ نہیں بلکہ مل کر ایک ہی الٰہ ہیں، بہر حال یہ عقیدہ رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کافر قرار دیا۔ پھر نیکی کا لبادہ اوڑھ کر شرک پھیلانے والے وہ ظالم جو یہ کہیں کہ ہر چیز ہی اللہ ہے اور اسے وحدت الوجود کا نام یا کوئی اور نام دیں، ان کے کافر ہونے میں بھی کیا شک ہے؟ بلکہ اس عقیدے سے تو قرآن و سنت اور اسلام کی ہر بات اور ہر حکم ہی باطل ٹھہرتا ہے کہ حکم دینے والا بھی وہی ہے اور جسے حکم دیا گیا وہ بھی وہی ہے۔ جنت و دوزخ بھی اور ان میں جانے والے بھی سب ایک ہیں، غرض یہ عقیدہ اسلام کی جڑ اکھاڑ دینے کے لیے بنایا گیا ہے۔ پھر کیسی توحید اور کہاں کی نماز؟ غرض سب کچھ ایک ہے تو دین کی کون سی چیز باقی رہ جاتی ہے؟

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾

"تو کیا وہ اللہ کی طرف توبہ نہیں کرتے اور اس سے بخشش نہیں مانگتے، اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔"

یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور اپنے بندوں کے ساتھ فضل و رحمت کا معاملہ ہے کہ اس گناہ عظیم اور افک مبین کے باوجود انھیں توبہ و استغفار کی طرف بلاتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ جو توبہ کرے گا اللہ اسے معاف کر دے گا اور اس کے حال پر رحم کرے گا۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾

"نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، یقیناً اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھ ان کے لیے ہم کس طرح کھول کر آیات بیان کرتے ہیں، پھر دیکھ کس طرح پھیرے جاتے ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی تردید میں تین واضح دلائل پیش کیے ہیں، جو درج ذیل ہیں: ① عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے، اللہ نہیں تھے، یہ ناممکن ہے کہ ایک ہی ذات اللہ بھی ہو اور اللہ کا رسول بھی۔ علاوہ ازیں یہ کہ ان سے پہلے کئی رسول انھی جیسے گزر چکے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان رسولوں کے بعد آئے۔ بالفاظ دیگر وہ حادث تھے قدیم نہ تھے، جبکہ اللہ کی ذات قدیم، ازلی، ابدی اور حوادثِ زمانہ یا اس کے تغیرات سے ماورا ہے۔ لہٰذا جو چیز یا جو ذات حادث ہو وہ الٰہ یا اللہ نہیں ہو سکتی۔ ② دوسری دلیل یہ ہے کہ ''ان کی ماں صدیقہ ہے'' اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو یہودی ان پر زنا کا الزام لگاتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور دوسرے یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ماں بھی تھی جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا۔ آپ اس کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، آپ علیہ السلام اسی فطری اور عام طریقہ سے پیدا ہوئے ہیں جیسے عام انسان پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام نہ خود الٰہ ہو سکتے ہیں اور نہ ان کی والدہ، کیونکہ اس قسم کی باتیں اللہ کی شایان شان نہیں۔ ③ تیسری دلیل یہ ہے کہ ''وہ دونوں کھانا کھاتے تھے'' یعنی وہ اپنی زندگی کو قائم اور باقی رکھنے کے لیے کھانے کے محتاج تھے اور جو خود محتاج ہو وہ الٰہ یا اللہ نہیں ہو سکتا۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۷۶

''کہہ دے کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ کسی نقصان کی مالک ہے اور نہ نفع کی، اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

یہ الوہیت مسیح کی تردید میں چوتھی دلیل ہے، یعنی وہ دونوں اپنے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے تھے۔ یہود نے انھیں ایذائیں اور دکھ پہنچائے، وہ ازخود ان کی مدافعت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہود نے سیدہ مریم علیہا السلام پر زنا کی تہمت لگائی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی بھر ان کے درپے رہے، حتیٰ کہ حکومت سے ساز باز کر کے انھیں سولی پر چڑھوانے کی کوشش کی، لیکن یہ دونوں نہ اپنے آپ کی مدافعت کر سکے، نہ یہود کا کچھ بگاڑ سکے، پھر کیا وہ الوہیت میں شریک قرار دیے جا سکتے ہیں؟

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا : نفع و نقصان کا اختیار رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٥٦] ''کہہ پکارو ان کو جنھیں تم نے اس کے سوا گمان کر رکھا ہے، پس وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ بدلنے کے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [یونس : ١٠٦] ''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۪ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ

هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ٧١] ’’کہہ دے کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے اور نہ ہمیں نقصان دے اور ہم اپنی ایڑیوں پر پھیر دیے جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے، اس شخص کی طرح جسے شیطانوں نے زمین میں بہکا دیا، اس حال میں کہ حیران ہے، اسی کے کچھ ساتھی ہیں جو اسے سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔ کہہ دے اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی اصل راستہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے فرماں بردار بن جائیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٩٤] ’’بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں، پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔‘‘

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٧٧﴾

ع ۱۰

’’کہہ دے اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق حد سے نہ بڑھو اور اس قوم کی خواہشوں کے پیچھے مت چلو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انھوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور وہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔‘‘

عقائد نصاریٰ کے بطلان کی توضیح کے بعد انھیں حق کی اتباع اور باطل سے دور رہنے کی نصیحت کی جا رہی ہے کہ اے اہل کتاب! حد سے تجاوز نہ کرو اور جن کی تعظیم کا تمھیں حکم دیا گیا ہے ان کے بارے میں اتنا غلو نہ کرو کہ انھیں مقام نبوت سے ہٹا کر مقام الوہیت تک پہنچا دو، جیسا کہ تم نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیا اور اپنے ان گمراہ علماء کی اتباع نہ کرو جو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی راہ حق سے بھٹکا دیا۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ : اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں بہت آگے بڑھ گئے تھے، عقائد کے معاملہ میں کسی نے سیدنا عزیر علیہ السلام کو اور کسی نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا، یہی حال دیگر عقائد و اعمال کا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ [التوبة : ٣٠] ’’اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے، وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [المائدة : ١٨] ’’اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، کہہ دے پھر وہ تمھیں تمھارے گناہوں کی وجہ سے سزا کیوں دیتا ہے، بلکہ تم اس (مخلوق) میں سے ایک بشر

ہو جو اس نے پیدا کی ہے، وہ جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۱۱] "اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔ یہ ان کی آرزوئیں ہی ہیں، کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔"

حقیقت یہ ہے کہ دین میں جو بھی خرابی آئی ہے وہ اسی غلو (راہ اعتدال کو چھوڑنے) کی وجہ سے ہے، اسی لیے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اتنا نہ بڑھانا جتنا نصاریٰ نے ابن مریم کو بڑھایا ہے، میں تو اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا تم میرے متعلق بس یہی کہا کرو کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ﴿ واذکر فی الکتب مریم ﴾ : ۳٤٤٥]

مگر مسلمانوں نے بھی اس قدر غلو کیا کہ اپنے ائمہ کو نبی کا درجہ دے کر ان کی بے دلیل بات پر عمل کو بھی واجب قرار دیا۔ اسی طرح جو ایسا نہ کرے اسے لا مذہب قرار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ والی صفات ہونے کا عقیدہ اپنا لیا کہ وہ بھی ہر بات سنتے اور جانتے ہیں اور کائنات میں ان کا حکم بھی چلتا ہے، بعض نے تو اللہ اور رسول کو ایک ہی ذات قرار دے دیا۔ اگر کوئی ان کے اس باطل عقیدہ کی تردید کرے تو کہتے ہیں، یہ اولیاء کو، نبی کو اور اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے، حالانکہ ہم اللہ کو اپنا معبود اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول اور اولیاء کو اللہ کے مقرب بندے مانتے ہیں، مگر اولیاء کو نبی نہیں مانتے اور رسول کو اللہ نہیں مانتے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مبالغہ و بے فائدہ موشگافیاں کرنے والے (یعنی بال کی کھال نکالنے والے) ہلاک ہو گئے۔" [مسلم، کتاب العلم، باب هلك المتنطعون : ۲٦٧٠]

غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۷۰] "اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔"

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

”وہ لوگ جنھوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا، ان پر داؤد اور مسیح ابن مریم کی زبان پر لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو کسی برائی سے، جو انھوں نے کی ہوتی، روکتے نہ تھے، بے شک برا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

ان آیات میں خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمانۂ قدیم سے داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت بھیج دی ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کر گئے، انبیاء کو قتل کیا اور سیئات و معاصی کو اپنے لیے حلال سمجھا۔ ایک بڑا گناہ یہ بھی کیا کہ انھوں نے ایک دوسرے کو ارتکاب معاصی سے روکنا چھوڑ دیا۔ ان کے اس فعل بد پر مزید نکیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے کرتوت بڑے ہی برے تھے۔

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ : یعنی وہ ایک دوسرے کو برائی سے منع نہیں کرتے۔ ان کے نیک لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اگر کچھ لوگ برے کام کر رہے ہیں تو کرتے رہیں، ان کا وبال خود ان پر ہوگا، ہم تو اپنی جگہ نیک ہیں۔ حالانکہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ ہو تو ایمان کا آخری درجہ یعنی کمزور ترین ایمان بھی نہیں رہتا۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے مٹا دے، اگر استطاعت نہ ہو تو زبان سے (سمجھا دے) اور اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے (برا سمجھے) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان : ٤٩]

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات گرامی کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے، یا پھر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے ہاں سے عذاب بھیج دے، پھر تم اس سے دعا کرو گے تو وہ تمھاری دعا بھی قبول نہیں فرمائے گا۔“ [مسند أحمد : ٣٨٨/٥، ح : ٢٣٣٦٣۔ ترمذی، كتاب الفتن، باب ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر: ٢١٦٩]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول! ہم (مسلمان) کب نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا چھوڑ بیٹھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تمھارے اندر وہ چیزیں (یعنی خرابیاں) ظاہر ہو جائیں گی جو تم سے پہلی قوموں میں ظاہر ہوئی تھیں۔“ ہم نے کہا، اللہ کے رسول! ہم سے پہلی امتوں میں کیا ظاہر ہوا تھا؟ آپ نے فرمایا: ”حکومت کم عمر (یا بچگانہ ذہن رکھنے والے) افراد میں اور بے حیائی بڑوں میں (جوان تو بدکاری میں ملوث ہوں گے ہی، بوڑھے بھی باز نہیں آئیں گے) اور علم تمھارے ذلیل لوگوں میں (یعنی بدکردار اور فاسق لوگ علم تو حاصل کریں گے، لیکن اس پر عمل نہیں کریں گے)۔“ [ابن ماجه، كتاب الفتن، باب قوله تعالى : ﴿ يأيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم ﴾ : ٤٠١٥]

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ

عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

''تو ان میں سے بہت سوں کو دیکھے گا وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں جنھوں نے کفر کیا۔ یقیناً برا ہے جو ان کے نفسوں نے ان کے لیے آگے بھیجا کہ اللہ ان پر غصے ہوگیا اور عذاب ہی میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور اگر وہ اللہ اور نبی پر اور اس پر ایمان رکھتے ہوتے جو اس کی طرف نازل کیا گیا ہے تو انھیں دوست نہ بناتے اور لیکن ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔''

یہ آیات یہودِ مدینہ کے بارے میں ہیں کہ وہ مکہ کے مشرکین اور مدینہ کے منافقین کے ساتھ دوستی گانٹھتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں، یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ لوگ تورات کی تعلیمات کے مطابق کافر ہیں اور ان سے دوستی کرنا حرام ہے۔ اس لیے اللہ نے ان کے اس فعل شنیع کا انجام یہ بتایا کہ اللہ ان سے ناراض ہوگیا اور روزِ قیامت وہ دائمی عذاب میں ہوں گے۔ اس کے بعد اللہ نے ان کے فعلِ شنیع پر مزید نکیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ اپنے ایمان میں صادق ہوتے تو کافروں اور منافقوں کو اپنا دوست نہ بناتے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

''یقیناً تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، سب لوگوں سے زیادہ سخت عداوت رکھنے والے یہود کو اور ان لوگوں کو پائے گا جنھوں نے شریک بنائے ہیں اور یقیناً تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، ان میں سے دوستی میں سب سے قریب ان کو پائے گا جنھوں نے کہا بے شک ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ بے شک ان میں علماء اور راہب ہیں اور اس لیے کہ بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خبر دی ہے کہ یہود اور مشرکین دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مسلمانوں کی عداوت میں زیادہ سخت ہیں۔ یہود نے ان سے اس لیے عداوت کی کہ مسلمان عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ دونوں پر ایمان لے آئے اور اس لیے بھی کہ حق کا انکار اور دعوت الی اللہ سے دشمنی انھیں وراثت میں ملی تھی۔ بہت سے انبیاء کو قتل کیا اور کئی بار نبی اکرم ﷺ کو بھی قتل کرنے کی سازش کی، آپ پر جادو بھی کیا اور ہر طرح نقصان پہنچانے کی مذموم کوشش کی اور مشرکین نے اس لیے دشمنی کی کہ مسلمانوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوتوں پر ایمان لے آئے، جبکہ وہ کفر و شرک

کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکتے رہے۔ جبکہ نصاریٰ مسلمانوں سے زیادہ قریب اس لیے بھی ہیں کہ ان کے اندر حصولِ علم اور زہد فی الدنیا کی رغبت پائی جاتی ہے اور پھر ان میں علماء اور عباد و زہاد ہوتے ہیں، جو تواضع اختیار کرتے ہیں اور یہودیوں کی طرح کبر وغرور میں مبتلا نہیں ہوتے۔

یہ واقعی حقیقت ہے جس کا اس زمانہ میں بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ آج بھی جو دشمنی یہودیوں اور مشرکوں (گائے اور بتوں کے پجاری ہندوؤں اور دہریوں، کمیونسٹوں) کو مسلمانوں سے ہے وہ بہر حال نصرانیوں کو نہیں ہے۔ ہاں جن نصرانیوں پر یہودیت غالب ہے، وہ حقیقتاً مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں۔

<u>ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ</u> : یعنی جن لوگوں نے کہا، ہم نصاریٰ ہیں اور جو حقیقتاً عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ نسبتاً مسلمانوں کے قریب ہیں، کیونکہ ان میں علم اور دنیا سے زہد کی رغبت پائی جاتی ہے اور دین مسیحی میں نرمی اور عفو و درگزر کی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، پھر ان میں عبادت گزار علماء اور زاہد لوگ بھی ہوتے ہیں، جو تواضع اختیار کرتے ہیں اور یہودیوں کی طرح کبر وغرور میں مبتلا نہیں ہوتے۔ نصرانیوں میں رہبانیت (دنیا سے کنارہ کشی) کی بدعت رائج تھی۔ «لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ» فرما کر اسے ممنوع قرار دے دیا۔ رہبانیت بے شک یہودیوں کی شقاوت اور سنگ دلی کے مقابلے میں قابل تعریف تھی، مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رہبانیت ہر لحاظ سے قابل تعریف اور اچھی چیز ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر یہود اور مشرکین کی بہ نسبت نصرانیوں کو مسلمانوں کے زیادہ قریب قرار دیا، ورنہ جہاں تک خود اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کا تعلق ہے وہ عناد نصرانیوں میں بھی موجود ہے، جیسا کہ صلیب و ہلال کی صدیوں پر محیط لڑائیوں سے واضح ہے اور جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اب تو اسلام کے خلاف مشرکین کے ساتھ یہودی اور نصرانی دونوں اکٹھے ہو گئے ہیں، اسی لیے قرآن نے مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ ساتھ یہود و نصاریٰ کی دوستی سے بھی منع فرمایا ہے۔

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

’’اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس وجہ سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ (پر) اور اس چیز پر ایمان نہ لائیں جو حق میں سے ہمارے پاس آئی ہے اور یہ طمع نہ رکھیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل کر لے گا۔ تو اللہ نے اس کے بدلے میں جو انھوں نے کہا، انھیں ایسے باغات دیے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔‘‘

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیات نجاشی اور ان کے ساتھیوں کے ایمان اور ان کی صفات بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی تھیں۔ جب انھوں نے جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زبانی قرآن سنا تو بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ان آیات میں قرآن کریم سن کر ان پر جو اثر ہوا اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور ان کے ایمان لانے کا تذکرہ ہے۔ شاہ حبشہ نجاشی اگرچہ آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا، تاہم مسلمان ضرور ہو چکا تھا اور اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ جب وہ فوت ہوا تو آپ نے مسلمانوں کو اس کی وفات کی خبر دی، پھر اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الصفوف علی الجنازۃ : ۱۳۱۸]

نیز قرآن کریم میں بعض اور مقامات پر اس قسم کے نصرانیوں کا ذکر کیا گیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ﴾ [آل عمران : ۱۹۹] ’’اور بلاشبہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ یقیناً ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر بھی جو تمھاری طرف نازل کیا گیا اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اللہ کے لیے عاجزی کرنے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؗ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ؗ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾ [القصص: ۵۲ تا ۵۵] ’’وہ لوگ جنھیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، یقیناً یہی

ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، بے شک ہم اس سے پہلے فرماں بردار تھے۔ یہ لوگ ہیں جنھیں ان کا اجر دوہرا دیا جائے گا، اس کے بدلے کہ انھوں نے صبر کیا اور وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو ہٹاتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔"

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ : یعنی ہم کیوں ایمان نہ لائیں حالانکہ ہم طمع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں اپنے نیک بندوں کے ساتھ داخل کرے، یعنی ہمیں ضرور ایمان لانا چاہیے۔ ایمان لائے بغیر قیامت کے دن نیک بندوں کے ساتھ داخل ہونے کی توقع اور طمع سراسر جہالت اور حماقت ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ﴾ [آل عمران : ۱۹۹] "اور بلاشبہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ یقیناً ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر بھی جو تمھاری طرف نازل کیا گیا اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اللہ کے لیے عاجزی کرنے والے ہیں۔"

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین شخص ایسے ہیں کہ جن کے لیے دوگنا ثواب ہے: ① وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھی ایمان لائے۔ ② مملوک غلام، جب وہ اللہ کے حق کو اور اپنے مالک کے حق کو ادا کرتا رہے۔ ③ وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا اور عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی اور عمدہ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا، پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔" [بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته و أهله : ۹۷]

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۸۶

"اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، وہی لوگ بھڑکتی آگ والے ہیں۔"

الْجَحِيْمِ : جہنم کی آگ کی شدت بیان کرتے ہوئے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمھاری یہ (دنیا کی) آگ، جسے ابن آدم جلاتا ہے، یہ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔" صحابہ نے عرض کی، اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو دنیا کی) یہی آگ کافی تھی؟ آپ نے فرمایا: "لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲۶۵۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۳]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! وہ پاکیزہ چیزیں حرام مت ٹھہراؤ جو اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اور اللہ نے تمھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے حلال، طیب کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔“

نصاریٰ کے راہبوں کی تعریف کے بعد پاکیزہ چیزوں کو حرام ٹھہرانے سے منع کرنا اس لیے بھی مناسب تھا کہ انھوں نے ان باتوں کو نیکی میں داخل کر رکھا تھا، لہٰذا مومنین کو ان سے منع فرما دیا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۱۶] ”اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔“

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا کیا خیال ہے، اگر میں فرض نمازیں پڑھوں، حرام چیزوں کو حرام جانوں اور حلال چیزوں کو حلال جانوں، تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں!“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان الذی یدخل ...... الخ : ۱۵]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے لیے جایا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہم خصی نہ ہو جائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرما دیا، تاہم بعد میں ہمیں اس بات کی اجازت دے دی کہ (محض) کپڑا (وغیرہ) مہر میں دے کر کسی عورت سے نکاح کر لیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴾ [المائدۃ : ۸۷] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! وہ پاکیزہ چیزیں حرام مت ٹھہراؤ جو اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ یأیها الذین امنوا لا تحرموا طیبٰت ﴾ : ۴۶۱۵]

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ میں فرمایا: ”آگاہ رہو کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں وہ باتیں سکھلاؤں جو تمھیں معلوم نہیں ہیں، ان باتوں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے آج کے دن بتائی ہیں، وہ یہ کہ جو مال میں اپنے بندے کو دوں وہ اس کے لیے حلال ہے (یعنی جو چیز شرع میں حرام نہیں وہ

حلال ہے، چاہے لوگوں نے اسے حرام کر رکھا ہو، جیسے سائبہ، وصیلہ اور بحیرہ وغیرہ) اور میں نے اپنے سب بندوں کو مسلمان پیدا کیا ہے، پھر ان کے پاس شیطان آئے اور ان کو ان کے دین سے ہٹا دیا (یا ان کے دین سے روک دیا) اور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں وہ حرام کیں اور ان کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیا، جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها ، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ۲۸٦٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے ازواج مطہرات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سری (یعنی رات کی) عبادت کے بارے میں سوال کیا، پتا چلنے پر بعض نے کہا کہ میں عورتوں سے شادی نہیں کروں گا اور بعض نے کہا کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا اور بعض نے کہا کہ میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ یہ باتیں کرتے ہیں؟ حالانکہ میں رات کو قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، لہٰذا جو شخص میری سنت سے اعراض کرے تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔'' [مسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه و وجد مؤنة ...... الخ : ۱٤۰۱۔ بخاری، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح : ٥۰٦۳]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو چیز اللہ نے کتاب میں حلال کر دی، وہ حلال ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی وہ حرام ہے اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار کی وہ عافیت ہے، لہٰذا تم اللہ کی دی ہوئی عافیت قبول کر لو، کیونکہ اللہ بھولتا نہیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴾ [مريم : ٦٤] ''اور تیرا رب کبھی بھولنے والا نہیں۔'' [مستدرك حاكم : ۳۷٥/۲، ح : ۳٤۱۹]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمانوں میں جرم کے لحاظ سے سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کرے جو حرام نہیں کی گئی تھی، لیکن اس کے سوال کرنے کے باعث حرام کر دی گئی۔'' [بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من كثرة السؤال : ۷۲۸۹۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب توقيره ﷺ وترك إكثار سؤاله : ۲۳٥۸]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ شراب پیے گا اور وہ اس کا نام تبدیل کر دیں گے۔'' [مسند أحمد : ۳۱۸/٥، ح : ۲۲۷۷٥۔ ابن ماجه، كتاب الأشربة، باب الخمر يسمونها بغير اسمها : ۳۳۸٥۔ مستدرك حاكم : ۱٤۷/٤، ح : ۷۲۳۷]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے لوگ شراب پییں گے مگر اس کا نام تبدیل کر دیں گے، ان کے پاس بینڈ باجے بجائے جائیں گے اور کنجریاں کھیلیں گی، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو زمین

میں دھنسا دے گا اور ان میں سے کچھ (کی شکلوں) کو بندر اور خنزیر (کی) بنا دے گا۔'' [ابن حبان : ٦٧٥٨]

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۚ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَ احْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

''اللہ تم سے تمھاری قسموں میں لغو پر مؤاخذہ نہیں کرتا اور لیکن تم سے اس پر مؤاخذہ کرتا ہے جو تم نے پختہ ارادے سے قسمیں کھائیں۔ تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، درمیانے درجے کا، جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا انھیں کپڑے پہنانا، یا ایک گردن آزاد کرنا، پھر جو نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے، جب تم قسم کھالو اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم شکر کرو۔''

اس مقام پر یہ دوسرا حکم ہے کہ اگر کوئی طیب و پاکیزہ چیزیں چھوڑنے کی قسم کھالے تو وہ کیا کرے۔ قسم کی تین قسمیں ہیں، لغو، غموس اور معقدہ۔ لغو وہ قسم ہے جو انسان بات بات میں عادتاً بغیر ارادہ اور نیت کے کھاتا رہتا ہے، اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ غموس وہ جھوٹی قسم ہے جو انسان دھوکا اور فریب دینے کے لیے کھائے۔ یہ کبیرہ گناہ ہے، بلکہ اکبر الکبائر ہے، لیکن اس پر کفارہ نہیں اور معقدہ وہ قسم ہے جو انسان اپنی بات میں تاکید اور پختگی کے لیے ارادتاً اور نیتاً کھائے، ایسی قسم اگر توڑے گا تو اس کا وہ کفارہ ہے جو آیت میں بیان کیا جا رہا ہے کہ تین کاموں میں سے جو چاہے اسے اختیار کرے۔ دس مسکینوں کو اوسط (درمیانے) درجے کا کھانا کھلانا یا انھیں کپڑا پہنانا یا ایک گردن آزاد کرنا، اگر ان تینوں ہی کی طاقت نہ ہو تو تین روزے رکھے، یہ تین روزے خواہ پے در پے رکھے یا الگ الگ دونوں طرح درست ہے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ : ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ٢٢٥] ''اللہ تمھیں تمھاری قسموں میں لغو پر نہیں پکڑتا، بلکہ تمھیں اس پر پکڑتا ہے جو تمھارے دلوں نے کمایا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت: ﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ ﴾ ایسے آدمی کے بارے میں اتری، جو (بات بات پر بغیر ارادۂ قسم کے) کہتا ہے، اللہ کی قسم! کیوں نہیں، اللہ کی قسم! [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ لا یؤاخذکم الله باللغو فی أیمانکم ﴾ : ٤٦١٣]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص قسم کھائے وہ اللہ کی قسم کھائے، ورنہ خاموش رہے۔“ [مسلم، کتاب الأیمان، باب النھی عن الحلف بغیر اللہ : ۱٦٤٦/۳]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔“ [أبو داوٗد، کتاب الأیمان والنذور، باب کراھیة الحلف بالآباء : ۳۲۵۱۔ ترمذی، کتاب النذور، باب ما جاء فی أن من حلف بغیر اللہ فقد أشرك : ۱۵۳۵]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں کبھی اگر کوئی قسم کھا لوں گا اور اس کے سوا دوسری چیز میں بھلائی دیکھوں گا تو وہی کروں گا جس میں بھلائی ہوگی اور قسم توڑ (کر اس کا کفارہ دے) دوں گا۔“ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب الیمین فی ما لا یملك و فی المعصیة والغضب : ٦٦٨٠]

اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ : معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی لونڈی کو آزاد کرنا چاہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے میرے پاس لاؤ۔“ چنانچہ میں اسے آپ کی خدمت میں لایا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ”اللہ کہاں ہے؟“ اس نے جواب دیا کہ آسمان میں۔ آپ نے فرمایا: ”میں کون ہوں؟“ اس نے جواب دیا، آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اسے آزاد کردو، یہ مومنہ ہے۔“ [مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوة : ۵۳۷۔ الموطأ إمام مالك ، کتاب العتق والولاء ، باب ما یجوز من العتق فی الرقاب الواجبة : ۸]

وَ احْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ : یعنی حتی المقدور قسم کھانے سے پرہیز کرو، لیکن قسم کھا لو اور پھر اسے توڑ دو تو اس کا کفارہ ادا کرو۔ ہاں اگر وہ قسم کوئی ناجائز کام کرنے کی ہے تو وہ ہرگز پوری نہ کرے بلکہ توڑ دے۔ اس کا کفارہ ہے یا نہیں اہل علم کا اس میں اختلاف ہے، بہتر ہے کہ ادا کر دے۔

اور اگر یہ قسم کسی بہتر کام کے چھوڑنے کی ہے تو اسے توڑ کر کفارہ ادا کرے، جیسا کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم کسی کام پر قسم کھاؤ اور اس کے علاوہ دوسرے کام کو بہتر سمجھو تو بہتر کام کر لو اور قسم کا کفارہ ادا کر دو۔“ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی أیمانکم ...... الخ ﴾ : ٦٦۲۲]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہ اپنے باپوں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنی ماؤں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنے شریکوں کی قسم کھاؤ، اللہ کے علاوہ کسی کی قسم نہ کھاؤ اور اللہ کی قسم بھی نہ کھاؤ مگر اس حال میں کہ تم سچے ہو۔“ [أبو داوٗد، کتاب الأیمان والنذور ، باب کراھیة الحلف بالآباء : ۳۲٤۸۔ نسائی، کتاب الأیمان والنذور ، باب الحلف بالأمھات : ۳۸۰۰]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا،

ماں باپ کی نافرمانی کرنا، کسی شخص کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔" [بخاری، کتاب الأیمان والنذور ، باب الیمین الغموس : ٦٦٧٥]

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شراب سے بچنے کا حکم دیا، لہٰذا شراب حرام ہے، نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں یعنی شراب، جوا، شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر کو حرام قرار دیا ہے اور ان کی حرمت کے لیے چار کلمات استعمال کیے ہیں، یہ چاروں کلمات ان کی حرمت پر دال ہیں: ① "رِجْسٌ" یعنی ناپاک اور گندے۔ ② "مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ" یعنی یہ شیطان کے کام سے ہیں۔ ③ "فَاجْتَنِبُوْهُ" لہٰذا ان کاموں سے بچو۔ ④ "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اَلْخَمْرُ : "خمر" کی تفسیر خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔" [مسلم، کتاب الأشربة، باب بیان أن کل مسکر خمر و أن کل خمر حرام : ٢٠٠٣]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے شراب حرام کر دی ہے، لہٰذا جس شخص تک یہ حکم پہنچ جائے اور اس کے پاس شراب موجود ہو تو وہ اسے نہ پیے اور نہ اسے فروخت کرے۔" [مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر : ١٥٧٨]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا، اے لوگو! جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس وقت یہ پانچ چیزوں انگور، کھجور، گندم، جو اور شہد سے تیار کی جاتی تھی، (یاد رکھو کہ) شراب ہر وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔ [بخاری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فی أن الخمر ما خامر العقل من الشراب : ٥٥٨٨۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی نزول تحریم الخمر : ٣٠٣٢]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شراب پر دس وجوہ سے لعنت ہے، شراب بذات خود ملعون ہے، اس کا پینے والا، پلانے والا، بیچنے والا، خریدنے والا، نچوڑنے والا، جس کے لیے نچوڑی جائے، اٹھانے والا، جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والا، یہ سب کے سب ملعون ہیں۔" [مسند أحمد : ٢/٢٥، ح : ٤٧٨٦۔ أبو داؤد، کتاب الأشربة، باب العصیر للخمر : ٣٦٧٤۔ ابن ماجه، کتاب الأشربة، باب لعنت الخمر علی عشرة أوجه : ٣٣٨٠]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص دنیا میں شراب پیے اور پھر اس سے توبہ نہ کرے تو وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔'' [بخاري، كتاب الأشربة، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ إنما الخمر والميسر ...... الخ ﴾ : ٥٥٧٥۔ مسلم، كتاب الأشربة ، باب بيان أن كل مسكر خمر : ٢٠٠٣]

وَالْمَيْسِرُ : جس چیز میں ہار جیت پر شرط باندھی جائے وہ جوا ہے اور جوا کھیلنا حرام ہے، اگر کوئی اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو اس کے کفارہ کے لیے کچھ صدقہ دے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ میں تمھارے ساتھ جوا کھیلوں تو اسے چاہیے کہ صدقہ کرے۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب من لم ير إكفار من قال ذلك متأولا أو جاهلاً : ٦١٠٧ ـ مسلم ، كتاب الأيمان، باب من حلف باللات والعزىٰ : ١٦٤٧]

گھڑ دوڑ میں اپنے گھوڑے کو اس حال میں شامل نہ کرے کہ اس کے جیتنے کا یقین ہو، ایسا کرنا جوا ہے، یعنی اگر مقابلہ برابر کا نہ ہو تو اپنے گھوڑے کو گھڑ دوڑ میں شامل نہ کرے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص دو گھوڑوں کے درمیان اپنا گھوڑا داخل کرے اور اسے جیت جانے کا یقین نہ ہو تو ایسا کرنا جوا نہیں، لیکن جو شخص اپنے گھوڑے کو دو گھوڑوں کے درمیان داخل کرے اور اسے جیت جانے کا یقین ہو (یعنی اس کا ہارنا غیر یقینی ہو) تو ایسا کرنا جوا ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب في المحلل : ٢٥٧٩]

وَالْاَنْصَابُ : غیر اللہ کے آستانوں پر قربانی کرنا، نذر و نیاز کرنا اور منتیں ماننا یہ سب شرک ہیں۔ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ مقام بوانہ پر ایک اونٹ ذبح کرے گا۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا، بے شک میں نے بوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''کیا وہاں جاہلیت کا کوئی بت تھا جس کی عبادت ہوتی رہی ہو؟'' صحابہ نے کہا، نہیں۔ آپ نے پوچھا: ''کیا وہ جگہ ان کی میلہ گاہ تھی؟'' صحابہ نے کہا، نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کر لے، یقیناً ایسی نذر کی کوئی وفا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو اور نہ اس کی جو انسان کی ملکیت میں نہ ہو۔'' [أبو داؤد، كتاب الأيمان والنذور، باب ما يؤمر به من وفاء النذر : ٣٣١٣]

وَالْاَزْلَامُ : کفار مکہ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے تو تیروں کے ذریعے فال نکال کر معلوم کرتے کہ وہ کام ان کے لیے مناسب ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فال نکالنے کو بھی حرام کر دیا۔ فال سے آئندہ کی خبریں معلوم کرنا صرف وہم ہے، حقیقت کچھ نہیں۔ آئندہ کی خبریں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا ۚ فَاِنْ

تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

’’شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو۔ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور بچ جاؤ، پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمے تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔‘‘

یہ شراب اور جوا کے مزید معاشرتی اور دینی نقصانات ہیں کہ شیطان ان دونوں کے ذریعے تمھارے دلوں میں عداوت اور بغض ڈلوانا چاہتا ہے اور شیطان یہ بھی چاہتا ہے کہ تمھیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں نماز بھی شامل ہے، اس کے باوجود نماز کا علیحدہ ذکر اس کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ : سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مہاجرین و انصار کی ایک مجلس میں گیا تو وہ کہنے لگے، کبھی آؤ تمھیں کھلائیں اور شراب پلائیں اور یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ چنانچہ ایک دن میں ان کے ہاں ایک باغ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے پاس ایک اونٹ کی بھنی ہوئی سری اور شراب کا ایک مشکیزہ رکھا ہوا ہے، سو میں نے بھی ان کے ساتھ کھایا اور پیا۔ پھر میں نے ان سے مہاجرین و انصار کا ذکر کیا اور کہا کہ مہاجرین انصار سے بہتر ہیں۔ یہ سن کر ایک آدمی نے سری کا ایک جبڑا اٹھا کے مجھے مارا اور میری ناک زخمی کر دی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر انھیں یہ بات بتائی تو اللہ عزوجل نے میرے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ﴾ [المائدة : ۹۰، ۹۱] ’’بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے۔‘‘ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص : ۱۷۴۸، بعد الحدیث : ۲۴۱۲]

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا : یعنی شراب اور جوئے سے باز رہنا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے، لہٰذا اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے ڈرو۔ یاد رہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے مراد قرآن و سنت کی پیروی ہے اور سنت بھی قرآن کی طرح ایک مستقل ماخذ ہے۔ سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سن رکھو! بے شک مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی۔‘‘ [مسند أحمد : ۱۳۱/۴، ح : ۱۷۱۷۹۔ أبو داوٗد، کتاب السنة، باب في لزوم السنة : ۴۶۰۴]

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ : اس میں وعید ہے ان لوگوں کے لیے جو حکم قطعی کے باوجود

شراب اور قمار بازی سے باز نہیں آتے۔

﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا١ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۠ ﴾ ۹۳

ع ۱۲/۲

''ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے، جب کہ وہ متقی بنے اور ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، پھر وہ متقی بنے اور ایمان لائے، پھر وہ متقی بنے اور انھوں نے نیکی کی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

حرمت شراب کے بعد بعض صحابہ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ہمارے کئی ساتھی جنگوں میں شہید یا ویسے ہی فوت ہو گئے، جب کہ وہ شراب پیتے رہے ہیں، تو اس آیت میں اس شبہ کا ازالہ کر دیا گیا کہ ان کا خاتمہ ایمان وتقویٰ ہی پر ہوا ہے، کیونکہ شراب اس وقت تک حرام نہیں ہوئی تھی۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا، میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں ساقی کے فرائض سرانجام دے رہا تھا اور ان دنوں کچی پکی کھجوروں کی شراب استعمال ہوا کرتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک شخص اعلان کر رہا تھا کہ شراب کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اور اس شراب کو بہا دو، چنانچہ میں نے اسے بہا دیا اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ فلاں فلاں اشخاص جو فوت ہو گئے ہیں، ان کے پیٹوں میں تو شراب تھی؟ سو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْۤا ﴾ [المائدۃ : ۹۳] ''ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے۔'' [بخاری، کتاب المظالم، باب صب الخمر فی الطریق : ۲۴۶۴۔ مسلم، کتاب الأشربة، باب تحریم الخمر : ۱۹۸۰]

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ١ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ۹۴

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً اللہ تمھیں شکار میں سے کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائے گا، جس پر تمھارے ہاتھ اور نیزے پہنچتے ہوں گے، تاکہ اللہ جان لے کون اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے، پھر جو اس کے بعد حد سے بڑھے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ وہ انھیں آزمائے گا، تاکہ فرماں بردار

اور غیر فرماں بردار دونوں طرح کے لوگوں کا پتا لگ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر حالتِ احرام میں شکار کرنے کو حرام قرار دیا۔ پھر حالت ایسی کر دی کہ چھوٹے بڑے شکار ان کے دائیں بائیں پھرنے لگے، تاکہ اللہ دیکھ لے کہ کون اس کا حکم مان کر انھیں نہیں چھیڑتا اور کون اس کی نافرمانی کرتا ہے۔

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴾ [یٰسٓ : ۱۱] ”تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴾ [قٓ : ۳۱ تا ۳۵] ”اور جنت پرہیز گاروں کے لیے قریب کر دی جائے گی، جو کچھ دور نہ ہو گی۔ یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لیے جو بہت رجوع والا، خوب حفاظت کرنے والا ہو۔ جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ان کے لیے جو کچھ وہ چاہیں گے اس میں ہو گا اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَ مَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شکار کو مت قتل کرو، اس حال میں کہ تم احرام والے ہو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کرے تو چوپاؤں میں سے اس کی مثل بدلہ ہے جو اس نے قتل کیا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے کریں، بطور قربانی جو کعبہ میں پہنچنے والی ہے، یا کفارہ ہے مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا اس کے برابر روزے رکھنا، تاکہ وہ اپنے کام کا وبال چکھے۔ اللہ نے معاف کر دیا جو گزر چکا اور جو دوبارہ کرے تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ سب پر غالب، بڑے انتقام والا ہے۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ : اللہ تعالیٰ نے حالتِ احرام میں شکار کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، ہاں البتہ ان موذی جانوروں کا قتل جائز ہے، جن کا استثنا احادیث میں آیا ہے، سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال (عمرہ ادا کرنے کے لیے) سفر پر روانہ ہوئے، تمام صحابہ احرام باندھ چکے تھے،

صرف میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔ (دوران سفر میں) ہمیں خبر ملی کہ دشمن غیقہ کے مقام پر ہے، سو ہم نے ادھر ہی کا رخ کیا۔ اب میرے ساتھیوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا تو وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے، میں اس وقت اپنی جوتی سینے میں مشغول تھا، لیکن انھوں نے مجھے بتایا نہیں، اگرچہ وہ یہ چاہتے تھے کہ میں اسے دیکھ لوں، اچانک جو میں نے اوپر نظر اٹھائی تو میں نے اس گدھے کو دیکھ لیا، سو میں گھوڑے کی طرف گیا، اس پر زین کسی اور پھر اس پر سوار ہو گیا، اپنا نیزہ پکڑ لیا، لیکن میرا کوڑا گر گیا۔ میں نے ان سے کہا مجھے کوڑا اٹھا کر پکڑا دو۔ انھوں نے کہا، اللہ کی قسم! ہم تو اس کام میں تیری کچھ مدد نہیں کریں گے۔ مجھے غصہ تو آیا، بہر حال میں اترا اور کوڑا لے کر سوار ہو گیا۔ پھر میں گھوڑے کے ذریعے اس پر حملہ آور ہوا اور نیزہ چبھو کر اسے روک دیا۔ اب میں نے پھر ان سے مدد طلب کی تو انھوں نے پھر میری مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ الغرض (بعد میں) سبھی نے اس میں سے کھایا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ سے جا ملا ...... تو میں نے عرض کی کہ ہم نے ایک جنگلی گدھا شکار کیا ہے اور اس میں سے کچھ ہمارے پاس موجود ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کسی نے شکار کیا تھا، یا اس پر حملہ کرنے کے لیے تم میں سے کسی نے کچھ کہا ہو؟'' صحابہ نے کہا، نہیں۔ آپ نے صحابہ سے، جو احرام باندھے ہوئے تھے، فرمایا: ''جو بچا ہے وہ تم بھی کھا سکتے ہو اور تمھارے پاس اس میں سے کچھ ہے؟'' چنانچہ میں نے اس کا بازو پیش کیا تو آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ [بخاری، کتاب جزاء الصید، باب إذا رأی المحرمون صیدًا فضحکوا ففطن الحلال : ۱۸۲۲۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم الصید المأکول البری...... الخ : ۱۱۹۶]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ موذی جانور ایسے ہیں جنھیں حرم میں قتل کیا جا سکتا ہے، کوا، چیل، بچھو، چوہیا اور باؤلا کتا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب فی شراب أحدکم فلیغمسہ : ۳۳۱۴۔ مسلم، کتاب الحج، باب ما یندب للمحرم وغیرہ : ۱۱۹۸/۶۸]

وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ : یعنی احرام کی حالت میں جیسا شکار مارے اسی کے مطابق نذرانہ دے، خواہ وہ شکار بھول کر ہی کیوں نہ مارا ہو، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص احرام کی حالت میں شکار مار ڈالے اس کے ذمے ایک مینڈھے کی قربانی ہے۔'' [أبو داؤد، کتاب الأطعمۃ، باب فی أکل الضبع : ۳۸۰۱۔ ابن حبان : ۳۹۶۴۔ مستدرك حاکم : ۴۵۳/۱، ح : ۱۶۶۳]

هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ : یعنی اس جانور کو مکہ معظمہ میں لے جا کر ذبح کیا جائے اور وہیں اس کا گوشت مسکینوں میں تقسیم کیا جائے۔

اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ : اس آیت میں ''اَوْ'' تخییر کے لیے ہے، یعنی شکار کرنے والے کو اختیار ہے کہ ان تینوں میں سے جو کفارہ چاہے ادا کرے۔ شکار کردہ جانور کی مثل جو کعبہ یعنی حرم میں لے جا کر قربان کیا جائے، یا اس کی مثل کے مساوی قیمت کا غلہ بطور کفارہ مسکینوں میں تقسیم کیا جائے، یا اس کے برابر

روزے رکھے جائیں۔ یعنی ہر دو مد غلے (ایک کلو) کے بدلے ایک روزہ رکھے۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾

''تمھارے لیے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا اور اس کا کھانا بھی، اس حال میں کہ تمھارے لیے سامان زندگی ہے اور قافلے کے لیے اور تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے، جب تک تم احرام والے رہو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔''

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ : حالتِ احرام میں شکار کی حرمت اور اس کا کفارہ بیان کرنے کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بطور احسان یہ بتایا ہے کہ محرم کے لیے سمندر کی زندہ مچھلیوں کا شکار اور ان مردہ مچھلیوں کا کھانا بھی حلال ہے جو موجوں کی زد میں آ کر ساحل سمندر پر آ جاتی ہیں، سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ بھیجا اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر فرما دیا۔ دراصل ہمیں قریش کے ایک قافلے کا تعاقب کرنا تھا، آپ نے کھجوروں کا ایک تھیلا ہمیں زاد راہ کے طور پر دیا تھا اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس میں سے ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے۔ راوی نے جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تب تم ان کھجوروں کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ انھوں نے بتایا کہ ہم اس طرح ان کو چوسا کرتے تھے جیسے بچے چوستے ہیں، پھر اوپر سے پانی پی لیتے اور یوں صبح سے شام تک ایک ہی کھجور سے گزارہ کر لیتے اور کبھی درختوں کے پتوں کو ڈنڈے مار کر گراتے اور پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ بہرحال چلتے چلتے ہم ساحل سمندر پر پہنچ گئے۔ وہاں ہمیں ایک بڑا ٹیلا نظر آیا۔ جب ہم اس کے قریب آئے تو وہ عنبر نامی مچھلی نکلی۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے (دیکھ کر) کہا یہ تو مری ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ نہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے ہیں، اللہ کے رستے میں نکلے ہیں اور تم لوگ اس وقت اضطراری کیفیت میں ہو، لہٰذا اسے کھا سکتے ہو۔ ہم کل تین سو آدمی تھے جو اسے مسلسل ایک مہینا تک کھاتے رہے، یہاں تک کہ ہم موٹے ہو گئے۔ ہم اس کی آنکھ کے خول سے تیل کے مٹکے بھرتے تھے اور بیل کے برابر اس کی بوٹیاں کاٹتے تھے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو اکٹھا کیا اور انھیں اس کی آنکھ کے خول میں بٹھا دیا، پھر اس کی ایک پسلی کو کھڑا کیا اور ہمارے سب سے بڑے اونٹ کے اوپر کجاوا رکھا اور اسے اس کے نیچے سے گزارا تو وہ آسانی سے گزر گیا۔ ہم نے اس کے باقی ماندہ گوشت میں سے وشائق (وہ ابلا ہوا گوشت جو سفر کے لیے ساتھ رکھتے ہیں) بنا لیے، پھر جب ہم واپس مدینہ پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو یہ سارا واقعہ ہم نے آپ کو کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: ''(دراصل) اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے یہ رزق فراہم کیا تھا، اگر تمھارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ باقی ہے تو ہمیں بھی کھانے کے لیے دو۔'' چنانچہ ہم نے کچھ

گوشت آپ کی طرف بھیجا تو آپ نے اسے تناول فرمایا۔[مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب إباحة میتات البحر : ۱۹۳۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں، اب اگر اس سے وضو کر لیں تو پیاسے رہ جائیں، تو کیا ہم سمندر کے پانی کے ساتھ وضو کر سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔“[الموطأ إمام مالك، کتاب الطهارة، باب الطهور للوضوء : ۱۲۔ أبو داؤد، کتاب الطهارة، باب الوضوء بماء البحر : ۸۳۔ ترمذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی ماء البحر أنه طهور : ۶۹]

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا : حالتِ احرام میں خشکی کے جانوروں کا شکار حرام ہے، لہٰذا جب کوئی محرم قصد و ارادے سے شکار کرے تو وہ گناہ گار ہو گا اور اسے تاوان ادا کرنا ہو گا، اگر غلطی سے شکار کرے تو بھی اسے تاوان ادا کرنا ہو گا۔ بہر حال شکار جس طرح بھی کیا ہو، اس کا کھانا اس کے لیے حرام ہے، کیونکہ یہ مردار کی طرح ہے۔ اس شکار کا کھانا محرم اور غیر محرم سب لوگوں کے لیے حرام ہے۔ اگر کسی غیر محرم نے شکار کیا ہو اور وہ محرم کو بطور ہدیہ دے تو اگر غیر محرم نے محرم کو ہدیہ دینے کی نیت ہی سے شکار کیا ہو گا تو پھر محرم کے لیے جائز نہیں ہو گا، جیسا کہ سیدنا صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقام ابوا یا ودان میں ایک نیل گائے پیش کی تو آپ نے اس کے ہدیے کو لوٹا دیا اور جب اس کے چہرے کو (پژمردہ ہوتے ہوئے) ملاحظہ کیا تو فرمایا: ”دراصل ہم نے ہدیہ اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔“[بخاری، کتاب جزاء الصید، باب إذا أهدى للمحرم حمارًا وحشيًا حيا لم يقبل : ۱۸۲۵۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم الصید المأكول البری ...... الخ : ۱۱۹۳]

اس سے استدلال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا کہ اس نے یہ شکار شاید میرے ہی لیے کیا ہے، اس لیے آپ نے اسے قبول نہ فرمایا اور اگر اس نے شکار محرم کو ہدیہ دینے کی نیت سے نہ کیا ہو تو پھر اسے کھانا جائز ہے، جیسا کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ حلال تھے، محرم نہیں تھے، انھوں نے ایک نیل گائے کو شکار کیا، ان کے دیگر ساتھی محرم تھے تو انھوں نے اس شکار کے کھانے میں توقف کیا اور اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم میں سے کسی نے اس شکار کی طرف اشارہ کیا تھا، یا اسے شکار کرنے میں کوئی مدد دی تھی؟“ صحابہ نے جواب دیا، نہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تب تم اسے کھا سکتے ہو۔“ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے تناول فرمایا۔[بخاری، کتاب جزاء الصید، باب لا یشیر المحرم إلى الصید : ۱۸۲۴۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم الصید المأكول البری ...... الخ : ۱۱۹۶]

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَ الْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾

”اللہ نے کعبہ کو، جو حرمت والا گھر ہے، لوگوں کے قیام کا باعث بنایا ہے اور حرمت والے مہینے کو اور قربانی کے جانوروں کو اور پٹوں (والے جانوروں) کو۔ یہ اس لیے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ کہ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ : اوپر کی آیت میں محرم کے لیے شکار کو حرام قرار دیا، اب اس آیت میں بتایا کہ جس طرح حرم کو اللہ تعالیٰ نے وحشی جانوروں اور پرندوں کے لیے سبب امن قرار دیا ہے، اسی طرح اسے لوگوں کے لیے بھی جائے امن بنایا ہے اور دنیوی اور اخروی سعادتوں کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ﴾ [آل عمران : ۹۷] ”اور جو کوئی اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القصص : ۵۷] ”اور انھوں نے کہا اگر ہم تیرے ہمراہ اس ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے۔ اور کیا ہم نے انھیں ایک با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، ہماری طرف سے روزی کے لیے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ﴾ [البقرۃ : ۱۲۵] ”اور جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے لوٹ کر آنے کی جگہ اور سراسر امن بنایا۔“

اہل مکہ کی معاش (روزی) کا مدار اسی پر ہے کہ لوگ دور دراز سے حج اور تجارت کے ارادے سے یہاں پہنچتے ہیں اور ہر قسم کی ضروریات ساتھ لاتے ہیں جس سے اہل مکہ رزق حاصل کرتے ہیں اور لوگ یہاں پہنچ کر امن و امان پاتے ہیں، حتیٰ کہ جاہلیت میں بھی حرم کے اندر کوئی شخص اپنے باپ یا بیٹے کے قاتل تک کو کچھ نہ کہتا تھا۔ یہ عبادت و ثواب کے اعتبار سے بھی بہترین جگہ ہے۔ الغرض یہ تمام چیزیں لوگوں کے قیام کے باعث ہیں۔ لوگوں کے قائم رہنے کے ذرائع میں یہ بھی شامل ہے کہ قیامت کے قریب جب ایک حبشی کعبۃ اللہ کو گرا دے گا تو اس کے بعد بہت جلد قیامت آ جائے گی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا حبشی گرائے گا۔“ [بخاري، كتاب الحج، باب هدم الكعبة : ۱۵۹۶]

وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ : حرمت والے مہینے چار ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ ان چار مہینوں میں لوگ امن سے سفر اور تجارت کرتے اور اپنے سال بھر کا سامان جمع کر لیتے۔ اس اعتبار سے یہ مہینے بھی گویا لوگوں کی زندگی قائم رہنے کا ذریعہ ہیں، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عبد القیس کا وفد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا...... تو (وفد کے لوگوں نے) کہا، اے اللہ کے رسول! ہم سوائے حرمت والے مہینے کے اور کسی ماہ میں آپ کے پاس نہیں آ سکتے، اس لیے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان مضر قبیلہ کے کفار حائل ہیں۔ [بخاري، كتاب الإيمان، باب أداء الخمس من الإيمان : ۵۳۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بالإيمان بالله ورسوله : ۱۷]

وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ : ''ھدی'' کے جانور اور قلادہ پہنائے ہوئے اونٹوں کو بھی اللہ نے ان کے لیے امن کا ذریعہ بنا دیا تھا۔ اس لیے کہ جو شخص ''ھدی'' کا عام جانور یا قلادہ پہنایا ہوا اونٹ لے کر، حرم کی طرف روانہ ہو جاتا تھا تو راستے میں کوئی اس سے تعرض نہیں کرتا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَ لَاۤ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ﴾ [المائدة : ٢] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم کی قربانی کی اور نہ پٹوں (والے جانوروں) کی اور نہ حرمت والے گھر کا قصد کرنے والوں کی، جو اپنے رب کا فضل اور خوش نودی تلاش کرتے ہیں۔''

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) بنو کنانہ کے ایک شخص نے (اہل مکہ سے) کہا، مجھے اجازت دو کہ میں ان (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے پاس جاؤں، (اہل مکہ نے) کہا، ٹھیک ہے، تم ان کے پاس جاؤ۔ چنانچہ جب وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے پاس آیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ فلاں شخص ہے اور یہ اس قوم کا فرد ہے جو قربانی کے جانوروں کی بہت تعظیم کرتے ہیں، سو تم قربانی کے جانور اس کے سامنے لا کر کھڑے کر دو۔'' چنانچہ صحابہ نے قربانی کے جانور لا کر کھڑے کر دیے اور لبیک کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا، سبحان اللہ! ان لوگوں کو کعبہ جانے سے روکنا مناسب نہیں۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور اس نے ان سے کہا، میں نے (ان کے پاس) قربانی کے جانور دیکھے ہیں، یوں کہ ان کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہیں اور ان کا اشعار کیا جا چکا ہے، سو میں تو مناسب نہیں سمجھتا کہ انھیں کعبہ سے روکا جائے۔ [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد : ٢٧٣١، ٢٧٣٢]

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ : یعنی اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی تمام اشیا کو ان کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی جانتا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اسے بھی جانتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔''

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾

''جان لو! بے شک اللہ بہت سخت عذاب والا ہے اور بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس بات کو خوب جان لو کہ تمھارا رب جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور جس سے

تمھارے ظاہری اور باطنی اعمال کی کوئی چیز بھی مخفی نہیں، وہ اپنی نافرمانی کرنے والوں کو سخت سزا دیتا ہے اور اطاعت کرنے والوں اور اپنی طرف رجوع کرنے والوں کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ سزا (عذاب) کا علم ہو جائے تو کوئی جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت (کی وسعت) کا علم ہو جائے تو کوئی اس کی جنت سے ناامید نہ ہو۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالٰی و أنها تغلب غضبه : ۲۷۵۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں اسے لکھا اور اس نے اپنی ذات سے متعلق بھی لکھا اور وہ کتاب اس کے پاس عرش پر موجود ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔'' [بخاري، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی : ﴿ و یحذرکم الله نفسه ﴾ : ۷۴۰۴۔ مسلم، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالٰی ...... الخ : ۲۷۵۱]

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

''رسول پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے سرزنش اور وعید ہے کہ ہمارے اس رسول کے ذمے، جسے ہم نے تمھاری طرف بھیجا ہے، یہ ہے کہ وہ تم تک ہمارے پیغام کو پہنچا دے۔ پھر اطاعت پر ثواب اور معصیت پر عذاب دینا ہمارا کام ہے اور ہم سے نہ وہ شخص مخفی ہے جو اطاعت کرے اور ہمارے پیغام کو قبول کرے اور نہ وہ جو نافرمانی کرے اور پیغام قبول کرنے سے انکار کر دے، کیونکہ ہم تم میں سے ہر شخص کے عمل کو جانتے ہیں۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

''کہہ دے ناپاک اور پاک برابر نہیں، خواہ ناپاک کی کثرت تجھے تعجب میں ڈالے۔ پس اللہ سے ڈرو اے عقلوں والو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

اللہ کی نگاہ میں اشخاص، اعمال اور اموال میں اچھے اور برے برابر نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ہمیشہ صالح اعمال اور حلال مال کے حصول کی کوشش میں لگے رہنا چاہیے۔ خبیث کی کثرت اگرچہ بعض اوقات انسان کو متاثر کرتی ہے، لیکن اللہ کے نزدیک ہمیشہ اعتبار صالحیت اور عمدگی کا ہوتا ہے، قلت و کثرت کا نہیں۔ اگر افراد یا مال یا عمل، صالح ہے تو تھوڑا بھی مذموم و خبیث کی کثرت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اس لیے مومنوں کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ خبیث سے احتراز کریں اور

طیب وصالح کو ترجیح دیں، چاہے وہ کم ہو۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کوئی ایک کھجور کے برابر بھی حلال کمائی سے صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی ہی سے صدقہ قبول کرتا ہے، تو (حلال کمائی سے کیا گیا صدقہ) اللہ تعالیٰ دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اس کے مالک کے لیے اسے پالتا (بڑھاتا) رہتا ہے، جس طرح کوئی تم میں سے اپنا بچھیرا پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ (صدقہ) پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' [بخاری، كتاب الزكاة، باب الصدقة من كسب طيب : ١٤١٠۔ مسلم، كتاب الزكاة ، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها : ١٠١٤]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان چیزوں کے بارے میں سوال مت کرو جو اگر تمھارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں بری لگیں اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہے تو تمھارے لیے ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ نے ان سے درگزر فرمایا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت برد بار ہے۔ بے شک تم سے پہلے ان کے بارے میں کچھ لوگوں نے سوال کیا، پھر وہ ان سے کفر کرنے والے ہو گئے۔''

یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ادب سکھایا ہے اور انھیں ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کرنے سے منع فرما دیا ہے جن کے بارے میں سوال کرنے اور کرید کرنے میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سوال کے جواب میں اگر ان باتوں کو ظاہر کر دیا جائے تو انھیں بری لگیں اور ان کا سننا ان کے لیے گراں ہو۔

لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ : یعنی بلا ضرورت سوال کرو گے اور اس کا جواب تمھاری آسانی کے خلاف اتر آیا تو خواہ مخواہ مشکل میں پڑ جاؤ گے اور پھر نہ ماننے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان قرار پاؤ گے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے اس طرح کا خطبہ کبھی نہیں سنا تھا۔ آپ نے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا تھا: ''اگر تم اسے جان لو جسے میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔'' صحابہ نے یہ سن کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا اور زار و قطار رونے لگے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ میرے والد کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تیرا باپ فلاں شخص ہے۔'' چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ﴾ [المائدة : ١٠١] [بخاری، كتاب التفسير ، باب قوله : ﴿ لا تسئلوا عن أشياء إن تبدلكم تسؤكم ﴾ : ٤٦٢١]
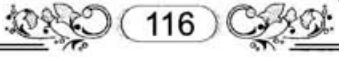
سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی کثرت سے سوال پوچھے تو ایک دن آپ تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر فرمانے لگے: ''آج تم مجھ سے جو بھی سوال پوچھو گے تو میں تمھیں اس کا جواب دوں گا۔'' یہ سن کر صحابہ ڈر گئے کہ شاید کوئی معاملہ پیش نہ آنے والا ہو، میں نے دائیں بائیں دیکھا تو محسوس ہوا کہ ہر شخص اپنے کپڑے میں سر چھپائے رو رہا ہے۔ ایک شخص نے خاموشی توڑی، اس کا جب کسی سے جھگڑا ہوتا تو اسے اس کے غیر باپ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، اس نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تمھارا باپ حذافہ ہے۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی، ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں اور برے فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے خیر و شر کا جیسا منظر آج دیکھا ہے کبھی اس طرح کا اچھا یا برا منظر نہیں دیکھا۔ مجھے آج جنت اور جہنم کا منظر دکھایا گیا ہے، حتیٰ کہ میں نے انھیں دیوار سے بھی قریب دیکھا ہے۔'' [بخاري، كتاب الفتن، باب التعوذ من الفتن : ٧٠٨٩۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب توقيره ﷺ وترك إكثار سؤاله عما لا ضرورة إليه : ٢٣٥٩/١٣٦]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ازراہ مذاق سوال پوچھا کرتے تھے، کوئی کہتا کہ میرا باپ کون ہے؟ کسی کی اونٹنی گم ہو جاتی تو وہ پوچھتا کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ تو ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ﴾ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ لا تسئلوا عن أشياء إن تبدلكم تسؤكم ﴾ : ٤٦٢٢]

وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ : مراد یہ ہے کہ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو، ممکن ہے کہ تمھارے سوال کی وجہ سے کوئی ایسا حکم نازل ہو جائے جس میں تمھارے لیے سختی اور تنگی ہو، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہ تھی، مگر اس کے سوال کرنے کے باعث حرام قرار دے دی گئی۔'' [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة ، باب ما يكره من كثرة السؤال : ٧٢٨٩۔ مسلم، كتاب الفضائل ، باب توقيره ﷺ وترك إكثار سؤاله عما لا ضرورة إليه : ٢٣٥٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اس وقت تک چھوڑے رکھو جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں، کیونکہ تم سے پہلے لوگ کثرتِ سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔'' [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ٧٢٨٨۔ مسلم، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر : ١٣٣٧]

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ : یہ بنی اسرائیل کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ ان کا حال یہ تھا کہ

اپنے انبیاء سے ایک چیز خواہ مخواہ کرید کرید کر دریافت کرتے اور جب وہ حرام قرار دے دی جاتی تو بجا نہ لاتے، اس طرح دونوں حالتوں میں نافرمان ٹھہرتے۔ یہ ساری آفت بلاضرورت کثرتِ سوال سے پیش آتی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴾ [آل عمران : ۹۷] ''اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے، جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے۔'' تو صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپ خاموش رہے۔ انھوں نے پھر پوچھا، کیا یہ ہر سال فرض ہے؟ آپ پھر بھی خاموش رہے۔ انھوں نے سہ بار پوچھا، کیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں! ہر سال فرض نہیں ہے اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا واجب ہو جاتا، جبکہ تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔'' چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ﴾ [مسند أحمد : ۱۱۳/۱، ح : ۹۰۸ مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر : ۱۳۳۷]

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

''اللہ نے نہ کوئی کان پھٹی اونٹنی مقرر فرمائی ہے اور نہ کوئی سانڈ چھٹی ہوئی اور نہ کوئی اوپر تلے بچے دینے والی مادہ اور نہ کوئی بچوں کا باپ اونٹ اور لیکن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔''

اوپر کی آیتوں میں ایسی باتوں سے کرید کرنے اور سوال کرنے سے منع فرمایا جو لوگوں پر لازم نہیں کی گئیں۔ اب اس آیت میں ایسے کام اپنے اوپر لازم کر لینے سے منع فرمایا جو اللہ کی طرف سے لازم نہ ہوں۔

یہ ان جانوروں کی قسمیں ہیں جو اہل عرب اپنے بتوں کی نذر کر دیا کرتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو اس طرح مشروع نہیں کیا ہے، کیونکہ اس نے تو نذر و نیاز صرف اپنے لیے خاص کر رکھی ہے۔ بتوں کے لیے یہ نذر و نیاز کے طریقے مشرکوں نے ایجاد کیے ہیں۔

سعید بن مسیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بحیرہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کے دودھ کو بتوں کے لیے وقف کر دیا جاتا تھا اور کوئی آدمی اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا اور سائبہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے وہ اپنے معبودوں کے لیے وقف کر دیتے تھے اور ان پر کوئی بوجھ نہیں لادا جاتا تھا۔ فرماتے ہیں، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ اپنی انتڑیوں کو جہنم میں گھسیٹ رہا تھا، یہ پہلا وہ شخص تھا جس نے جانوروں کو سائبہ بنانے کی رسم کی داغ بیل ڈالی تھی۔'' اور وصیلہ اس جوان اونٹنی کو کہتے ہیں جو پہلی اور دوسری بار مادہ کو جنم دیتی، اگر اس نے پہلی اور دوسری بار مادہ ہی کو جنم دیا ہوتا اور اس درمیان کوئی نر نہ ہوتا تو وہ لوگ اسے بتوں کے نام پر وقف کر
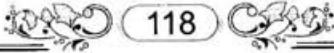
دیتے تھے، حام اس سانڈ اونٹ کو کہتے تھے جو ایک مخصوص تعداد میں اونٹنیوں کو حاملہ کر دیتا تو اسے بتوں کے نام پر وقف کر دیتے، اس پر کوئی بوجھ نہ لادتے اور اسے حامی کے نام سے موسوم کر دیتے تھے۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ما جعل الله من بحيرة و لا سائبة ...... الخ ﴾ : ٤٦٢٣۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ٢٨٥٦/٥١]

غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنے کا یہ سلسلہ اب بھی کفار کے علاوہ نام نہاد مسلمانوں میں جاری ہے، مثلاً پیروں کی گائیں جہاں چاہیں پھریں انھیں کچھ نہیں کہا جاتا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک جس نے سب سے پہلے جانوروں کو سائبہ بنانے کی رسم ڈالی اور سب سے پہلے بتوں کی عبادت کی وہ ابوخزاعہ عمرو بن عامر تھا اور میں نے اسے دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی انتڑیوں کو گھسیٹ رہا تھا۔“ [مسند أحمد : ٤٤٦/١، ح : ٤٢٥٧۔ بخاری، كتاب المناقب، باب قصة خزاعة : ٣٥٢١]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝۱۰۴

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔“

جو مشرکین مختلف شرکیہ اعمال میں مبتلا تھے، ان سے جب کہا جاتا کہ تم لوگ اپنے باپ دادا کی تقلید چھوڑ دو، جنھوں نے اللہ کے بارے میں افترا پردازی سے کام لیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول جو کہتے ہیں اس پر عمل کرو، تو وہ فوراً بول اٹھتے کہ ہم تو اپنے باپ دادا ہی کی تقلید کریں گے، اس کا جواب اللہ نے دیا کہ کیا باپ دادا کی تقلید ان کے لیے کافی ہوگی، چاہے ان کے وہ باپ دادا حق کو جانتے اور پہچانتے نہ ہوں، اس آیت میں اگرچہ عرب کے مشرکین کی بات ہو رہی ہے، مگر لفظ عام ہیں جن میں ان تمام لوگوں کی مذمت کی جا رہی ہے جو حق بات پر غور و فکر کرنے اور اسے مان لینے کی بجائے اپنے باپ دادا کے رسم و رواج یا مذہبی پیشواؤں کی تقلید کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٧٠] ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔“

تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ : سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ہدایت اور علم کی مثال، جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، مثل تیز بارش کے ہے، جو زمین پر برسے۔ تو جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی کو جذب کر لیتی ہے، پھر اس سے بہت سارا چارا اور گھاس اگتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ (اس کو) پیتے ہیں اور (اپنے جانوروں کو) پلاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں اور کچھ بارش (زمین کے) دوسرے حصے کو پہنچی کہ جو بالکل چٹیل میدان ہے، نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ سبزہ اگاتا ہے۔ پس یہی مثال ہے اس شخص کی جو اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کرے اور جس چیز کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، وہ چیز اسے فائدہ دے اور وہ (اس کو) پڑھے اور پڑھائے اور مثال ہے اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر (تک) نہ اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو، جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، قبول نہ کیا۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹]

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا ٱهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، تمھیں وہ شخص نقصان نہیں پہنچائے گا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پا چکے، اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے نفسوں کی اصلاح کریں اور مقدور بھر کوشش کر کے نیک کام کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی اصلاح کر لے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ حتی المقدور ادا کرے تو دوسروں کی گمراہی کا وبال اس کے سر نہیں آئے گا۔ اس لیے کہ روز قیامت کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہر شخص کو اس کے اپنے کیے کا بدلہ ملے گا۔ دوسروں کا گناہ اس کے سر نہیں ڈالا جائے گا۔

بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ سمجھ لیا کہ انسان بس اپنی نجات کی فکر کرے دوسروں کی اصلاح ضروری نہیں، چنانچہ اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے سیدنا قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خطبے کے لیے کھڑے ہوئے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا، لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا ٱهْتَدَيْتُمْ ﴾ [المائدۃ : ۱۰۵] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، تمھیں وہ شخص نقصان نہیں پہنچائے گا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پا چکے'' اور تم اس سے غلط استدلال کرتے ہو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''بے شک لوگ جب کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو

قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے۔‘‘ اور اسی روایت میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب کسی قوم میں کچھ لوگ برائی کریں اور دوسرے لوگ اسے ختم کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور وہ اسے ختم نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوتاہی کی وجہ سے ان سب کو عذاب میں شامل کرے۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهي : ۴۳۳۸۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء في نزول العذاب إذا لم يغير المنكر : ۲۱۶۸۔ مسند أحمد : ۵/۱، ح : ۱۷]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَ لَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ مَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھاری آپس کی شہادت، جب تم میں سے کسی کو موت آپہنچے، وصیت کے وقت، دو عدل والے آدمی ہوں گے، جو تم میں سے ہوں، یا دو اور تمھارے غیر سے ہوں، اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو، پھر تمھیں موت کی مصیبت آپہنچے، تم ان دونوں کو نماز کے بعد روک لو گے، اگر تم شک کرو، پس وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں گے کہ ہم اس کے ساتھ کوئی قیمت نہیں لیں گے، اگرچہ وہ قرابت والا ہو اور نہ ہم اللہ کی شہادت چھپائیں گے، بے شک ہم اس وقت یقیناً گنہگاروں سے ہوں گے۔ پھر اگر اطلاع پائی جائے کہ بے شک وہ دونوں کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو دو اور ان کی جگہ کھڑے ہوں گے، ان میں سے جن کے خلاف گناہ کا ارتکاب ہوا ہے، جو زیادہ قریب ہوں، پس وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں گے کہ یقیناً ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ سچی ہے اور ہم نے زیادتی نہیں کی، بے شک ہم اس وقت یقیناً ظالموں میں سے ہوں گے۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ گواہی کو اس کے طریقے پر ادا کریں، یا اس سے ڈریں کہ (ان کی) قسمیں ان (قرابت داروں) کی قسموں کے بعد رد کر دی جائیں گی اور اللہ سے ڈرو اور سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! جب تم حالت سفر میں ہو اور تمھاری وفات کے آثار ظاہر ہونے لگیں اور تمھارے پاس مال و اثاثہ ہو، تو اللہ کا حکم یہ ہے کہ مسلمانوں یا غیر مسلموں میں سے دو اصحاب عدل و صدق کو اس پر گواہ بنا دو۔ اگر ان دونوں گواہوں کے بارے میں میت کے ورثا کو شبہ ہو کہ شاید انھوں نے خیانت کی ہے اور میت کا کچھ مال چھپا لیا ہے تو انھیں عصر کی نماز کے بعد حلف اٹھانے کے لیے روک لیا جائے گا۔ پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں گے اور کہیں گے کہ ہم مال کی وجہ سے اللہ کی جھوٹی قسم نہیں کھائیں گے، چاہے جس کے لیے ہم قسم کھا رہے ہیں وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور جس گواہی کا اللہ نے حکم دیا ہے اسے چھپا کر ہم گناہ گار نہیں ہوں گے اور اگر ان دونوں کے قسم کھا لینے کے بعد پتا چل جائے کہ انھوں نے خیانت کی ہے تو میت کے رشتہ داروں میں سے دو قریبی رشتہ دار آگے بڑھیں گے اور حلف اٹھائیں گے کہ ہم دونوں کی گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ قابل قبول ہے کہ انھوں نے خیانت کی ہے اور کذب بیانی سے کام لیا ہے اور یہ کہ ہم نے جو ان پر خیانت کی تہمت دھری ہے تو اس میں ہم نے ان پر زیادتی نہیں کی، اگر ہم نے زیادتی کی ہوگی تو ظالموں میں سے ہوں گے اور اللہ کی ناراضی اور اس کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس طرح حلف لینے کی حکمت و مصلحت بیان کی کہ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ گواہان آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہوئے امر واقعہ میں بغیر کوئی تبدیلی لائے گواہی دیں گے اور خیانت کی شکل میں دو قریبی رشتہ داروں سے حلف لینے کی حکمت یہ ہے کہ حالتِ سفر کے گواہان ڈریں گے کہ اگر ہم نے کذب بیانی کی تو ہماری قسم رد کر دی جائے گی اور قریبی رشتہ دار قسم کھائیں گے اور ہمارا جھوٹ لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے گا۔

ان آیات کی شان نزول یہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، بنو سہم قبیلہ کا ایک (مسلمان) شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ سفر کے لیے نکلا۔ سہمی کو ایسی سرزمین پر موت آئی کہ وہاں کوئی مسلمان نہیں تھا جس کو وہ وصیت کرتا اور سامان اس کے حوالے کرتا، لہٰذا اس نے اپنے سامان کو تمیم اور عدی کے حوالے کر دیا۔ پھر جب وہ دونوں اس کے ترکہ کے ساتھ واپس آئے تو ورثا نے دیکھا کہ چاندی کا ایک جام جس پر سونے کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے، غائب ہے۔ (مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا) آپ نے تمیم اور عدی سے قسم لی (اور ان کو چھوڑ دیا)، بعد میں وہ جام مکہ میں ملا، ان لوگوں نے (جن کے پاس سے جام ملا تھا) کہا کہ ہم نے اس کو تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ پھر اس سہمی کے ورثا میں سے دو آدمی کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی کہ یہ انھی کے ساتھی (یعنی سہمی) کا جام ہے، چنانچہ یہ آیت انھی کے سلسلہ میں نازل ہوئی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ﴾ [بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ یأیها الذین امنوا شهادة بینکم ﴾ : ٢٧٨٠]

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

’’جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا، پھر کہے گا تمھیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں، بے شک تو ہی چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔‘‘

دین کے کچھ مسائل و احکام بیان کرنے کے بعد اب قیامت کے بعض احوال ذکر فرما دیے، تاکہ نافرمانی کرنے والوں کو ڈانٹ ڈپٹ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ قیامت کے دن انبیاء سے مخاطب ہو کر یہ پوچھے گا کہ ان کی ان امتوں نے، جن کی طرف انھیں مبعوث کیا گیا تھا، انھیں کیا جواب دیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٦] ’’تو یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناً ہم رسولوں سے (بھی) ضرور پوچھیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الحجر : ٩٢، ٩٣] ’’سو تیرے رب کی قسم ہے! یقیناً ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ اس کے بارے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔‘‘

قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ : انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی قوموں نے اچھا یا برا جو بھی معاملہ کیا، اس کا علم تو یقیناً انھیں ہوگا لیکن وہ اپنے علم کی نفی یا تو محشر کی ہولناکیوں اور اللہ عزوجل کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے کریں گے، یا اس کا تعلق ان کی وفات کے بعد کے حالات سے ہوگا جس کی طرف درج ذیل حدیث میں بھی واضح اشارہ ملتا ہے، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں حوض پر تمھارا میر سامان ہوں گا، تم میں سے بعض لوگ وہاں لائے جائیں گے، پھر مجھ سے دور ہٹا دیے جائیں گے، میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ جواب میں کہا جائے گا، آپ نہیں جانتے، انھوں نے آپ کے بعد کیسی کیسی بدعات شروع کر دیں۔‘‘ [بخاري، كتاب الفتن، باب ما جاء في قول الله تعالى : ﴿ واتقوا فتنة لا تصيبن ...... الخ ﴾ : ٧٠٤٩]

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۫ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۚ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

’’جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میری نعمت یاد کر، جب میں نے روح پاک سے تیری مدد کی، تو گود میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل

سکھائی اور جب تو مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند میرے حکم سے بناتا تھا، پھر تو اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے ایک پرندہ بن جاتی تھی اور تو پیدائشی اندھے اور برص والے کو میرے حکم سے تندرست کرتا تھا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتا تھا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا، جب تو ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو ان میں سے ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔"

یعنی پہلے تمام انبیاء سے اجتماعی طور پر پوچھا جائے گا کہ ان کی قوم نے انھیں کیا جواب دیا تھا، یا ان کی دعوت کو کس حد تک قبول کیا تھا؟ پھر ہر نبی سے الگ الگ یہی سوال ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام سے سوال و جواب کو بالخصوص اس لیے ذکر کیا گیا کہ آپ کی امت نے مستقلاً کئی الٰہ بنا لیے تھے۔ سوال و جواب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے احسانات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ احسانات قرآن کریم میں جابجا مذکور ہیں۔ ان میں سے اکثر اس مقام پر یکجا کر کے ذکر کیے گئے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں: ① عیسیٰ علیہ السلام پر سب سے بڑا احسان یہ تھا کہ آپ بغیر باپ کے جبریل علیہ السلام کے روح پھونکنے سے پیدا ہوئے تھے، آپ کی پیدائش فطری طریق سے ہٹ کر خرق عادت اور معجزانہ طور پر ہوئی تھی۔ اسی لیے آپ کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا جاتا ہے۔ ② آپ کی والدہ مریم علیہا السلام پر اللہ کا یہ احسان تھا کہ آپ کو یہودیوں کی تہمت سے بری قرار دیا۔ ③ عیسیٰ علیہ السلام بالکل چھوٹی عمر میں، جب بچہ بولنا سیکھتا بھی نہیں، اس طرح کلام کرتے تھے جیسے ایک پختہ عقل والا آدمی گفتگو کرتا ہے۔ ④ آپ تورات کی عبارتیں فرفر سنا دیا کرتے تھے، جس سے یہود کے بڑے بڑے علماء دنگ رہ جاتے تھے، پھر تیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت عطا ہوئی اور آپ پر انجیل نازل ہوتی رہی۔ ⑤ آپ مٹی کا کوئی پرندہ بناتے پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ اللہ کے حکم سے سچ مچ کا جان دار پرندہ بن کر اڑنے لگتا تھا۔ ⑥ اسی طرح مادر زاد اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ کے حکم سے بینا بن جاتا تھا اور اس کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہو جاتی تھیں۔ ⑦ اگر آپ کسی برص والے یعنی کوڑھی کے بدن پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ کے حکم سے بالکل تندرست ہو جاتا تھا۔ ⑧ اور آپ کسی قبر میں پڑے ہوئے مردے کو زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہونے کو کہتے تو وہ اللہ کے حکم سے قبر سے نکل کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ اتنے ڈھیر سارے معجزات کے باوجود بنی اسرائیل نے آپ کو جھٹلا دیا اور کہنے لگے کہ تم جادوگر ہو اور تمھارے یہ کارنامے سب کچھ جادو ہی کا کرشمہ ہیں۔

وَ اِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

"اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، انھوں نے کہا ہم ایمان لائے اور

گواہ رہ کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔“

یہ بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایک احسان ہے کہ اللہ نے حواریوں کو ان کے اصحاب و انصار بنا دیا، یہاں ”اَوْحَيْتُ“ وحی سے مراد الہام اور دل میں القا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ﴾ [القصص : ۷] ”اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ﴾ [النحل : ۶۸، ۶۹] ”اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ کچھ پہاڑوں میں سے گھر بنا اور کچھ درختوں میں سے اور کچھ اس میں سے جو لوگ چھپر بناتے ہیں۔ پھر ہر قسم کے پھلوں سے کھا، پھر اپنے رب کے راستوں پر چل جو مسخر کیے ہوئے ہیں۔“ ان آیات میں وحی کا لفظ الہام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۲ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۱۱۳ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۱۱۴ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۱۵

”جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تیرا رب کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اتارے؟ اس نے کہا اللہ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔ انھوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم جان لیں کہ واقعی تو نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر گواہوں سے ہو جائیں۔ عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اتار، جو ہمارے پہلوں اور ہمارے پچھلوں کے لیے عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو اور ہمیں رزق دے اور تو سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔ اللہ نے فرمایا بے شک میں اسے تم پر اتارنے والا ہوں، پھر جو اس کے بعد تم میں سے ناشکری کرے گا تو بے شک میں اسے عذاب دوں گا، ایسا عذاب کہ وہ جہانوں میں سے کسی ایک کو نہ دوں گا۔“

ان آیات میں ”مائدہ“ کا قصہ بیان کیا گیا ہے اور اسی مائدہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے سورت کا نام ”مائدہ“

ہے۔نزولِ مائدہ بھی اللہ تعالیٰ کا عیسیٰ علیہ السلام پر ایک احسان تھا اور یہ چیز ان کی نبوت و رسالت پر قطعی دلیل تھی۔ حواری جو اسلام لا چکے تھے وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھنے لگے کہ کیا تمھارے پروردگار میں اتنی قدرت ہے کہ ہم پر آسمان سے تیار شدہ کھانا نازل کردے، تاکہ وہ اسے کھائیں اور ان کے دل کو مزید اطمینان و سکون نصیب ہو اور جس دن اس دستر خوان کا نزول ہو ہم اس دن جشن اور عید منائیں اور آئندہ بھی اس دن عید مناتے رہیں۔ حواریوں کے اس مطالبہ سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین آپ کو اللہ یا الٰہ یا تین معبودوں میں سے ایک نہیں سمجھتے تھے، بلکہ انھیں محض اللہ کا بندہ اور اس کا رسول سمجھتے تھے، ورنہ ان کے مطالبے کا انداز یہ ہوتا کہ کیا تم میں یہ قدرت ہے کہ ہمارے لیے آسمان سے دستر خوان اتار کر دکھاؤ؟ عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا امتحان نہ لو، اس سے ڈرتے رہو اور اس کے فرماں بردار بن کر رہو اور فرماں برداروں کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ اپنے آقا کا امتحان لینا شروع کردیں۔ لیکن جب عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ ان کا مقصد صحیح ہے اور اپنے سوال پر مصر ہیں تو انھوں نے اللہ سے اس کے لیے دعا کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور نہایت خشوع و خضوع سے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے لیے آسمان سے ایک دستر خوان اتار دے، جس میں اس جنت کی نعمتیں ہوں جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور وہ دن ہمارے لیے اور ہمارے بعد آنے والی نسلوں کے لیے عید کا دن ہو اور تیری کمال قدرت، صدق وعدہ اور تیری طرف سے میری نبوت کی تصدیق کی نشانی ہو۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم تمھاری دعا قبول کرتے ہوئے اسے تمھارے لیے اتاریں گے، لیکن اس کے بعد اگر ان میں سے کسی نے کفر کا ارتکاب کیا تو اسے میں تمام جہان والوں سے بڑھ کر عذاب دوں گا۔

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾

”اور جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟ وہ کہے گا تو پاک ہے، میرے لیے بنتا ہی نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے یہ بات کہی تھی تو یقیناً تو نے اسے جان لیا، تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے، یقیناً تو ہی سب چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔ میں نے انھیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی

عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔“

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو مذکورہ احسانات یاد دلانے کے بعد ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے بجائے مجھے اور میری ماں کو الٰہ بنا لینا اور تمام حاجات ہم سے طلب کرنا، کیا میرے احسانات کا یہی بدلہ تھا؟ عیسیٰ علیہ السلام نہایت عاجزی سے جواب دیں گے کہ یا اللہ! میں ایسی بات کیونکر کہہ سکتا تھا جو میرے لائق ہی نہ تھی۔ علاوہ ازیں تو تو چھپی اور علانیہ سب باتوں کو جانتا ہے، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو یقیناً تیرے علم میں ہوتی۔ واضح رہے کہ قیامت کے دن کا یہ مکالمہ اس لیے بیان نہیں کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم ہو جائے، بلکہ یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کی تہدید اور سرزنش کے لیے بیان کیا جا رہا ہے، جنھوں نے آپ کے بعد انھیں اور ان کی والدہ کو الٰہ بنا لیا تھا، تاکہ ان کے لیے ان کے رسول ہی کی شہادت قائم ہو جائے جس کی وہ پرستش کرتے رہے، اس کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ اے اللہ! تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں خود بھی تیری بندگی اور عبادت کروں اور لوگوں سے بھی تیری بندگی اور عبادت کراؤں، تو اسے میں بجا لاتا رہا اور جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا اس وقت تک تو میں نے تیرے حکم کا پوری طرح دھیان رکھا، البتہ میرے بعد کے حالات کا مجھے کچھ علم نہیں۔ بعد کے حالات تو تو ہی جانتا ہے کہ ان لوگوں نے کب، کس طرح اور کیوں یہ غلط روش اختیار کی تھی؟

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ : یعنی ہر چیز اور ہر شخص کی ہمہ وقت خبر رکھنے والا فقط ایک اللہ ہی ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ و نصیحت کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: ”اے لوگو! بے شک تم سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور غیر مختون حالت میں اکٹھے کیے جاؤ گے۔“ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴾ [الأنبياء : ۱۰۴] ”جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، یقیناً ہم ہمیشہ پورا کرنے والے ہیں۔“ آخر آیت تک، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار! بے شک روز قیامت سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ خبردار! آگاہ رہو کہ میری امت کے کچھ آدمیوں کو لایا جائے گا تو انھیں بائیں طرف کر دیا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ تو میرے ساتھی (پیروکار) ہیں، تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد کتنی نئی باتوں کو ایجاد کر لیا تھا۔ تب میں بھی اسی طرح کہوں گا کہ جس طرح اللہ کے نیک بندے (عیسیٰ علیہ السلام) جواب دیں گے: ﴿ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۞ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ

اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [المائدة : ۱۱۷، ۱۱۸] ''اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انھیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تو یہ لوگ مرتد ہو گئے (یعنی اسلام سے پھر گئے)۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و كنت عليهم شهيدًا ما دمت فيهم ﴾ : ۴۶۲۵۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة : ۲۸۶۰]

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

''اگر تو انھیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں عیسیٰ علیہ السلام نہایت حکیمانہ انداز میں ان کی سفارش کریں گے۔ پہلے اللہ کی کبریائی بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ اگر تو انھیں عذاب دے گا تو یہ تیرے بندے ہی ہیں، نہ دم مار سکتے ہیں، نہ بھاگ کر کہیں جا سکتے ہیں اور اگر تو انھیں معاف ہی فرما دے تو تیری شانِ غفاری کے کیا کہنے۔ بہر حال تو ہر چیز پر اور ہر کام پر غالب ہے اور تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ساری رات صبح تک اسی ایک آیت کریمہ کو بار بار پڑھتے رہے تھے۔ [نسائی، كتاب الافتتاح، باب ترديد الآية : ۱۰۱۱۔ ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء في القراءة : ۱۳۵۰]

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾

''اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا، ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیں گے آج عدل و انصاف کا دن ہے، آج تو سچ اور سچی بات ہی کچھ فائدہ دے سکتی ہے اور سب سے سچی بات کلمہ توحید ہے، یعنی جن لوگوں نے کسی کو اللہ کا شریک نہ سمجھا ہو، پھر زندگی بھر راست بازی سے اس پر قائم رہے ہوں، انھی کی نجات ہو سکتی ہے، انھیں ہی جنت میں داخل کیا جائے گا اور طرح طرح کے انعامات سے نوازا جائے گا۔ ایسے لوگوں سے اللہ راضی اور وہ اللہ سے راضی اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

سب سے بڑا ظلم اور جھوٹ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور کفر ہے اور سب سے بڑا سچ اور انصاف اللہ کی توحید اور ایمان ہے، یعنی اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا، یعنی مشرکین کی معافی اور بخشش کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ البتہ توحید والوں کو ان کی توحید ضرور نفع پہنچائے گی، خواہ وہ کتنے ہی گناہ گار ہوں۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک اس آیت کو نماز میں پڑھتے رہے: ﴿ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [المائدة : ١١٨] سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صبح کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی آیت کو نماز میں پڑھنے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اس آیت کو بار بار پڑھ کر میں نے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کی التجا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے میری التجا قبول کر لی ہے۔ میری امت میں سے جو شخص بغیر شرک کی حالت کے مرے گا اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔'' [مسند أحمد : ٥/ ١٧٠، ١٥٦، ح : ٢١٥٥١، ٢١٤٤٦]

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا فِيْهِنَّ ؕ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

''اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اس آیت میں سیدنا عیسیٰ اور سیدہ مریم علیہما السلام دونوں کی الوہیت کی تردید کی دلیل ہے، کیونکہ جو چیز کسی کی ملکیت ہو وہ اس کی مملوک یا غلام تو ہو سکتی ہے، اس کی شریک نہیں ہو سکتی اور نہ اسے اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شریک سمجھا جا سکتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ①

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیروں اور روشنی کو بنایا، پھر (بھی) وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، اپنے رب کے ساتھ برابر ٹھہراتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تنہا وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس لیے صرف وہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے، کیونکہ جس ذات نے زمین و آسمان جیسی چیزوں کو پیدا کیا ہے درحقیقت وہی حمد و ثنا کے لائق ہے اور جس ذات نے ظلمت و نور جیسی چیزیں پیدا کی ہیں، یقیناً وہی تمام تعریفوں کی حق دار ہے۔ ان تمام کائناتی دلائل کے ہوتے ہوئے، جو اللہ تعالیٰ کے تنہا خالق و مالک ہونے پر دلالت کرتے ہیں، شرک کرنا عقلی طور پر بھی مستبعد ہے، لیکن ان مشرکوں کا حال یہ ہے کہ ان قطعی کائناتی دلائل کے باوجود اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ : جو ذات آسمانوں اور زمین کی خالق ہے وہی مالک ہے، وہی کارساز ہے، وہی معبود ہے، وہی حاکم ہے، ہر قسم کی تعریف اسی کو زیبا اور سزاوار ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] ''اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی

میں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٦١ تا ٦٣] ”اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔ اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، کہہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔“

ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ : یعنی جب ہر چیز کا مالک و خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ مشرکین اسے اپنا رب (پالنے والا) بھی تسلیم کرتے ہیں تو ان پر لازم تھا کہ عبادت بھی اسی کی کرتے، مگر یہ پھر بھی دوسروں کو اس کے برابر گردانتے ہیں، ان کے سامنے سجدے کرتے ہیں، ان کے نام کی نذریں چڑھاتے اور منتیں مانتے ہیں اور مشکلات میں ان سے مدد طلب کرتے ہیں۔ یہ کس قدر بے عقلی ہے کہ پیدا اللہ تعالیٰ کرے، روزی بھی وہی دے، پھر مانگا غیر سے جائے اور اس کو اپنے رب کے برابر ٹھہرایا جائے۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اذیت کی بات کو سن کر صبر کرنے والا اللہ سے زیادہ کوئی نہیں ہے، لوگ اس کے لیے بیٹا بناتے ہیں اور وہ پھر بھی ان کو عافیت سے رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب ﴿ إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين ﴾ : ٧٣٧٨۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب في الكفار : ٢٨٠٤]

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝

”وہی ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک مدت مقرر کی اور ایک اور مدت اس کے ہاں مقرر ہے، پھر (بھی) تم شک کرتے ہو۔“

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ : یعنی آدم علیہ السلام کو جو تمھاری اصل ہیں اور جن سے تم سب نکلے ہو، سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی خاک سے، جو تمام زمین سے چنیدہ تھی، بنایا۔ اسی لیے ہر جگہ کی مٹی ہونے کے اثر سے انسانوں کی نسل کے رنگ اور طبیعتیں مختلف ہیں، کوئی گورا ہے، کوئی کالا تو کوئی سانولا۔ طبیعت کے لحاظ سے کوئی بدمزاج، سخت خو ہے تو کوئی نیک مزاج اور نرم خو۔“ [أبو داوٗد، كتاب السنة، باب في القدر : ٤٦٩٣۔ ترمذي، كتاب التفسير، باب ومن سورة البقرة : ٢٩٥٥]

ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ : پھر ایک مدت مقرر کی، یعنی موت کا وقت اور ایک اور مدت اس کے ہاں مقرر ہے، یعنی قیامت کا وقت کہ وہ کب آئے گی؟ صرف وہی جانتا ہے، اس کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٢ تا ٤٤] ''وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔''

ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ : یعنی قیامت کے وقوع میں، جیسا کہ کفار و مشرکین کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے تو کس طرح ہمیں دوبارہ زندہ کیا جا سکے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جس نے تمھیں پہلی مرتبہ زندہ کیا دوبارہ بھی وہی اللہ تمھیں زندہ کرے گا۔

وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝

''اور آسمانوں میں اور زمین میں وہی اللہ ہے، تمھارے چھپے اور تمھارے کھلے کو جانتا ہے اور جانتا ہے جو تم کماتے ہو۔''

یعنی وہی ہستی ہے جس کو آسمانوں میں اور زمین میں اللہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ آیت تقریباً اس آیت کے ہم معنی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ۝ وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٨٤، ٨٥] ''اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور بہت برکت والا ہے وہ جس کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

یعنی آسمانوں اور زمین میں ایک ہی ذات ہے جسے اللہ کہہ کر پکارا جاتا ہے، جس کی آسمانوں اور زمین دونوں میں حکومت ہے اور دونوں میں اس اکیلے ہی کی عبادت کی جاتی ہے، کیونکہ وہ تمھاری ہر چھپی اور کھلی بات کو اور تمھارے ہر عمل کو جانتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کا کمال ثابت ہوتا ہے اور یہ کمال اس کے معبودِ برحق ہونے کی ایک دلیل ہے۔

بعض لوگ اس آیت کو اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کے خلاف بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ ہے اور کوئی عرش وغیرہ نہیں جس پر اللہ تعالیٰ بلند ہو، حالانکہ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے عرش کا اور اللہ تعالیٰ کے اس کے اوپر ہونے کا واضح بیان ہے۔ قرآن کریم میں تقریباً اٹھارہ جگہ اللہ تعالیٰ کے عرش کا ذکر ہے، اس لیے اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عرش کے اوپر ہے۔ البتہ اپنے علم اور قدرت کے اعتبار سے وہ ہر جگہ ہے۔

﴿ وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝﴾

’’اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں۔‘‘

ان آیات سے مراد وہ احکام بھی ہیں جو آیات کی صورت میں انبیاء علیہم السلام پر اترتے رہے اور وہ معجزات بھی جو نبوت کی دلیل کے طور پر اترتے رہے۔ اس کے علاوہ کائنات میں بے شمار نشانیاں ایسی موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کی طرف دعوت دیتی ہیں، لیکن یہ ان سے اعراض کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَأَيِّن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴾ [یوسف : ۱۰۵] ’’اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے گزرتے ہیں اور وہ ان سے بے دھیان ہوتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴾ [یٰسٓ : ۳۳] ’’اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ ﴾ [یٰسٓ : ۳۷] ’’اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ اتارتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔‘‘

﴿ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝﴾

’’پس بے شک انھوں نے حق کو جھٹلا دیا، جب وہ ان کے پاس آیا، تو عنقریب ان کے پاس اس کی خبریں آ جائیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے ہیں۔‘‘

اوپر کی آیات میں توحید اور آخرت کو ثابت کیا گیا ہے، اب اس آیت میں تقلید کا باطل ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ حق سے مراد قرآن کریم بھی ہو سکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی۔ ان دونوں کا دعویٰ یہ تھا کہ اسلام ہی بالآخر غالب آ کے رہے گا، کفار مکہ بالخصوص اس بات کا مذاق اڑاتے تھے کہ یہ کمزور سی مٹھی بھر جماعت ہے جسے کھانے پینے کی چیزیں بھی میسر نہیں آتیں۔ وہ اگر محلوں کے خواب دیکھے تو یہ دیوانگی نہیں تو کیا ہے؟ اسی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تو یہ کفار اس وعدہ کو محض مذاق سمجھتے ہوئے اس پر ہنستے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں، لیکن عنقریب مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا جائے گا اور پھر ایسے واقعات پیش آئیں گے جن سے یہ وعدہ حقیقت بن کر ان کے سامنے آ جائے گا اور آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے کہ آخرت بھی، جس کا وہ مذاق اڑاتے ہیں، ان کے سامنے آ جائے گی، جیسا کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار قریش کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے : ’’اے فلاں کے بیٹے فلاں، اے فلاں کے بیٹے

فلاں! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے، پس بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے پا لیا، کیا تم سے بھی تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچا پایا؟" [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جھل : ۳۹۷۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب عرض مقعد المیت : ۲۸۷۳، ۲۸۷۵]

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿٦﴾

"کیا انھوں نے نہیں دیکھا ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے، جنھیں ہم نے زمین میں وہ اقتدار دیا تھا جو تمھیں نہیں دیا اور ہم نے ان پر موسلا دھار بارش برسائی اور ہم نے نہریں بنائیں، جو ان کے نیچے سے بہتی تھیں، پھر ہم نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسرے زمانے کے لوگ پیدا کر دیے۔"

کفار مکہ کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ کیا ان لوگوں نے ان قوموں کا حال نہیں جانا ہے جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں، جیسے قوم عاد، قوم نوح اور آل فرعون وغیرہ، بے شمار ایسی اقوام ہیں جنھیں تم سے بڑھ کر اقتدار بخشا گیا تھا، وہ تم سے طاقتور اور زور آور بھی زیادہ تھے، سرسبز باغ، کھیت اور نہریں سب کچھ موجود تھا، لیکن جب انھوں نے پیغمبر کی تکذیب کی اور کفر اور نافرمانیوں میں حد سے تجاوز کر گئے تو اپنے کرتوتوں کی پاداش میں انھیں ہلاک کر دیا گیا، پھر کسی دوسری قوم کو ان کا جانشین بنا دیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ جب ان قوموں کا یہ حال ہوا تو اللہ کفار مکہ کو بھی ہلاک کر سکتا ہے۔ اس لیے انھیں چاہیے کہ گزشتہ قوموں سے عبرت حاصل کریں اور عذاب الٰہی کو دعوت نہ دیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا إِن مَّكَّنَّاكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُم مِّن شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُم مِّنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ [الأحقاف : ۲۶، ۲۷] "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں ان چیزوں میں قدرت دی جن میں ہم نے تمھیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو نہ ان کے کان ان کے کسی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارے اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے پھیر پھیر کر آیات بیان کیں، شاید وہ لوٹ آئیں۔" اور فرمایا: ﴿ فَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ﴾ [الحج : ۴۵] "سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم

نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔''

﴿ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ ﴾

''اور اگر ہم ان پر کاغذ میں لکھی ہوئی کوئی چیز اتارتے، پھر وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے تو یقیناً وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، یہی کہتے کہ یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔''

یہ کفار مکہ کے ایک اعتراض کا جواب ہے، جو کہتے تھے کہ ہم تو تب ہی ایمان لائیں گے جب ہمارے سامنے محمد (ﷺ) پر کتاب نازل ہو اور ساتھ فرشتے بھی ہوں، جو اس بات کی گواہی دیں کہ یہ واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ کافر اس قدر ہٹ دھرم واقع ہوئے ہیں کہ اگر ہم ان کا مطالبہ پورا کر بھی دیں اور وہ کتاب کو چھو کر دیکھ بھی لیں کہ یہ محض نظر بندی کا چکر نہیں، بلکہ ایک حقیقت ہے، تب بھی وہ یہ کہہ دیں گے کہ یہ سب کچھ جادو ہے اور تم جادوگر ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝۱ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴾ [القمر : ۱، ۲] ''قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہ) ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔''

﴿ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝۸ ﴾

''اور انھوں نے کہا اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو ضرور کام تمام کر دیا جاتا، پھر انھیں مہلت نہ دی جاتی۔''

یہ کفار کے دوسرے اعتراض کا جواب ہے کہ محمد (ﷺ) پر فرشتہ اپنی اصل شکل میں کیوں نازل نہیں ہوتا جسے ہم دیکھ سکیں اور ہمیں یقین آ جائے۔ اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اس حالت میں ان کے پاس فرشتے نازل ہوتے تو وہ ان کے پاس عذاب لے کر آتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝۶ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ﴾ [الحجر : ٦ تا ٨] ''اور انھوں نے کہا اے وہ شخص جس پر یہ نصیحت نازل کی گئی ہے! بے شک تو تو دیوانہ ہے۔ تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لے آتا، اگر تو سچوں میں سے ہے۔ ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے مگر حق کے ساتھ اور اس وقت وہ مہلت دیے گئے نہیں ہوتے۔''

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾

”اور اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو یقیناً اسے آدمی بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈالتے جو وہ شبہ ڈال رہے ہیں۔“

یعنی اگر ہم انسانوں کی طرف کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے تو اسے انسانی شکل وصورت ہی میں بھیجتے، تاکہ انسانوں کے لیے اس سے مخاطب ہونا اور دین سیکھنا ممکن ہوتا اور اگر ہم ایسا کرتے تو یہ پھر بھی اپنے انھی شبہات میں مبتلا رہتے جن میں اب یہ بشر کی رسالت ونبوت قبول کرنے کے سلسلے میں شبہات میں مبتلا ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾ [بنی إسرائیل : ۹۵] ”کہہ دے اگر زمین میں فرشتے ہوتے، جو مطمئن ہو کر چلتے (پھرتے) تو ہم ضرور ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام پہنچانے والا اتارتے۔“

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

”اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے مذاق اڑایا تھا، اسی چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔“

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر آپ کی قوم آپ کا مذاق اڑاتی ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ آپ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ان کی قوموں نے ایسا ہی برتاؤ کیا تھا، لہٰذا آپ ان کی پروا نہ کیجیے اور انجام کار انھیں اسی قسم کے عذاب سے ہلاک کیا گیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾

”کہہ دے زمین میں چلو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اگر کفار مکہ قرآن میں مذکور ہلاک شدہ قوموں کے واقعات میں شبہ کرتے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ زمین میں گھوم کر انبیاء کو جھٹلانے والی قوموں کا حال معلوم کر لو کہ کس طرح اللہ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ گزشتہ آیت میں نبی کریم ﷺ کو جو تسلی دی گئی ہے، یہ تتمہ ہے اور اس بات کی تاکید ہے کہ ان کافروں کا انجام بھی پہلوں جیسا ہوگا، جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ [الحج : ۴۵، ۴۶]

”سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے

ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴾ [محمد : ۱۰] ''تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور ان کافروں کے لیے بھی اسی جیسی (سزائیں) ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ میدانِ بدر میں پورا ہوا۔ چنانچہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ پھر آپ ﷺ اس کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار قریش کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے: ''اے فلاں کے بیٹے فلاں، اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے، پس بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے پا لیا، کیا تم سے بھی تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچا پایا؟'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹۷۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت : ۲۸۷۳، ۲۸۷۵]

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲

''کہہ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے؟ کہہ اللہ کا ہے، اس نے اپنے آپ پر رحم کرنا لکھ دیا ہے، یقیناً وہ تمھیں قیامت کے دن کی طرف (لے جا کر) ضرور جمع کرے گا، جس میں کوئی شک نہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، سو وہی ایمان نہیں لاتے۔''

وعظ و نصیحت اور ڈرانے کے بعد انھی تین اصولوں یعنی کائنات کی ابتدا، اسے دوبارہ زندہ کرنے اور انبیاء کی نبوت کو ثابت کرنے پر دلیل قائم کی ہے۔ نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کافروں سے پوچھیے کہ آسمانوں اور زمین کا مالک کون ہے؟ اور اس سوال کا مقصد ڈانٹ اور پھٹکار ہے۔ پھر اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ خود ہی جواب دے دیجیے کہ اللہ کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ نیز یہ بھی کہہ دیجیے کہ اللہ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے، توبہ و استغفار کو قبول کرتا ہے اور سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اسی صفت رحمت کا تقاضا ہے کہ اللہ انھیں دنیا میں مہلت دے گا اور انھیں بالکل ختم نہیں کرے گا، لیکن قیامت کے دن ان سب کو اکٹھا کرے گا اور ان کے کرتوتوں پر ان کا محاسبہ کرے گا۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ [سبا : ۲۲] ''کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۸۴تا۸۷] ''کہہ یہ زمین اور اس میں جو کوئی بھی ہے کس کا ہے، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کا ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ کہہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟''

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے اپنی کتاب (لوح محفوظ) میں اسے لکھا، جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے اور اپنے متعلق بھی یہ لکھا، بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ویحذرکم اللہ نفسہ ﴾ : ۷۴۰۴۔ مسلم، کتاب التوبۃ ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ وأنہا تغلب غضبہٗ : ۲۷۵۱]

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۳

''اور اسی کا ہے جو کچھ رات اور دن میں ٹھہرا ہوا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

گزشتہ آیت میں بتایا گیا کہ آسمانوں اور زمین کا مالک صرف اللہ ہے اور اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ لیل و نہار میں جو کچھ پایا جاتا ہے اس کا مالک صرف اللہ ہے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ مکان اور اس کے تمام موجودات اور زمان اور اس میں وقوع پذیر ہونے والے تمام حوادث کا مالک صرف اللہ ہے۔ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے، اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۴

''کہہ دے کیا میں اللہ کے سوا کوئی دوست بناؤں جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے، حالانکہ وہ کھلاتا ہے اور اسے نہیں کھلایا جاتا۔ کہہ بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا شخص بنوں جو فرماں بردار بنا، اور تو ہرگز شریک بنانے والوں سے نہ ہو۔''

مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کی پرستش کرنے کو کہا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے

کہ کیا میں اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا معبود بنا لوں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جو تمام مخلوقات کو روزی دینے والا ہے اور وہ ان کا محتاج نہیں ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں وہ پہلا شخص بنوں جو اللہ کے سامنے مخلصانہ طور پر اپنا سر جھکا دے، تاکہ دوسروں کے لیے خیر کا نمونہ بنوں اور مجھ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم مشرکوں میں سے نہ بنوں اور آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو قیامت کے دن کا عذاب مجھے خائف کر رہا ہے، اس سے جو آدمی اس دن بچا لیا جائے گا، گویا کہ اللہ نے اس پر رحم کر دیا اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٤] ”کہہ دے پھر کیا تم مجھے غیر اللہ کے بارے میں حکم دیتے ہو کہ میں (ان کی) عبادت کروں اے جاہلو!“

وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ : یعنی وہ اپنی ساری مخلوق کو تو رزق عطا فرماتا ہے، مگر وہ خود اپنے بندوں کا قطعاً محتاج نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ [الذاریات : ٥٦ تا ٥٨] ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ نہ میں ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قبا میں سے ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلے گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرما لیا اور ہاتھ دھو لیے تو یہ دعا پڑھی: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ، وَمَنَّ عَلَيْنَا فَهَدَانَا، وَاَطْعَمَنَا وَسَقَانَا، وَكُلَّ بَلَاءٍ حَسَنٍ اَبْلَانَا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُكَافًى وَلَا مَكْفُوْرٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا مِنَ الطَّعَامِ، وَسَقَانَا مِنَ الشَّرَابِ، وَكَسَانَا مِنَ الْعُرْيِ، وَهَدَانَا مِنَ الضَّلَالَةِ، وَبَصَّرَنَا مِنَ الْعَمٰى وَفَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)) ”سب تعریف اسی اللہ کے لیے ہے، جو اپنے بندوں کو تو کھلاتا ہے مگر خود نہیں کھاتا، اس نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں ہدایت سے نوازا اور کھلایا اور پلایا اور ہر اچھی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس کو کبھی خیر باد نہیں کہا جا سکتا، نہ اس کا بدلہ دیا جا سکتا ہے، نہ ناشکری کی جا سکتی ہے اور نہ بے نیازی اختیار کی جا سکتی ہے۔ سب تعریف اس اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور زیب تن کرنے کے لیے لباس عطا فرمایا اور ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت سے نوازا اور ہمیں اندھے پن سے محفوظ فرما کر (ایمان کی) بینائی سے نوازا اور اپنی بہت سی مخلوق کے مقابلے میں ہمیں شرف و فضل سے سرفراز فرمایا۔ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کی ذات کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“ [السنن الکبریٰ للنسائی : ٨٢/٦، ح : ١٠١٣٢۔ مستدرک حاکم : ٥٤٦/١، ح : ٢٠٠٣]

قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾

”کہہ دے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بے شک میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ اعلان کروا کر دوسرے سب لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ اگر بفرض محال ہمارے معصوم اور سب سے زیادہ نیک بندے سے بھی کسی نافرمانی کا ارتکاب ہو جائے تو وہ بھی ہمارے عذاب سے نہیں بچ سکتا، پھر دوسروں کے لیے کیسے ممکن ہے کہ انبیاء کو جھٹلانے جیسے جرائم کرنے کے باوجود ہمارے عذاب سے بے فکر ہو کر بیٹھ رہیں؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۙ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ [المطففين : ٤ تا ٦] ”کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ ایک بڑے دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔“ اس یوم عظیم کی مقدار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ ؕ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴾ [المعارج : ١ تا ٤] ”ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق سوال کیا جو واقع ہونے والا ہے۔ کافروں پر، اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اللہ کی طرف سے، جو سیڑھیوں والا ہے۔ فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں، (وہ عذاب) ایک ایسے دن میں (ہوگا) جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر سونے اور چاندی کے مالک کے لیے، جو ان میں سے ان کا حق ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن آگ سے تختیاں بنائی جائیں گی، پھر ان تختیوں کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر ان تختیوں سے اس کے پہلو پر، اس کی پیشانی پر اور اس کی پیٹھ پر داغ دیا جائے گا۔ جب کبھی یہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی تو انھیں دوبارہ گرم کر لیا جائے گا، (یہ سزا اسے) اس دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے (برابر ملتی رہے گی) یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا، پھر اسے یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا، یا دوزخ کا۔“ [مسلم، کتاب الزکوة، باب إثم مانع الزکوة : ٩٨٧]

مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾

”جس شخص سے اس دن وہ ہٹا لیا جائے گا تو یقیناً اس نے اس پر رحم کر دیا اور یہی کھلی کامیابی ہے۔“

یعنی بلند مراتب حاصل کرنا تو بہت اونچا مقام ہے، اگر کسی سے آخرت کا عذاب ہی ٹل جائے تو اپنی جگہ یہی بہت واضح کامیابی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ۬ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ﴾ [البروج : ١١] ”بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسے

باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ﴾ [آل عمران : ۱۸۵] ''پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا۔''

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾

''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہی کمال حکمت والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''

اس آیت سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے، کیونکہ جس انسان کا یہ عقیدہ پختہ ہو جائے کہ دکھ درد کو دور کرنے والا اور فائدہ پہنچانے والا صرف اللہ ہی ہے تو پھر دوسروں کے آگے سجدے کرنا اور ان کی قبروں پر نذرانے چڑھانا اور سمجھنا کہ وہ حاجات پوری کر سکتے ہیں، بہت بڑی حماقت ہے۔ قرآن نے اس بات پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا ہے کہ ہر قسم کا نفع ونقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس پر عقیدہ پختہ ہو تو انسان شرک میں مبتلا نہیں ہوتا۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۸] ''کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''اے لڑکے! جب تو سوال کرے تو ایک اللہ سے کر اور جب تو مدد مانگے تو ایک اللہ سے مانگ اور جان لے کہ اگر ساری امت تمھیں نفع پہنچانے پر جمع ہو جائے تو وہ نفع نہیں پہنچا سکتی، مگر وہی جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا اور اگر ساری امت تمھیں نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائے تو نقصان نہیں پہنچا سکتی، مگر وہی جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا، قلمیں اٹھا لی گئیں اور صحیفے خشک ہو چکے۔'' [ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب حديث حنظلة : ۲۵۱٦]

اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ [فاطر : ۲] ''جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند

کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔" اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٢] "یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمھیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔"

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا فرمایا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ » "اے اللہ! جو تو عطا فرمائے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو عطا نہ فرمائے اس کو کوئی دے نہیں سکتا اور کسی دولت مند کو اس کی دولت تجھ سے بچا نہیں سکتی۔" [بخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلاۃ : ٨٤٤۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفته : ٥٩٣]

اگلی آیت میں فرمایا کہ سب لوگ، خواہ بڑے سے بڑا جابر ہو، اس کے سامنے بے بس ہیں۔ تمام گردنیں اس کے آگے جھکی ہوئی ہیں، وہ ہر ایک پر غالب ہے اور ساری کائنات اس کی مطیع ہے۔ صفات کمال دو ہیں، قدرت اور علم۔ پہلے جملہ ﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ﴾ میں کمال قدرت کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے جملہ ﴿ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴾ سے کمال علم ثابت ہوتا ہے، یعنی وہ اپنے احکام میں کمال حکمت والا اور اپنے بندوں کے معاملات کی پوری خبر رکھنے والا ہے۔

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

"کہہ کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ کہہ اللہ میرے درمیان اور تمھارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ میں تمھیں اس کے ساتھ ڈراؤں اور اسے بھی جس تک یہ پہنچے، کیا بے شک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں (یہ) گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔"

کفار مکہ کے بعد جب یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا دیا تو کفار کہنے لگے کہ بتاؤ اب تمھاری رسالت کی گواہی کون دیتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کافروں سے کہیے کہ اللہ سے بڑھ کر کون گواہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کی خبر میں جھوٹ کا احتمال نہیں ہو سکتا اور یہ قرآن بھی میری نبوت کی تصدیق کرتا ہے، جس کی مثل تم لوگ لانے سے عاجز ہو اور یہ قرآن اس لیے نازل کیا گیا ہے اے اہل مکہ! کہ میں تمھیں اور تمام بنی نوع انسان

کو ڈراؤں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ مشرکین کے شرک کا انکار کریں اور کہیں کہ تم لوگ تو اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کے ہونے کی گواہی دیتے ہو، لیکن میں انکار کرتا ہوں اور صرف اللہ کی وحدانیت کا اعلان کرتا ہوں اور تمھارے جھوٹے معبودوں سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔

قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ : اللہ کی گواہی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، لہٰذا اب مزید کسی گواہی کی ضرورت نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾ [النساء : ۷۹] ''اور ہم نے تجھے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی گواہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾ [الفتح : ۲۸] ''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے اور اللہ گواہ کے طور پر کافی ہے۔''

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ : یعنی میری طرف یہ قرآن اس لیے وحی کیا گیا ہے کہ میں تمھیں اس سے ڈراؤں اور اس کو بھی جس تک یہ پہنچے۔ اس سے مراد قیامت تک آنے والے تمام عرب و عجم اور جن و انسان ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ میری رسالت عالمگیر اور قیامت تک کے لیے ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰي عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ﴾ [الفرقان : ۱] ''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ کو پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو میرے علاوہ کسی کو نہیں دی گئیں: ① ایک مہینے کی مسافت سے (دشمن پر) رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ ② ساری زمین میرے لیے مسجد اور پاکی کے لائق بنا دی گئی ہے، جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے میری امت کے ہر فرد کے لیے وہیں نماز جائز ہے۔ ③ میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کی گئیں۔ ④ میں تمام مخلوق کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ⑤ اور مجھے سفارش کا اختیار دیا گیا ہے جو میں قیامت کے دن اللہ کے حکم سے کروں گا۔'' [بخاری، کتاب التیمم، باب : ۳۳۵]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری طرف سے پہنچا دو چاہے ایک آیت (یعنی ایک مسئلہ) ہی کیوں نہ ہو۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی إسرائیل : ۳۴۶۱]

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری بات سننے والوں میں سے ہر ایک اسے جو یہاں موجود نہیں، میری بات پہنچا دے۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب خطبة أیام منی : ۱۷۴۱]

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہر اس بندے کے چہرے کو تر و تازہ رکھے جو میری بات یاد کر کے آگے پہنچاتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع : ۲۶۵۶]

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے احکام تمام لوگوں کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہیں۔ ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ہر زمانے کے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اسے اگلے زمانے کے لوگوں تک پہنچائیں، قرآن کے احکام کو صرف نبی ﷺ کے زمانے تک محدود رکھنا اور حالات کی تبدیلی کے بہانے قرآن و حدیث کے احکام میں تبدیلی کرنا، قرآن کے احکام سے جان چھڑانے کی کوشش ہے اور صریح تحریف ہے کہ جس کی وجہ سے یہودی ملعون ٹھہرے۔

اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ : یعنی قرآن میں مذکور توحید کے واضح اور قطعی دلائل کے باوجود کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ تم جو چاہو کہو، میں تو یہ شہادت کبھی نہیں دے سکتا اور صاف کہتا ہوں کہ میں ان تمام ہستیوں سے جنھیں تم شریک ٹھہراتے ہو، بری ہوں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴾ [الزخرف : ٨٤] ”اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الأنبياء:٢٥] ”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴾ [البقرة : ١٦٣] ”اور تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

ع ٢ / ٨

”وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔“

گزشتہ آیتوں میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کی تصدیق اور مشرکین مکہ کی تردید میں جو بات کہی گئی ہے اس کی تفصیل ہے کہ تم لوگ جو کہتے ہو کہ اہل کتاب نے میرے نبی ﷺ کی نبوت کی گواہی نہیں دی تو یہ ان اہل کتاب کی کذب بیانی اور بدقسمتی ہے کہ سب کچھ جانتے ہوئے انکار کر رہے ہیں، وہ تو میرے نبی ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنی صلبی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ اس لیے کہ تمام انبیاء نے محمد (ﷺ) کی صفات، ان کا ملک، ان کا دار الہجرت اور ان کی امت کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے اس کے بعد فرمایا کہ ان تمام نشانیوں کے باوجود نبی کریم ﷺ کی نبوت پر جان بوجھ کر وہی لوگ ایمان نہیں لائیں گے جن کی قسمت میں نقصان و خسارہ لکھ دیا گیا ہے اور ان کا ایمان نہ لانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ محمد (ﷺ) نبی نہیں ہیں۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ﴾ [الأعراف : ۱۵۷] ''وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۟ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرة : ۸۹] ''اور جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک کتاب آئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے ان لوگوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے جنھوں نے کفر کیا، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۱

''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر کوئی جھوٹ باندھا، یا اس کی آیات کو جھٹلایا، بے شک حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔''

یعنی جس طرح اللہ پر جھوٹ گھڑنے والا یعنی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا سب سے بڑا ظالم ہے، اسی طرح وہ بھی بڑا ظالم ہے جو اللہ کی آیات اور اس کے سچے رسول کی تکذیب کرے۔ جھوٹے دعوائے نبوت پر اتنی سخت وعید کے باوجود یہ واقعہ ہے کہ متعدد لوگوں نے ہر دور میں نبوت کے جھوٹے دعوے کیے ہیں۔ یوں نبی کریم ﷺ کی وہ پیش گوئی پوری ہو گئی جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیس جھوٹے نبی ہوں گے، ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں (مگر وہ نبی نہیں ہوگا)۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل......الخ : ۱۵۷، قبل الحدیث : ۲۹۲۴]

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝۲۲ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝۲۳

''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے کہاں ہیں تمھارے وہ شریک جنھیں تم گمان کرتے تھے۔ پھر ان کا فریب اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ کہیں گے اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے، ہم شریک بنانے والے نہ تھے۔''

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مشرک و کافر انسانوں، جنوں اور شیطانوں کو جمع کرے گا اور ان سے ان بتوں اور غیر اللہ کے بارے میں پوچھے گا جنھیں وہ اللہ کے ساتھ شریک بناتے تھے کہ کہاں گئے وہ جنھیں تم اللہ کا شریک سمجھتے تھے؟ جب وہ قیامت کے دن مشکل ترین حقائق کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں گے تو شرک سے اپنی براءت کا اعلان کر دیں گے

اور اپنے اس جھوٹ پر قسم بھی کھا جائیں گے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

’’دیکھ انھوں نے کیسے اپنے آپ پر جھوٹ بولا اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔‘‘

یعنی اس دن کی دہشت اور اپنی بے بسی اور درماندگی کی بنا پر اپنے بچاؤ کی یہی راہ انھیں سجھائی دے گی کہ اس سے صاف مکر جائیں اور دنیا میں جو افترا پردازیاں انھوں نے کی تھیں وہ سب ان سے گم ہو جائیں گی۔ جن باتوں کو انھوں نے خود اختراع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا تھا اب وہ سب باتیں غائب ہو جائیں گی۔

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ : مشرکین کی بعض افترا پردازیوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴾ [يونس : ٥٩] ’’کہہ کیا تم نے دیکھا جو اللہ نے تمھارے لیے رزق اتارا، پھر تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا۔ کہہ کیا اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے، یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ يَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴾ [النحل : ٥٦] ’’اور وہ ان (معبودوں) کے لیے جن کے بارے میں وہ نہیں جانتے، ایک حصہ اس میں سے مقرر کرتے ہیں جو ہم نے انھیں دیا ہے۔ اللہ کی قسم! تم اس کے بارے میں ضرور ہی پوچھے جاؤ گے جو تم جھوٹ باندھتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٣٧] ’’اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کو مار ڈالنا ان کے شریکوں نے خوش نما بنا دیا، تاکہ وہ انھیں ہلاک کریں اور تاکہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کریں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ٧٣، ٧٤] ’’پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔‘‘

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَ هُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَ اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۲۶

’’اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں، اس سے کہ وہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ (رکھ دیا ہے) اور اگر وہ ہر نشانی دیکھ لیں، اس پر ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ جب تیرے پاس جھگڑتے ہوئے آتے ہیں تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کہتے ہیں یہ پہلے لوگوں کی فرضی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔ اور وہ اس سے روکتے ہیں اور اس سے دور رہتے ہیں اور وہ اپنے سوا کسی کو ہلاک نہیں کر رہے اور نہیں سمجھتے۔‘‘

یعنی بعض مشرکین آپ کے پاس آ کر قرآن سنتے تو تھے لیکن اس سے انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا، اس لیے کہ وہ اس میں غور و فکر سے کام نہیں لیتے تھے اور نہ ان کی نیت رشد و ہدایت حاصل کرنے کی ہوتی تھی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا تھا، تاکہ وہ قرآن کو سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ڈال دیا تھا، تاکہ خیر کی باتوں کو سن ہی نہ سکیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ ان کے بارے میں کہا گیا ہے وہ قرآن ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ تمام نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے اور یہی کہیں گے کہ یہ سب جادوگری ہے۔ اس لیے کہ ان کے اندر قوتِ فہم ہے نہ مادۂ انصاف اور اللہ کی نشانیاں اور حق کو جھٹلانے میں تو وہ اس قدر آگے ہیں کہ وہ باطل کا ہر سہارا لے کر آپ سے مناظرہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ماضی بعید کے لوگوں کی اٹکل پچو باتیں ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں اخلاق، حکمت اور شریعت کی باتیں ہیں اور اس میں جو قصے بیان کیے گئے ہیں، وہ سب سچے واقعات ہیں اور صرف عبرت و نصیحت کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ : یعنی صرف قرآن پر طعن کرنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ قرآن سننے سے اور لوگوں کو آپ کے پاس جانے سے بھی روکتے ہیں اور خود بھی دور رہتے ہیں۔ آج کل مسلمانوں میں سے بہت سے شرک و بدعت میں مبتلا نام نہاد علماء بھی اہل توحید کی تقریریں سننے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور خود بھی نہیں سنتے، بلکہ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے سے لوگوں کو روکتے ہیں کہ کہیں حق واضح ہو جانے کے بعد اسے قبول کر کے ہمارے چنگل سے نہ نکل جائیں۔ لیکن ایسا کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، بلکہ اپنی ہی ہلاکت کا سامان کر رہے ہیں اور یہ سمجھتے ہی نہیں کہ ایسا کرنے سے ہم اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۷ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ

وَ اِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ﴿۲۸﴾ وَ قَالُوۡۤا اِنۡ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا وَ مَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ ﴿۲۹﴾ وَ لَوۡ تَرٰٓى اِذۡ وُقِفُوۡا عَلٰى رَبِّهِمۡ‌ؕ قَالَ اَلَيۡسَ هٰذَا بِالۡحَـقِّ‌ؕ قَالُوۡا بَلٰى وَ رَبِّنَا‌ؕ قَالَ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴿۳۰﴾

''اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان کے لیے ظاہر ہو گیا جو وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اور انھوں نے کہا نہیں ہے یہ (زندگی) مگر ہماری دنیا کی زندگی اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں۔ اور کاش! تو دیکھے جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے، وہ فرمائے گا کیا یہ حق نہیں؟ کہیں گے کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم! فرمائے گا پھر چکھو عذاب اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔''

مشرکین مکہ اپنے آپ کو کس طرح ہلاک کر رہے ہیں، اس کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے، وہ دنیا میں تو قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہیں، لیکن آخرت میں انھیں اپنے فعل بد پر ندامت اور شدید افسوس ہوگا اور تمنا کریں گے کہ کاش ہم دوبارہ دنیا کی طرف لوٹا دیے جاتے تو قرآن کی تکذیب نہ کرتے، بلکہ اس پر ایمان لے آتے۔ ان کی یہ تمنا عزم صادق اور خلوص اعتقاد کی بنیاد پر نہیں ہوگی، بلکہ انھیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اپنے شرک کی وجہ سے ہلاک ہو کر رہیں گے، اسی لیے پریشانی کے عالم میں اپنی جھوٹی تمنا کا اظہار کریں گے۔ لیکن اللہ جانتا ہے کہ اگر وہ دوبارہ دنیا کی طرف لوٹا دیے جائیں اور عذاب آخرت کا جو منظر ابھی ان کی آنکھوں کے سامنے ہے وہ پسِ منظر میں چلا جائے تو وہ پھر اپنے کفر و شرک کی طرف لوٹ جائیں گے، اس لیے کہ ہر حال میں جھوٹ بولنا ان کی فطرت میں داخل ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ لوگ بعث بعد الموت اور قیامت کے مناظر دیکھ لینے کے بعد دوبارہ دنیا میں بھیج دیے جائیں تو اللہ جانتا ہے کہ وہ اپنے تمرّد و عصیان کی وجہ سے یہی کہیں گے کہ اس دنیاوی زندگی کے بعد اب کوئی دوسری زندگی نہیں ہے اور موت کے بعد ہم دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے۔ پھر قیامت کے دن کا ایمان تو انھیں کوئی فائدہ نہیں دے گا، جب وہ ہر منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، اس دن تو ان کے لیے اعلان ہوگا کہ اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو سارے لوگ ایمان لے آئیں گے، لیکن اس روز ایمان لانا کسی ایسے شخص کے لیے نفع بخش نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہیں لایا تھا، یا جس نے ایمان کے ساتھ اچھا عمل نہیں کیا۔'' [مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان الزمن الذى لا يقبل فيه الإيمان : ۱۵۷]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی توبہ قبول فرماتا رہتا ہے جب تک نزع کا عالم طاری نہ ہو۔'' [ابن ماجه، کتاب الزھد، باب ذکر التوبة : ۴۲۵۳۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب إن الله یقبل توبة العبد ما لم یغرغر : ۳۵۳۷]

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا ۙ وَ هُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾

''یقیناً خسارے میں رہے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا، یہاں تک کہ جب ان کے پاس قیامت اچانک آپہنچے گی کہیں گے ہائے ہمارا افسوس! اس پر جو ہم نے اس میں کوتاہی کی اور وہ اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائیں گے۔ سن لو! برا ہے جو وہ بوجھ اٹھائیں گے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے خسارے کا حال بیان کیا ہے جو اللہ کے حضور جواب دہ ہونے اور بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر خسارے اور گھاٹے کی بات اور کیا ہو سکتی ہے اور وہ اسی حال میں رہیں گے کہ اچانک موت انھیں آ دبوچے گی، تو بلند آواز سے اپنی حسرت و ندامت کا اعلان کریں گے کہ افسوس صد افسوس! ہم دنیاوی زندگی میں تقصیر سے کام لیتے رہے اور آج حقیقی خسارے کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے اور اس پر مستزاد یہ ہو گا کہ وہ اپنے گناہوں کو اپنی پشتوں پر ڈھو رہے ہوں گے۔

وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

''اور دنیا کی زندگی کھیل اور دل لگی کے سوا کچھ نہیں اور یقیناً آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ڈرتے ہیں، تو کیا تم نہیں سمجھتے۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی کامیابی کے لیے کوشش کرنے کا درس دیا ہے کہ اے اللہ کے بندو! دنیا کی زندگی لہو و لعب سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ گویا آخرت کی حقیقی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی اور اس کی لذتیں ایسی ہی ہیں جیسے بچوں کا کھیل تماشا، جو تھوڑی دیر میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کی لذتوں کے اسیر نہ بنو اور اپنی آخرت کو کامیاب بنانے کی کوشش میں لگے رہو کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًا ؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ''جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور

اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کے راستے میں صبح کو نکلنا یا شام کو، دنیا و مافیھا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کی کمان یا ڈنڈے کے برابر جنت میں جگہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔ اگر جنت کی کوئی عورت زمین پر جھانک دے تو زمین و آسمان کا درمیان روشن ہو جائے اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحور العين وصفتهن : ۲۷۹۶۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الغدوة والروحة في سبيل الله : ۱۸۸۵]

﴿ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ﴾ : یعنی آخرت کا گھر دنیا سے کہیں بہتر ہے، مگر ان کے لیے جو کفر و شرک، نفاق اور کبائر سے بچتے ہیں، ورنہ کافر کے لیے تو دنیا کی زندگی ہی بہتر ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔‘‘ [مسلم، كتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹۵۶]

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾

’’بے شک ہم جانتے ہیں کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ یقیناً تجھے وہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں، تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔‘‘

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا آپ کی قوم کے تمام لوگ آپ کو صادق و امین کہتے تھے، لیکن جونہی آپ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور انھیں اللہ تعالیٰ کی آیات سنانا شروع کیں تو ان میں سے اکثر آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور آپ کو (نعوذ باللہ) جھوٹا قرار دینے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی طرف سے اپنی اس تکذیب کی وجہ سے جو غم و حزن پہنچتا تھا اس کے ازالے اور آپ کی تسلی کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ یہ تکذیب آپ کی نہیں، آپ کو تو وہ صادق و امین مانتے ہیں، دراصل یہ آیاتِ الٰہی کی تکذیب ہے اور یہ ایک ظلم ہے جس کا وہ ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان سے مراد دراصل وہ کفار ہیں جو بشر کے نبی اور رسول ہونے کو محال سمجھتے تھے۔

﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [الأنفال : ۳۲] ’’اور جب انھوں نے کہا اے اللہ! اگر صرف یہی

تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ﴾ [فاطر : ۸] ’’سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾ [الكهف : ٦] ’’پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔‘‘

وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور کوئی اللہ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ یقیناً تیرے پاس ان رسولوں کی کچھ خبریں آئی ہیں۔‘‘

نبی ﷺ کی مزید تسلی کے لیے کہا جا رہا ہے کہ یہ پہلا واقعہ نہیں ہے کہ کافر اللہ کے پیغمبر کا انکار کر رہے ہیں، بلکہ اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں جن کی تکذیب کی جاتی رہی ہے، پس آپ بھی ان کی اقتدا کرتے ہوئے اسی طرح صبر اور حوصلے سے کام لیں جس طرح انھوں نے تکذیب اور ایذا پر صبر سے کام لیا۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس بھی اسی طرح ہماری مدد آ جائے، جس طرح ہم نے پہلے رسولوں کی مدد کی اور ہم اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتے، ہم نے وعدہ کیا ہوا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴾ [المؤمن : ٥١] ’’بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [المجادلة : ٢١] ’’اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۚۖ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۪ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [الصافات : ۱۷۱ تا ۱۷۳] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔‘‘

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم سے پہلے لوگوں کو زمین میں گڑھا کھود کر اس میں انھیں ڈال دیا جاتا، پھر انھیں سر سے لے کر پاؤں تک آرے سے چیر دیا جاتا اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت پوست کو نوچا جاتا، لیکن یہ ظلم و تشدد بھی ان کو ان کے دین سے نہیں پھیر سکا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ اس معاملے کو مکمل فرمائے گا (یعنی اسلام کو غالب کرے گا) یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء شہر سے حضر موت تک تنہا سفر کرے گا اور

اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہو گا۔" [بخاری، کتاب الإکراہ، باب من اختار الضرب والقتل والهوان علی الکفر : ٦٩٤٣]

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِن نَّبَإِی الْمُرْسَلِينَ : اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مواقع پر گزشتہ رسولوں کے ساتھ جو استہزا ہوتا رہا ہے، اس سے اپنے رسول ﷺ کو مطلع کیا، تاکہ آپ کو یہ اطمینان رہے کہ تمام رسولوں کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے، یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الحجر : ١٠، ١١] "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے اگلے لوگوں کے گروہوں میں رسول بھیجے۔ اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۝ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۝ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴾ [الحج : ٤٢ تا ٤٤] "اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بے شک ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود نے جھٹلایا۔ اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے۔ اور مدین والوں نے۔ اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا تو میں نے ان کافروں کو مہلت دی، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟"

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝٣٥ النصف

"اور اگر تجھ پر ان کا منہ پھیرنا بھاری گزرا ہے تو اگر تو کر سکے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈ نکالے، پھر ان کے پاس کوئی نشانی لے آئے (تو لے آ) اور اگر اللہ چاہتا تو یقیناً انھیں ہدایت پر جمع کر دیتا۔ پس تو جاہلوں میں سے ہرگز نہ ہو۔"

نبی ﷺ کو معاندین و کافرین کی تکذیب سے جو گرانی اور مشقت ہوتی تھی اسی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تقدیر سے ہونا ہی تھا اور اللہ کے حکم کے بغیر آپ ان کو قبولِ اسلام پر آمادہ نہیں کر سکتے، حتیٰ کہ اگر آپ کوئی سرنگ کھود کر یا آسمان پر سیڑھی لگا کر بھی کوئی نشانی ان کو لا کر دکھا دیں، تو اول تو آپ کے لیے ایسا کرنا محال ہے اور اگر بالفرض آپ ایسا کر دکھائیں بھی تو یہ ایمان لانے والے نہیں۔ بہتر ہے کہ آپ انجام کار ہم پر چھوڑتے ہوئے، پورے اطمینان اور پورے سکون کے ساتھ اپنی دعوت کے کام میں لگے رہیں۔ کفار کس طرح کے معجزات کا تقاضا کرتے تھے؟ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾

[بنی إسرائیل : ۹۰ تا ۹٤] ''اور انھوں نے کہا ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کرے۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگور کا ایک باغ ہو، پس تو اس کے درمیان نہریں جاری کر دے، خوب جاری کرنا۔ یا آسمان کو ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے، جیسا کہ تو نے دعویٰ کیا ہے، یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے۔ یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر ہو، یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے، یہاں تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔ تو کہہ میرا رب پاک ہے، میں تو ایک بشر کے سوا کچھ نہیں جو رسول ہے۔ اور لوگوں کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اس بات نے کہ انھوں نے کہا کیا اللہ نے ایک بشر کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے؟''

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى : یعنی ایسا مت خیال کیجیے کہ کوئی نشانی یعنی معجزہ لانے سے یہ راہ ہدایت پر ضرور ہی آ جائیں گے، کیونکہ ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے قوانین ہدایت پر موقوف ہے، جو شخص ان قوانین ہدایت کے مطابق ہدایت کو تلاش کرے گا وہ ہدایت پا لے گا اور جو شخص ان قوانین کی خلاف ورزی کرے گا اسے ہدایت نہیں مل سکتی، خواہ اسے کتنے ہی معجزے دکھائے جائیں، اس حقیقت کو پیش نظر رکھیں اور ان لوگوں کے ایمان نہ لانے پر ہرگز کوئی غم یا افسوس نہ کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی کہ سب لوگ ایمان لے آئیں تو اسے یہ کام کچھ مشکل نہ تھا۔ اس نے صرف '' کُنْ '' کہنا تھا کہ سب لوگ ایمان لے آتے اور ہدایت پر جمع ہو جاتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ ﴾ [یونس : ۹۹] ''اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب اکٹھے ایمان لے آتے۔ تو کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا۔''

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ وَ الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

''قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور جو مردے ہیں انھیں اللہ اٹھائے گا، پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو مردوں کے مشابہ قرار دیا ہے، جن کو جتنا بھی پکارا جائے وہ کوئی جواب نہیں دے سکتے، لہٰذا ان سے ایمان کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے؟ ایمان تو وہ لوگ لائیں گے جو زندہ ہوں گے اور جو اللہ اور رسول کی باتیں غور سے سنیں گے اور ان سے عبرت حاصل کریں گے۔ کافروں کو زندگی تو ملی ہے، لیکن ان کے دل عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ کے زہر سے مر چکے ہیں۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ یہ کفار چونکہ نہ سنتے ہیں اور نہ جواب دیتے ہیں، اس لیے مردہ ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے گا اور وہ اس کے سامنے پیش کیے جائیں گے، اس وقت وہ ان کے اعمال کا بدلہ چکائے گا۔

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ : یعنی اے محمد! آپ کی دعوت کو صرف وہی لوگ قبول کریں گے جو آپ کی بات کو

سنیں گے اور سمجھیں گے۔ ان کافروں کی حالت تو بالکل مردوں کی سی ہے، جس طرح مردے نہیں سنتے یہ بھی نہیں سنتے، مردوں کو سنانا انسان کے اختیار میں نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَ مَاۤ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [النمل : ۸۰، ۸۱] ''بے شک تو نہ مُردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔ اور نہ تو کبھی اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والا ہے، تو نہیں سنائے گا مگر انھی کو جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں، پھر وہ فرماں بردار ہیں۔''

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

''اور انھوں نے کہا اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟ کہہ دے بے شک اللہ اس پر قادر ہے کہ کوئی نشانی اتارے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔''

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ : اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی ایسی کھلی نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کوئی خرق عادت نشانی کیوں نہیں بھیج دیتا؟ جیسا کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۹۰ تا ۹۲] ''ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کرے۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگور کا ایک باغ ہو، پس تو اس کے درمیان نہریں جاری کردے، خوب جاری کرنا۔ یا آسمان کو ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے، جیسا کہ تونے دعویٰ کیا ہے، یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے۔''

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ : یعنی اللہ تعالیٰ نشانی اتارنے پر تو قادر ہے، لیکن اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ اسے مؤخر کیے ہوئے ہے۔ کیونکہ اگر وہ ان کے مطالبے پر نشانی نازل فرما دے اور یہ پھر بھی ایمان نہ لائیں تو اللہ تعالیٰ انھیں جلد دنیا ہی میں سزا دے گا، جس طرح اس نے سابقہ قوموں کو دنیا ہی میں سزا دی تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ وَ اٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۵۹] ''اور ہمیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ ہم نشانیاں دے کر بھیجیں مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے انھیں جھٹلا دیا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی واضح نشانی کے طور پر دی تو انھوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں دے کر نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کے لیے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ

اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٤] ''اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں، پھر اس کے سامنے ان کی گردنیں نیچی ہو جائیں۔''

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

''اور زمین میں نہ کوئی چلنے والا ہے اور نہ کوئی اڑنے والا، جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے مگر تمھاری طرح امتیں ہیں، ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی، پھر وہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام چوپائے جو زمین پر چلتے ہیں اور تمام پرندے جو اپنے دو پروں کے ذریعے اڑتے ہیں، سب اللہ کی مخلوقات کی الگ الگ قسمیں ہیں۔ ان تمام کے احوال سے اللہ تعالیٰ واقف ہے۔ وہ کسی بھی چیز سے غافل نہیں ہے، سب کی نگرانی کرتا اور سب کو روزی دیتا ہے۔ لوحِ محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز کا علم محفوظ ہے اور قیامت کے دن سبھی اللہ کے حضور جمع ہوں گے اور سب کے ساتھ انصاف ہوگا۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [یونس : ١٠١] ''کہہ تم دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ موجود ہے۔ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کے کام نہیں آتیں جو ایمان نہیں لاتے۔''

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ : ''اَلْكِتٰب'' سے مراد لوح محفوظ ہے جو کہ مخلوقات کے تمام احوال پر حاوی ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جس کے بیان کی اس میں کمی رہ گئی ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قلم خشک ہو چکا ہے اس پر جو تم کرنے والے ہو۔'' [بخاري، كتاب القدر، باب جف القلم على علم الله، قبل الحديث : ٦٥٩٦]

''اَلْكِتٰب'' سے مراد قرآن کریم بھی ہو سکتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں دین کے متعلق تمام اصول یعنی بنیادی امور بیان کر دیے ہیں اور جن جزئیات کا ذکر نہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے بیان فرما دی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾ [النحل : ٨٩] ''اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [هود : ٦] ''اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔''

ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ : کفار کو متنبہ کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ زمین کے کسی جانور یا پرندے کے حالات سے

ناواقف نہیں ہے اور اس کا نامۂ اعمال محفوظ ہے اور اس کا بدلہ بھی اسے ملے گا، تو تم اپنے بارے میں یہ کیوں سمجھ رہے ہو کہ تمھیں تمھارے اعمال کا بدلہ نہیں دیا جائے گا، نیز اس آیت اور ﴿ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴾ [التکویر : ٥] ''اور جب جنگلی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔'' سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کا بھی قیامت کے دن حشر ہوگا، ان سے کفر و شرک اور ایمان و اعمال کا محاسبہ تو نہیں ہوگا مگر جو ظلم کسی جانور نے دوسرے پر کیا ہوگا اس کا بدلہ ضرور دلایا جائے گا۔ کیونکہ اتنی عقل انھیں بھی بخشی گئی ہے، جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ضرور بالضرور تم سے قیامت کے دن حق داروں کے حقوق ادا کرائے جائیں گے، حتیٰ کہ بے سینگ بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة ، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۲]

بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ بات بطور تمثیل بیان کی گئی ہے، کیونکہ جانور تو مکلف ہی نہیں ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۭ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾

''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ بہرے اور گونگے ہیں، اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں، جسے اللہ چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔''

جو شخص اللہ کی آیات کو جھٹلا دے، اس پر ہدایت کی سب راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی گونگا، بہرا شخص گہرے اندھیروں میں ہو۔ وہ اندھیروں کی وجہ سے خود کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ بہرا ہونے کی وجہ سے ہدایت کی بات سن نہیں سکتا اور گونگا ہونے کی وجہ سے کسی سے پوچھ نہیں سکتا۔ ایسا شخص گمراہ نہ ہوگا تو کیا ہوگا؟ ہاں اگر کوئی شخص اپنا رویہ بدل لے اور آیاتِ الٰہی میں غور کرنا شروع کر دے تو پھر اللہ اسے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ : یعنی ہماری آیات کو جھٹلانے والے، چونکہ نہ حق بات سنتے ہیں اور نہ ان کی زبانوں سے حق بات نکلتی ہے، اس لیے وہ بہرے اور گونگے ہیں اور کفر و شرک اور نفس کی بے جا خواہشوں کے اندھیروں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَاۗءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۷، ۱۸] ''ان کی مثال اس شخص کی مثال کی سی ہے جس نے ایک آگ خوب بھڑکائی، تو جب اس نے اس کے ارد گرد کی چیزوں کو روشن کر دیا تو اللہ ان کے نور کو لے گیا اور انھیں کئی طرح کے اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے۔ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ نہیں لوٹتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴾ [النور : ٤٠] ''یا ان

اندھیروں کی طرح جو نہایت گہرے سمندر میں ہوں، جسے ایک موج ڈھانپ رہی ہو، جس کے اوپر ایک اور موج ہو، جس کے اوپر ایک بادل ہو، کئی اندھیرے ہوں، جن میں سے بعض بعض کے اوپر ہوں، جب اپنا ہاتھ نکالے تو قریب نہیں کہ اسے دیکھے اور وہ شخص جس کے لیے اللہ کوئی نور نہ بنائے تو اس کے لیے کوئی بھی نور نہیں۔‘‘

مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ : تمام اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھی راہ پر لگا دے۔ لیکن اس کا فیصلہ یوں ہی نہیں ہو جاتا، بلکہ عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے، گمراہ اس کو کرتا ہے جو خود گمراہی میں پھنسا ہوتا ہے اور اس سے نکلنے کی نہ وہ سعی کرتا ہے اور نہ نکلنے کو پسند ہی کرتا ہے۔ الغرض ہدایت اور گمراہی انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اور یہ نتیجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۱۵] ’’اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَي الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ [یونس : ۱۰۰] ’’اور کسی شخص کے لیے ممکن نہیں کہ ایمان لائے مگر اللہ کے اذن سے اور وہ گندگی ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو نہیں سمجھتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [العنکبوت : ۶۹] ’’اور وہ لوگ جنھوں نے ہمارے بارے میں پوری کوشش کی ہم ضرور ہی انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بلاشبہ اللہ یقیناً نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَاۗءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝

’’کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے، یا تم پر قیامت آ جائے تو کیا اللہ کے سوا غیر کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو۔ بلکہ تم اسی کو پکارو گے، تو وہ دور کر دے گا جس کی طرف تم اسے پکارو گے، اگر اس نے چاہا اور تم بھول جاؤ گے جو شریک بناتے ہو۔‘‘

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے زمانے کے مشرکین کا طرز عمل بیان فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ توحید انسان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ وہ ماحول کے اثر سے یا آبا و اجداد کی تقلید سے شرک میں گرفتار ہوتا ہے اور غیر اللہ کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتا ہے، نذر و نیاز بھی ان کے نام کی نکالتا ہے، لیکن جب آزمائش سے دو چار ہوتا ہے تو پھر سب کو بھول جاتا ہے اور فطرت ان سب پر غالب آ جاتی ہے اور پھر اسی ایک ذات کو پکارتا ہے جسے پکارنا چاہیے۔ یہاں

بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے اسی طرز عمل کو توحید کی دلیل کے طور پر بیان کیا، یعنی اگر اپنے اس دعویٰ میں کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تم پر آئی ہوئی بلا ٹال سکتا ہے تو یہ بتاؤ کہ اللہ کا عذاب آنے کی صورت میں یا قیامت آنے پر بھی کیا تم غیر اللہ کو پکارو گے؟ نہیں! بلکہ تم صرف اسی کو پکارو گے، اس وقت تمھیں باقی سب مشکل کشا بھول جائیں گے۔

یہ تو ان کفار و مشرکین کا حال تھا، لیکن آج خود مسلمانوں میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کی فطرت اس قدر مسخ ہو چکی ہے کہ وہ سخت سے سخت مصیبت میں بھی فریاد کرتے ہیں تو اپنے کسی خود ساختہ داتا سے، یا علی رضی اللہ عنہ سے یا شیخ عبد القادر جیلانی سے، انھیں غوث اعظم یعنی سب سے بڑا مددگار کہہ کر، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، یا فاطمہ، حسین اور حسن رضی اللہ عنہم سے، نعرے بھی ان سے مدد مانگنے کے الفاظ کے ساتھ لگاتے ہیں، گویا ان کی حالت عملی طور پر ان پہلے کفار و مشرکین سے بھی بدتر ہے۔

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ : یعنی بوقتِ شدید ضرورت تم اس کے سوا اور کسی کو نہیں پکارتے ہو اور اس وقت تمھارے بت اور جھوٹے معبود ختم ہو جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴾ [الرعد : ۱۱] ”اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرلے تو اسے ہٹانے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ﴾ [بنی إسرائیل : ۶۷] ”اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۚ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [الزمر : ۳۸] ”اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [یونس : ۱۰۷] ”اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرلے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْ لَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر انھیں تنگ دستی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تا کہ وہ عاجزی کریں۔ پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔ پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہو گئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا تو اچانک وہ ناامید تھے۔ تو ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے کہا جا رہا ہے کہ پہلی امتوں کے پاس بھی ہم نے انبیاء بھیجے، جن کو انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کو سختی، قحط سالی، امراض اور جان و مال کے خسارہ میں مبتلا کر دیا، تا کہ شاید وہ ان آزمائشوں کے بعد اللہ کی طرف رجوع کریں، لیکن ان کے دل کی سختی کا حال یہ تھا کہ پھر بھی انھوں نے اللہ کے سامنے گریہ و زاری نہیں کی اور اپنے گناہوں سے تائب نہیں ہوئے، بلکہ شیطان نے ان کے شرکیہ اعمال کو ان کے لیے مزید خوبصورت اور مزین بنا دیا۔ آگے فرمایا کہ ان قوموں نے جب تکلیف و مصیبت والی آزمائشوں سے عبرت حاصل نہیں کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نعمتوں سے انھیں مالا مال کر دیا اور یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ڈھیل اور ایک خطرناک آزمائش تھی۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے شرکیہ اعمال کے ساتھ ان نعمتوں میں ڈوب گئے اور خوشی میں مگن ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اچانک پکڑ لیا اور ان کا وجود ہی ختم کر دیا، تو جو کچھ ان کے ساتھ ہوا اس پر اللہ کا شکر ہی ادا کرنا چاہیے، کیونکہ کافروں اور اللہ کے سرکش بندوں کے فاسد عقائد و اعمال سے اہل زمین کا نجات پانا ایک بڑی نعمت ہے۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ : اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ مجرموں کو فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کرتا، بلکہ ان کو ڈھیل دیتا ہے، تا کہ اس مہلت کے زمانے میں یا تو توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں، یا گناہوں میں اور زیادہ آگے بڑھ جائیں تو پھر ان کو پکڑ لے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ

مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [الفتح : ۲۵] ”یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمھیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو بھی، اس حال میں کہ وہ اس سے روکے ہوئے تھے کہ اپنی جگہ تک پہنچیں۔ اور اگر کچھ مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں جنھیں تم نہیں جانتے تھے (اگر یہ نہ ہوتا) کہ تم انھیں روند ڈالو گے تو تم پر لاعلمی میں ان کی وجہ سے عیب لگ جائے گا (تو ان پر حملہ کر دیا جاتا) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کر لے، اگر وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو گئے ہوتے تو ہم ضرور ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے کفر کیا تھا، سزا دیتے، دردناک سزا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [آل عمران : ۱۷۸] ”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ بے شک جو مہلت ہم انھیں دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لیے بہتر ہے، ہم تو انھیں صرف اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

”کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تمھاری سماعت اور تمھاری نگاہوں کو لے لے اور تمھارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو تمھیں یہ چیزیں لا دے؟ دیکھ ہم کیسے آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں، پھر وہ منہ موڑ لیتے ہیں۔“

آنکھیں، کان اور دل، یہ انسان کے نہایت اہم اعضا و جوارح ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو ان کی وہ خصوصیات سلب کر لے جو اللہ نے ان کے اندر رکھی ہیں، یعنی سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی خصوصیات، یا اگر وہ چاہے تو اعضا کو ویسے ہی ختم کر دے۔ وہ دونوں ہی باتوں پر قادر ہے۔ اس کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا، مگر یہ کہ وہ خود کسی کو بچانا چاہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ آپ دیکھ لیجیے کہ کس طرح ہم نشانیوں کو مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں، لیکن یہ مشرکین انھیں دیکھنے کے باوجود اعراض کرتے ہیں اور حسد و عناد اور کبر و غرور کی وجہ سے ان میں غور نہیں کرتے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ [الملک : ۲۳] ”کہہ دے وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم کم ہی شکر کرتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۚ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ [الٓمٓ تنزیل : ۷ تا ۹] ”جس

نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔" اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۞ فَذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۖ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ﴾ [یونس : ۳۱، ۳۲] "کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے "اللہ" تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ سو وہ اللہ ہی تمھارا سچا رب ہے، پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر کہاں پھیرے جاتے ہو؟"

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الظَّٰلِمُونَ ۞

"کہہ کیا تم نے دیکھا اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا کھلم کھلا آ جائے، کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی ہلاک کیا جائے گا؟"

﴿ بَغْتَةً ﴾ سے مراد وہ عذاب ہے جو اچانک اور کسی پیشگی اطلاع کے بغیر آئے اور ﴿ جَهْرَةً ﴾ سے مراد وہ عذاب جو کسی سابقہ اشارہ اور اطلاع کے بعد آئے، یا ان دونوں سے مراد رات اور دن ہے۔ اس لیے کہ کافر قوموں کو ہلاک کرنے والا عذاب یا تو رات کو اچانک یا پھر دن میں کھلے عام آتا ہے اور ﴿ الْقَوْمُ الظَّٰلِمُونَ ﴾ میں عذاب کے سبب کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی ہلاکت کا سبب ان کا ظلم وطغیان اور اللہ سے بغاوت ہے۔

پہلی آیت میں صرف ان کے کانوں، آنکھوں اور دلوں کو لے جانے یا مہر لگا کر بند کر دینے کی بات کی تھی۔ اب اس آیت میں عام عذاب کے ساتھ ڈرایا جا رہا ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو تم کسی صورت بچ نہیں سکو گے۔ باقی رہے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی تو اللہ تعالیٰ انھیں ضرور بچا لے گا، کیونکہ پہلے جتنی قومیں تباہ کی گئیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا مستقل طریقہ یہی رہا ہے کہ پہلے رسول اور اس کے پیروکاروں کو ظالم قوم کی بستی سے نکل جانے کا حکم دیا گیا، جب وہ نکل گئے تو ظالم لوگوں کو تباہ کر دیا گیا۔

هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الظَّٰلِمُونَ : یعنی عذاب آئے گا تو ان لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہوں گے اور صرف وہی لوگ نجات پائیں گے جو اللہ وحدہٗ لا شریک لہ کی عبادت کرتے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ہوں گے، ایسے لوگوں کو کوئی خوف ہوگا نہ غم، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴾ [الأنعام : ۸۲] "وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔"

وَ مَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِیۡنَ وَ مُنۡذِرِیۡنَ ۚ فَمَنۡ اٰمَنَ وَ اَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَمَسُّہُمُ الۡعَذَابُ بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ ﴿۴۹﴾

’’اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے، پھر جو شخص ایمان لے آئے اور اصلاح کر لے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا انھیں عذاب پہنچے گا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔‘‘

انبیاء و رسل کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف لوگوں کو بلائیں، جنت کی خوش خبری دیں اور جہنم سے ڈرائیں۔ ان کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ کافروں کی خواہش اور ان کے منشا کے مطابق اللہ سے نشانیاں بھیجنے کی دعا کرتے رہیں۔ تو جو شخص انبیاء و رسل کی اتباع کرتے ہوئے ایمان لائے گا اور عمل صالح کرے گا اس کا ٹھکانا جنت ہوگا، نہ انھیں ماضی کا کوئی غم ہوگا اور نہ مستقبل کا کوئی خوف اور جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے گا، اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور یہ اللہ سے ان کی سرکشی کا انجام ہوگا۔

قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَ لَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ وَ لَاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ اِنِّیۡ مَلَکٌ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ ؕ قُلۡ ہَلۡ یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَ الۡبَصِیۡرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ ع

’’کہہ دے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے۔‘‘

مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کرتے کہ تم اللہ کے پیغمبر ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ ہمیں دنیا کا ساز و سامان اور فراوانی حاصل ہو جائے۔ کبھی کوئی اور سوال کرتے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کہا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اللہ نے روزی کے خزانے میرے حوالے نہیں کر دیے کہ میں اس میں سے تمھاری خواہش کے مطابق تمھیں دیتا رہوں اور نہ میں غیب جانتا ہوں کہ قیامت یا نزول عذاب وغیرہ کا وقت بتا دوں اور نہ میں فرشتہ ہوں کہ مافوق العادۃ کام کرتا رہوں۔ میں تو صرف اس وحی کا اتباع کرتا ہوں جو اللہ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ نابینا اور بینا یعنی گمراہ اور ہدایت یافتہ برابر نہیں ہو سکتے۔ اس لیے اے مشرکینِ مکہ! تم لوگ اللہ کی نشانیوں میں غور کر کے رشد و ہدایت کی راہ کیوں اختیار نہیں کر لیتے؟

قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ خَزَآئِنُ اللّٰہِ : خزانوں کا مالک صرف اللہ ہے اور کوئی مالک و مختار نہیں، ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ﴾ [المنافقون : ۷] ''حالانکہ آسمانوں کے اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ [الحجر : ۲۱] ''اور کوئی بھی چیز نہیں مگر ہمارے پاس اس کے کئی خزانے ہیں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے۔''

وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ : اور نہ میں غیب جانتا ہوں کہ آئندہ کی جو بات مجھ سے پوچھتے جاؤ، میں تمھیں بتلاتا جاؤں۔ غیب کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٥] ''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ [لقمان : ٣٤] ''بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

ایک طویل حدیث میں ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس نے تین باتوں کا عقیدہ رکھا، اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا: ① یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھا ہے۔ ② یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری شریعت نہیں پہنچائی، بلکہ بعض خاص باتیں لوگوں کو نہیں بتائیں۔ ③ اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کی بات بھی جانتے ہیں۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب معنی قول اللہ تعالٰی : ﴿ ولقد رءاہ نزلۃ أخرىٰ ﴾ …… الخ : ۱۷۷]

اس سے ثابت ہوا کہ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ انبیاء کو علم غیب ہوتا ہے تو وہ مشرک ہے، جب سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ ہوا تو دوسروں کا ذکر کیا ہے؟ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان نہ ٹھہرے تو پھر کوئی پیر، شہید، ولی، مجذوب، سالک یا عالم و عابد کیسے غیب دان ہو سکتا ہے اور کاہن، نجومی اور رمل والے کس شمار و قطار میں ہیں؟

وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ : یعنی میں تم ہی جیسا انسان ہوں، کوئی فرشتہ نہیں، البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور تمھارے پاس نہیں آتی، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴾ [الکھف : ۱۱۰] ''کہہ دے میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے میرے مقام و مرتبہ سے نہ بڑھانا،

جیسا کہ نصاریٰ نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے مقام و مرتبہ سے بڑھا دیا تھا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء ، باب قوله تعالٰی : ﴿ واذکر فی الکتاب مریم ...... الخ ﴾ : ۳۴۴۵]

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ : یعنی میں تمھی جیسا انسان ہوں فرشتہ نہیں، البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے جو تمھارے پاس نہیں آتی اور میں کسی معاملے میں اپنی خواہش کی پیروی نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق عمل کرتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بندوں تک جتنے احکام پہنچائے، چاہے قرآن کی شکل میں ہوں یا احادیث کی صورت میں، وہ سب اللہ کی طرف سے تھے، لہٰذا قرآن کی طرح سنت کی پیروی بھی ضروری ہے، بلکہ سنت کے بغیر قرآن کی پیروی ممکن نہیں ہے۔ جو لوگ سنت کو چھوڑ کر صرف قرآن کی پیروی پر زور دیتے ہیں وہ دراصل اپنی من مانی تاویلات کرنا چاہتے ہیں، لیکن ان کی راہ میں حدیث حائل ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ : بظاہر سوال ہے مگر حقیقت میں اس بات کا انکار ہے کہ اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں، اسے استفہام انکاری کہتے ہیں، اندھے اور دیکھنے والے سے مراد باطل پرست اور حق پرست یا کافر اور مسلمان یا جاہل و عالم ہیں۔

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۵۱

”اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرا جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کی طرف (لے جا کر) اکٹھے کیے جائیں گے، ان کے لیے اس کے سوا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا، تاکہ وہ بچ جائیں۔“

اوپر کی آیتوں میں پیغمبروں کے متعلق فرمایا کہ وہ مبشرین (خوش خبری دینے والے) اور منذرین (ڈرانے والے) ہوتے ہیں، اب اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انذار (ڈرانے) کا حکم دیا۔ یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس قرآن کے ذریعے سے ان لوگوں کو نصیحت کرو: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۷] ”جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔“ اور ان لوگوں کو: ﴿ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴾ [الرعد : ۲۱]

”جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔“

یعنی ڈرانے کا فائدہ انھی کو ہو سکتا ہے جنھیں دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کا خوف ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے سوا نہ ان کی حمایت کرنے والا کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارشی۔ جو لوگ حشر و قیامت کو مانتے ہی نہیں اور انکار پر اڑے ہوئے ہیں، انھیں آپ کے ڈرانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اس آیت سے ان کافروں کا رد بھی مقصود ہے جو یہ گمان رکھتے تھے کہ ان کے معبود اور ٹھاکر وغیرہ اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے ان کو بچا لیں گے۔ اسی طرح ان لوگوں کے لیے بھی اس میں عبرت ہے جو اپنے بزرگوں کی سفارش پر تکیہ کر کے بے فکر ہو کر بے کھٹکے گناہ کرتے رہتے ہیں، لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی سفارش نہیں چل سکے گی۔

وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴿۵۲﴾

’’اور ان لوگوں کو دور نہ ہٹا جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں، تجھ پر ان کے حساب میں سے کچھ نہیں اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر کچھ ہے کہ تو انھیں دور ہٹا دے، پس تو ظالموں میں سے ہو جائے۔‘‘

بعض معززین قریش آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارا آپ کی مجلس میں آنے کو جی تو چاہتا ہے، مگر آپ کے گرد یہ کچھ حقیر قسم کے لوگ بیٹھے ہوتے ہیں، لہٰذا ہم جھجک محسوس کرتے ہیں۔ البتہ اگر آپ انھیں اپنی مجلس سے نکال دیں تو ہم آپ کے پاس آنے کو تیار ہیں۔ آپ چونکہ ان بڑے بڑے قریشیوں کے ایمان لانے پر بڑے حریص تھے، لہٰذا دل میں کوئی ایسی ترکیب سوچ ہی رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ : یعنی ان اوصاف سے متصف لوگوں کو اپنے سے دور نہ کیجیے، بلکہ انھیں اپنے دوست اور ہم نشین بنا لیجیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴾ [الکہف : ۲۸] ’’اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھ جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں اور تیری آنکھیں ان سے آگے نہ بڑھیں کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت چاہتا ہو اور اس شخص کا کہنا مت مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام ہمیشہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔‘‘

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، مشرکین نے کہا، ان لوگوں کو آپ اپنی مجلس سے نکال دیجیے، تاکہ یہ ہم پر جرأت نہ کر سکیں، ان لوگوں میں میں تھا، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، قبیلے ہذیل کا ایک آدمی، بلال رضی اللہ عنہ اور دو آدمی اور تھے جن کا نام میں نہیں لے رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو خیال اللہ نے چاہا وہ آیا۔ آپ ابھی سوچ ہی رہے تھے (کہ اب کیا کرنا چاہیے) کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ [الأنعام : ۵۲] ’’اور ان لوگوں کو دور نہ ہٹا جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر

پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔‘‘ [مسلم، کتاب الفضائل، باب فی فضل سعد بن أبی وقاص رضی الله عنه : ٤٦ / ٢٤١٣]

مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ : یعنی نہ ان کا حساب آپ کے ذمے ہے اور نہ آپ کا ان کے ذمے، تو انھوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے کہ آپ انھیں اپنے سے دور کریں جس کے نتیجے میں آپ ظالم ٹھہریں۔ یہ ایسے ہی ہے، جیسے نوح علیہ السلام نے ان لوگوں کے جواب میں کہا جنھوں نے یہ کہا تھا: ﴿ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝ قَالَ وَ مَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۱۱ تا ۱۱۳] ’’کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں، حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ لگے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں۔ اس نے کہا اور مجھے کیا علم کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔ ان کا حساب تو میرے رب ہی کے ذمے ہے، اگر تم سمجھو۔‘‘

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝۵۳

’’اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کی بعض کے ساتھ آزمائش کی ہے، تاکہ وہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہمارے درمیان میں سے احسان فرمایا ہے؟ کیا اللہ شکر کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟‘‘

دراصل بعثت کے آغاز میں جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ان میں غالب اکثریت کمزور مردوں، عورتوں، لونڈیوں اور غلاموں کی تھی، دولت مندوں میں سے بہت کم لوگ تھے۔ اس لیے یہی چیز رؤسائے کفار کی آزمائش کا ذریعہ بن گئی اور وہ ان غریبوں کا مذاق بھی اڑاتے اور جن پر ان کا بس چلتا، انھیں تعذیب و اذیت سے بھی دوچار کرتے اور کہتے کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان فرمایا ہے؟ مقصد ان کا یہ تھا کہ ایمان اور اسلام اگر واقعی اللہ کا احسان ہوتا تو یہ سب سے پہلے ہم پر ہوتا، یعنی ان غریبوں اور کمزوروں کے مقابلے میں ہم پہلے مسلمان ہوتے۔

لِيَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا : جیسے قوم نوح نے بھی سیدنا نوح علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿ وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ﴾ [هود : ۲۷] ’’اور ہم تجھے نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں کے سوا کسی نے تیری پیروی کی ہو جو ہمارے سب سے رذیل ہیں، سطحی رائے کے ساتھ۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شاہ روم ہرقل نے ابوسفیان سے جب کچھ سوالات پوچھے تو ان میں سے ایک سوال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بھی تھا کہ دولت مند لوگ اس نبی کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ تو ابوسفیان نے جواب میں کہا تھا کہ کمزور لوگ ہی اس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ سن کر ہرقل نے کہا تھا کہ رسولوں کے

پیروکار کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔[بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ : ۷۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب کتب النبی ﷺ إلی ہرقل : ۱۷۷۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کتنے ہی ایسے لوگ ہیں کہ وہ پریشان حال اور غبار آلود بالوں والے ہیں، دروازوں پر سے انھیں دھکیل دیا جاتا ہے، لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دے (یعنی اللہ کے نزدیک مقبول ہیں، گو دنیا داروں کی نظروں میں حقیر ہیں)۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الضعفاء والخاملین : ۲۶۲۲]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''محتاج و فقیر مسلمان مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔'' [ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء أن فقراء المهاجرین ...... الخ : ۲۳۵۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمھارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة ، باب تحریم الظلم المسلم، وخذله و احتقاره وعرضه وماله : ۲۵۶۴/۳۳]

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾

''اور جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو کہہ سلام ہے تم پر، تمھارے رب نے رحم کرنا اپنے آپ پر لازم کر لیا ہے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص جہالت سے کوئی برائی کرے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے تو یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

پہلی آیت میں کمزور اہل ایمان کو اپنے پاس سے دور ہٹانے سے منع فرمایا، اب اس آیت میں ان کے اکرام اور عزت افزائی کا حکم دیا۔ یعنی جو لوگ کفر و شرک کے غلبہ کے باوجود اس پر آشوب دور میں آپ کی دعوت قبول کر کے مسلمان ہو رہے ہیں انھیں امن و سلامتی کی خوش خبری دے دیجیے۔ یعنی یہ کہ اسلام لانے کے بعد وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو گئے، اب ان سے ان اعمال کا مؤاخذہ نہیں ہو گا جو وہ کفر کی زندگی میں کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کا احترام کرنا چاہیے اور انھیں ناراض نہیں کرنا چاہیے۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ : اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے، وہ تو ہر ایک پر رحمت کرنا چاہتا ہے، اگر انسان اللہ کے بھیجے ہوئے نمونہ کے مطابق (یعنی اتباع رسول میں) اپنی زندگی گزاریں تو اللہ کی وسیع رحمت کے مستحق ہو سکتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ

﴿الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [الأعراف : ۱۵٦، ۱۵۷] ”اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی، بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ فرمایا میرا عذاب، میں اسے پہنچاتا ہوں جسے چاہتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو میں اسے ان لوگوں کے لیے ضرور لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (ان کے لیے) جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں لکھا اور وہ کتاب اس کے پاس عرش کے اوپر موجود ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آ گئی ہے۔“ [مسلم، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى و أنها تغلب غضبه : ۲۷۵۱۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى : ﴿ بل هو قرآن مجيد ﴾ : ۷۵۵۳]

﴿اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے ننانوے آدمی ناحق قتل کیے تھے، پھر وہ اپنے متعلق مسئلہ پوچھنے نکلا۔ اس نے ایک راہب کے ہاں جا کر اس سے پوچھا کہ کیا میرے لیے توبہ (کی گنجائش) ہے؟ راہب نے کہا، نہیں۔ اس پر اس نے راہب کو بھی مار ڈالا (اور یوں سو پورے کر دیے)، پھر وہ لوگوں سے یہی مسئلہ پوچھتا رہا۔ کسی آدمی نے اسے کہا کہ فلاں بستی میں (توبہ کے لیے) چلے جاؤ، مگر راستہ ہی میں اسے موت نے آن لیا۔ اس نے اپنا سینہ بستی کی طرف جھکا دیا۔ اب رحمت کے اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے۔ جس بستی کو وہ جا رہا تھا اسے اللہ نے حکم دیا کہ نزدیک ہو جا اور جس بستی سے وہ جا رہا تھا اسے حکم دیا کہ دور ہو جا اور فرشتوں سے فرمایا، فاصلہ ماپ لو۔ چنانچہ جہاں اسے جانا تھا وہ بستی بالشت بھر قریب نکلی اور اسے بخش دیا گیا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳٤۷۰]

﴿وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ (۵۵)﴾ ع ۶ ۱۲

”اور اسی طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور تا کہ مجرموں کا راستہ خوب واضح ہو جائے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم یہ تفصیلات اس لیے بیان کر رہے ہیں کہ ایسے ہٹ دھرم مجرموں کی صفات کھل کر سامنے آ جائیں تا کہ ان سے اجتناب کیا جا سکے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دعوت و تبلیغ کا کام کرتے ہیں ان کو مخالفین (یعنی مجرمین کے) ہتھکنڈوں اور دلائل سے بھی پوری طرح باخبر ہونا چاہیے، تا کہ ان کی تردید ہو سکے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہی خوبی تھی کہ ایک طرف تو وہ اسلام کو خوب سمجھتے تھے اور دوسری طرف جاہلیت کے رسم و رواج اور قوانین سے پوری واقفیت رکھتے تھے، کیونکہ وہ جاہلیت سے گزر کر آئے تھے۔

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾

’’کہہ دے بے شک مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کہہ دے میں تمھاری خواہشوں کے پیچھے نہیں چلتا، یقیناً میں اس وقت گمراہ ہو گیا اور میں ہدایت پانے والوں میں سے نہیں ہوں۔‘‘

اوپر کی آیت میں تو یہ بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ آیات کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، تا کہ حق واضح ہو اور مجرموں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔ اب اس آیت میں مجرموں کے راستے پر چلنے سے منع فرمایا، جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ مجرموں کا راستہ کیا ہے جس پر چلنے سے تمھیں منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، میں ان کی عبادت نہیں کر سکتا۔ اگر میں بھی تمھاری طرح اللہ کی عبادت کرنے کے بجائے تمھاری خواہشات کے مطابق غیر اللہ کی عبادت شروع کر دوں تو یقیناً میں بھی گمراہ ہو جاؤں گا۔

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾

’’کہہ دے بے شک میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے، میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جسے تم جلدی مانگ رہے ہو، فیصلہ اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں، وہ حق بیان کرتا ہے اور وہی فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔‘‘

مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور استہزا کہتے تھے کہ اگر آپ سچے ہیں تو وہ عذاب جس سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں، وہ آ کیوں نہیں جاتا؟ اس کے جواب میں اللہ نے کہا، اے میرے رسول! آپ کہہ دیجیے کہ اللہ نے جو شریعت بذریعہ وحی میرے پاس بھیجی ہے اس کی حقانیت کا مجھے پورا یقین ہے اور تم لوگ اسے جھٹلا رہے ہو۔ تم جس عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہو وہ میری قدرت و اختیار میں نہیں ہے کہ میں اسے فوراً لے آؤں۔ اس میں تعجیل یا تاخیر کا تعلق اللہ

کے فیصلہ سے ہے، اس نے کسی عظیم حکمت کے پیش نظر ہی اسے مؤخر کیا ہے، لیکن اس کا واقع ہونا حق ہے۔

قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ : مراد وہ شریعت ہے جو وحی کے ذریعے آپ پر نازل کی گئی، ارشاد فرمایا: ﴿ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۵ تا ۱۵۷] ”اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والی، پس اس کی پیروی کرو اور بچ جاؤ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ پس بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب کی جزا دیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔“

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ : یعنی تمام کائنات پر اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اور تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لیے تم جو چاہتے ہو کہ جلد ہی اللہ کا عذاب تم پر آ جائے، تاکہ تمھیں میری صداقت یا کذب کا پتا چل جائے، تو یہ بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے، وہ اگر چاہے تو تمھاری خواہش کے مطابق جلدی عذاب بھیج کر تمھیں متنبہ یا تباہ کر دے۔ نہ میرے چاہنے سے کچھ ہوگا اور نہ تمھارے چاہنے سے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ٞ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [القصص : ۷۰] ”اور وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کے لیے دنیا اور آخرت میں سب تعریف ہے اور اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۵۸

”کہہ دے اگر واقعی میرے پاس وہ چیز ہوتی جو تم جلدی مانگ رہے ہو تو میرے درمیان اور تمھارے درمیان معاملے کا ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور اللہ ظالموں کو زیادہ جاننے والا ہے۔“

یعنی اگر اللہ تعالیٰ میرے طلب کرنے پر فوراً عذاب بھیج دیتا، یا اللہ تعالیٰ میرے اختیار میں یہ چیز دے دیتا تو پھر تمھاری خواہش کے مطابق عذاب بھیج کر جلد ہی فیصلہ کر دیا جاتا، لیکن یہ معاملہ چونکہ کلیتاً اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، اس لیے اس نے نہ مجھے اس کا اختیار دیا ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ میری درخواست پر فوراً عذاب نازل کر دے۔ طائف کے دن اللہ تعالیٰ کے فرشتے کا یہ کہنا کہ آپ حکم دیں تو ساری آبادی کو دونوں پہاڑوں کے درمیان کچل دوں، یہ حدیث

آیت زیر تفسیر کے خلاف نہیں۔ اس لیے کہ آیت میں عذاب طلب کرنے پر عذاب دینے کا اظہار ہے، جبکہ اس حدیث میں مشرکین کے طلب کیے بغیر صرف ان کی ایذا دہی کی وجہ سے ان پر عذاب بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے، جسے آپ نے پسند نہیں فرمایا۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

”اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے غیبی امور کو ان قیمتی اور اہم اشیاء سے تشبیہ دی ہے جنھیں صندوقوں میں بند کر کے غایت احتیاط کے طور پر تالا ڈال دیا جاتا ہے، ان غیبی امور کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم لوگ جس عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہو، وہ میری قدرت سے باہر کی بات ہے اور نہ مجھے اس کا علم ہی ہے کہ میں تمھیں اس کے آنے کا وقت بتاؤں۔ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے علم سے ہے، اس کی مشیت جب چاہے گی عذاب آئے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بعض مشاہدات کا ذکر کر کے مزید تاکید فرمائی کہ تمام غیبی امور کا علم صرف اللہ کو ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ بحر و بر میں جو کچھ ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے اور اس حقیقت کے بیان میں مزید مبالغہ کے طور پر کائنات کی ان گنت جزئیات کے بارے میں فرمایا کہ ان سب کا علم صرف اللہ کو ہے۔

اس آیت سے کاہنوں، نجومیوں اور غیب کی باتیں بتانے والوں کی تردید ہوتی ہے، جو کشف والہام کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”غیب کی کنجیاں پانچ ہیں: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ [لقمان : ۳٤] ”بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها إلا هو ﴾ : ٤٦٢٧]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، انھیں اللہ کے سوا

کوئی نہیں جانتا: ① اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ رحم مادر کیا سکیڑ تے ہیں۔ ② اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ ③ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔ ④ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اس کی موت آئے گی اور ⑤ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه أحدًا ﴾ : ۷۳۷۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لے آئے...... جبرائیل علیہ السلام نے دریافت کیا: "قیامت کب آئے گی؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ اس بات کا علم نہیں رکھتا۔" [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبرائیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإیمان ما هو؟ و بیان خصاله : ۹]

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ : "کتاب مبین" سے مراد لوح محفوظ ہے، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ لی تھیں اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔" [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسی علیهما السلام : ۲۶۵۳]

هُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَ يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (۶۰)

"اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔"

اس آیت میں نیند کو "موت" سے تعبیر کیا گیا ہے، اس لیے کہ دونوں میں احساس اور قوتِ تمیز جاتی رہتی ہے اور موت کی مناسبت سے بیداری کو "بعث" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انسان نیند کا محتاج ہوتا ہے، پھر بیدار ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کی زندگی کے ایام گزرتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی دنیاوی زندگی کی عمر پوری ہو جاتی ہے اور اسے موت آ دبوچتی ہے، جب قیامت آئے گی تو ہر انسان اپنے خالق و مالک کے ہاں پیش ہوگا اور زندگی میں جو کچھ بھی عمل کیا ہوگا اس کا اسے بدلہ دیا جائے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ رات کو اپنے بندوں کی روح ان کے سونے کی حالت میں قبض کر لیتا ہے، تو نیند گویا موت اصغر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ [الزمر : ۴۲] "اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں، پھر اسے روک لیتا ہے جس پر اس

نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر کی طرف آئے تو ''بسم اللہ'' پڑھ کر اپنے کپڑے کے کونے سے اسے تین مرتبہ جھاڑ لے، اس لیے کہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے اٹھ جانے کے بعد اس پر کون آیا ہے، پھر یہ دعا پڑھے: « بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ أَرْفَعُهُ، إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ » ''اے میرے رب! میں نے تیرے نام کے ساتھ اپنا پہلو رکھا اور تیری توفیق ہی سے اسے اٹھا سکوں گا۔ اگر تو میرے نفس کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اسے چھوڑ دے تو اس کی اس چیز سے حفاظت کر جس چیز سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، بابٌ : ٦٣٢٠۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء عند النوم : ٢٧١٤]

وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَى أَجَلٌ مُسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ : یعنی اللہ تعالیٰ کا علم اپنی تمام مخلوق کے لیل ونہار اور ان کی حرکت وسکون کی ہر ہر حالت میں ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴾ [الرعد : ١٠] ''برابر ہے تم میں سے جو بات چھپا کر کرے اور جو اسے بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو بالکل چھپا ہوا ہے اور (جو) دن کو ظاہر پھرنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ [القصص : ٧٣] ''اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو۔''

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

''اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تمھارے کسی ایک کو موت آتی ہے اسے ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے، جو ان کا سچا مالک ہے، سن لو! اسی کا حکم ہے اور وہی سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے۔''

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً : یعنی فرشتے جو آفات سے تمھاری حفاظت کرتے ہیں، نیز تمھارے اعمال کو محفوظ کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ [الرعد : ١١] ''اس کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے یکے بعد دیگرے آنے والے کئی پہرے دار ہیں، جو اللہ کے

حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴾ [ق : ۱۷، ۱۸] ''جب (اس کے ہر قول و فعل کو) دو لینے والے لیتے ہیں، جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہیں۔ وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں رات اور دن کے فرشتے ایک دوسرے کے پیچھے (باری باری) آتے رہتے ہیں۔ عصر اور فجر کی نماز میں وہ سب جمع ہو جاتے ہیں، پھر وہ فرشتے جو رات کو تم میں رہے تھے اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ باوجود اس کے کہ وہ تم سے خوب واقف ہوتا ہے، ان سے پوچھتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، ہم نے ان کو چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ تعرج الملائكة والروح إليه ﴾ : ۷٤۲۹]

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ ...... الْحٰسِبِيْنَ : یعنی جب موت کا وقت آ جائے گا تو روح قبض کرنے والا فرشتہ اور دوسرے مددگار فرشتے آ کر بغیر کسی تاخیر کے اس کی روح قبض کر لیں گے اور اللہ کے حکم کے مطابق اگر نیک روح ہو گی تو ''علیین'' میں اور فاجر ہو گی تو ''سجین'' میں محفوظ کر دیں گے۔ آگے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام روحوں کی پیشی اللہ کے حضور ہو گی اور وہ ان کے بارے میں اپنے فیصلے صادر فرمائے گا اور غایتِ سرعت کے ساتھ مخلوقات کا حساب لے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میت کے پاس فرشتے آ جاتے ہیں، اگر آدمی نیک ہو تو وہ کہتے ہیں کہ اے پاک جان! نکل آ کہ تو پاک جسم میں تھی، نکل آ تو قابل ستائش ہے، تجھے سکون، خوش بودار پھولوں اور ناراض نہ ہونے والے رب کی خوش خبری ہو، اس سے بار بار یہ کہا جاتا ہے، حتیٰ کہ روح نکل آتی ہے۔ پھر اسے آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے دروازہ کھولنے کا کہا جاتا ہے۔ پوچھا جاتا ہے، کون ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ہے۔ وہ کہتے ہیں، پاک نفس کو خوش آمدید ہو، اچھے جسم میں تھی، داخل ہو جا اس حال میں کہ تو قابل ستائش ہے، تجھے آرام، خوش بو دار پھول اور ناراض نہ ہونے والے رب کی خوش خبری ہو۔ ہمیشہ اسے یہی کہا جاتا ہے، حتیٰ کہ اسے اس آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے اور اگر آدمی برا ہو تو فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اے خبیث جان! نکل آ، تو خبیث جسم میں تھی، نکل آ تو قابل مذمت ہے، تجھے گرم پانی، پیپ اور اس طرح کے اور بہت سے عذابوں کی خوش خبری ہو، اس سے بار بار یہ کہا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ باہر نکل آتی ہے۔ پھر جب آسمان کھولنے کا کہا جاتا ہے تو ادھر سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ جواب دیا جاتا ہے فلاں، تو کہا جاتا ہے کہ اس خبیث جان کو، جو خبیث جسم میں تھی، ہرگز خوش آمدید نہیں۔ تو واپس لوٹ جا کہ تو قابل مذمت ہے، تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جا سکتے۔ چنانچہ اسے آسمان سے واپس لوٹا دیا جاتا ہے اور پھر اسے قبر میں

لے جایا جاتا ہے۔“ [مسند أحمد : ۱٤٠/٦ ، ح : ۲٥١٤٣۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له : ٤٢٦٢]

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ پھر نیک آدمی کو بٹھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین پر تھا؟ وہ کہتا ہے، دین اسلام پر۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اُس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، ہمارے پاس وہ اللہ کی طرف سے واضح دلیلیں اور کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے، سو ہم نے ان کی تصدیق کی، تو اس کے لیے آگ کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے اور وہ اس (دوزخ) کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کھا رہی ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے بچا لیا ہے، پھر اس کے لیے جنت کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ سو وہ اس کی رونق اور نعمتیں دیکھتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے یہی تیرا ٹھکانا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے تو (دنیا میں) یقین پر تھا اور اسی پر فوت ہوا اور اللہ چاہے تو یقین ہی پر اٹھے گا۔ اور جب برے آدمی کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو وہ پریشان اور گھبرایا ہوا ہوتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین پر تھا؟ تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے تو اُس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا، وہ کہتا ہے، میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا، تو میں نے بھی ویسے ہی کہہ دیا تھا جیسے لوگ کہتے تھے۔ تو اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے، وہ اس کی رونق و تروتازگی دیکھتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے اس کی طرف دیکھ! اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے محروم کر دیا ہے، پھر اس کے لیے آگ کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے، وہ اس کی طرف دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کھا رہی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے، یہ تیرا ٹھکانا ہے، تو شک میں تھا، اسی پر تجھے موت آئی اور اگر اللہ نے چاہا تو اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا، پھر اس کو عذاب دیا جائے گا۔“ [مسند أحمد : ١٣٩/٦، ١٤٠، ح : ۲٥١٤٢]

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝

”کہہ کون تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں سے نجات دیتا ہے؟ تم اسے گڑ گڑا کر اور خفیہ طریقے سے پکارتے ہو کہ بے شک اگر وہ ہمیں اس سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ کہہ دے اللہ تمھیں اس سے نجات دیتا ہے اور ہر بے قراری سے، پھر تم شریک بناتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ بر و بحر کی تاریکیوں میں مجبور و مضطر، جنگلوں اور صحراؤں میں حیران و سرگرداں اور دریاؤں اور سمندروں کی موجوں اور طوفانوں کی لپیٹوں میں آئے ہوئے لوگوں کو اس وقت نجات عطا فرما دیتا ہے جب وہ اسی وحدہٗ لا شریک لہ سے دعا کرتے ہیں اور اللہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر اس نے

اس مصیبت سے نجات دے دی تو ہم اس کے شکر گزار بندے بن جائیں گے اور شرک نہیں کریں گے۔ آگے فرمایا کہ آپ کہہ دیجیے کہ اس مصیبت سے اور ہر مصیبت سے صرف اللہ ہی نجات دیتا ہے، لیکن ان کی فطرت کی کجی اور مشرکانہ عادت کا نتیجہ دیکھیے کہ نجات پا جانے کے بعد وہ اپنے وعدے بھول جاتے ہیں اور اپنا نجات دہندہ کسی اور کو بتانے لگتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٣] ”یا وہ جو تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور وہ جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوش خبری دینے کے لیے بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت بلند ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ لَىِٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴾ [یونس : ٢٢] ”وہی ہے جو تمھیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ انھیں لے کر عمدہ ہوا کے ساتھ چل پڑتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں تو ان (کشتیوں) پر سخت تیز ہوا آجاتی ہے اور ان پر ہر جگہ سے موج آجاتی ہے اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک ان کو گھیر لیا گیا ہے، تو اللہ کو اس طرح پکارتے ہیں کہ ہر عبادت کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، یقیناً اگر تو نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور ہی شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٦٧] ”اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بہت ناشکرا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٦٥] ”پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔“

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عکرمہ بن ابی جہل کے قتل کا حکم دیا تھا تو عکرمہ مکہ سے بھاگ نکلا، یہاں تک کہ بحر احمر کے کنارے پہنچا اور ایک کشتی پر سوار ہو کر علاقہ بدر ہونے لگا، کشتی جب سمندر کے درمیان پہنچی تو طوفان میں پھنس گئی۔ کشتی میں سوار لوگ کہنے لگے، اب صرف ایک اللہ کو پکارو، کیونکہ اب اس طوفان میں تمھارے مشکل کشا تمھارے کسی کام نہیں آسکتے۔ مشرکین کی یہ بات سن کر عکرمہ بن ابی جہل کہنے لگے، اگر سمندر میں ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا کشتی پار نہیں لگا سکتا تو اللہ کی قسم! زمین پر بھی اللہ کے سوا کوئی دوسرا میری بگڑی نہیں سنوار سکتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے پکا وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس طوفان سے زندہ سلامت نکال

دیا تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر ضرور ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا اور یقیناً تو درگزر کرنے والا، کریم و مہربان ہے۔[نسائی، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فی المرتد : ٤٠٧٢]

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ

''کہہ دے وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمھارے اوپر سے عذاب بھیج دے، یا تمھارے پاؤں کے نیچے سے، یا تمھیں مختلف گروہ بنا کر گتھم گتھا کر دے اور تمھارے بعض کو بعض کی لڑائی (کا مزہ) چکھائے، دیکھ ہم کیسے آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ سمجھیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین عذابوں کا ذکر کیا ہے: ① اوپر سے عذاب نازل کرنا، جیسے طوفان بادو باراں، کڑک، بجلی کا گرنا، تیز آندھی اور پتھروں کی بارش وغیرہ۔ ② پیروں کے نیچے سے عذاب بھیجنا، جیسے دریاؤں کا سیلاب، زلزلے اور زمین میں دھنس جانا وغیرہ اور ③ فرقے فرقے بنا کر آپس میں لڑا دینا۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرقہ فرقہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب ہے۔ فرقہ بندی اختلاف سے پیدا ہوتی ہے، لہٰذا اختلاف کو ختم کر دینا چاہیے اور سب کو مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیے۔ اس آیت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ان عذابات سے صرف کفار کو ڈرایا جا رہا ہے، نہیں بلکہ اس تخویف و انذار میں ایمان والے بھی شریک ہیں۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ ﴾ ''کہہ دے وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمھارے اوپر سے عذاب بھیج دے'' تو اس کے بعد آپ ﷺ نے دعا کی: ''اے اللہ! میں تیرے چہرۂ اقدس کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں۔'' ﴿ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ ﴾ ''یا تمھارے پاؤں کے نیچے سے'' تو اس کے بعد آپ نے دعا کی: ''اے اللہ! میں تیرے چہرۂ اقدس کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں۔'' ﴿ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ﴾ ''یا تمھیں مختلف گروہ بنا کر گتھم گتھا کر دے اور تمھارے بعض کو بعض کی لڑائی (کا مزہ) چکھائے'' تو اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (پہلی دو صورتوں کے مقابلے میں) ہلکا یا کم تر عذاب ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ قل هو القادر علی أن يبعث عليكم عذابا من فوقكم ﴾ ...... الخ : ٤٦٢٨]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کہ ہمارا گزر مسجد بنی معاویہ کے پاس سے ہوا تو آپ مسجد کے اندر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی، ہم نے بھی آپ کے ساتھ مل کر نماز ادا کی، پھر آپ نے اپنے رب تعالیٰ سے طویل دعا کی اور پھر فرمایا: ''میں نے اپنے رب سے تین دعائیں کی ہیں: ① میں

نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری ساری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول فرما لیا۔ ② میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری ساری امت کو قحط میں مبتلا کر کے ہلاک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو بھی شرف قبولیت سے نوازا۔ ③ اور میں نے دعا کی کہ میری امت کو آپس میں اختلاف و انتشار میں مبتلا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول نہیں فرمایا۔'' [مسلم، كتاب الفتن، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض : ۲۸۹۰۔ مسند أحمد : ۱۷۵/۱، ح : ۱۵۲۰]

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسی رات میں حاضر رہنے کا شرف حاصل ہوا جو ساری رات آپ نے نماز پڑھتے ہوئے گزار دی تھی، یہاں تک کہ جب صبح ہوگئی تو آپ نماز سے فارغ ہوئے اور تب میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آج تو ساری رات آپ نے اس طرح نماز میں گزاری ہے کہ میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اس طرح نماز ادا کی ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، یہ شوق اور ڈر پر مبنی نماز تھی۔ میں نے اس میں اپنے رب سے تین دعائیں کیں تو اس نے میری دو دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا اور ایک کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ① میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ ہمیں اس طرح ہلاک نہ کرے جس طرح اس نے ہم سے پہلی امتوں کو ہلاک کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول فرما لیا۔ ② میں نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی کہ وہ ہمارے غیر میں سے ہمارے کسی دشمن کو ہم پر غالب نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو بھی شرف قبولیت سے نوازا۔ ③ اور میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ ہمیں مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے سے بچائے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول نہیں فرمایا۔'' [مسند أحمد : ۱۰۸/۵، ۱۰۹، ح : ۲۱۱۰۹۔ ترمذی، كتاب الفتن، باب ما جاء فی سؤال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثًا فی أمته : ۲۱۷۵۔ نسائی، كتاب قيام الليل ، باب إحياء الليل : ۱۶۳۹]

سیدنا عبداللہ بن عمرو اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور (میری) یہ امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ایک فرقے کے سوا دیگر سب جہنم رسید ہوں گے۔'' [أبو داوٗد، كتاب السنة، باب شرح السنة : ۴۵۹۷۔ ترمذی، كتاب الإيمان، باب ما جاء فی افتراق هذه الأمة : ۲۶۴۱۔ مستدرك حاكم : ۱۲۸/۱، ح : ۴۴۳]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دین برابر قائم رہے گا اور اس دین کی خاطر مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت قائم ہونے تک لڑتی رہے گی۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم : لا تزال طائفة من أمتی ظاهرين على الحق : ۱۹۲۲]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق کے لیے قیامت کے دن تک لڑتی رہے گی اور غالب رہے گی۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم : لا تزال طائفة من أمتی ظاهرين على الحق : ۱۹۲۳]

﴿ وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴾ (۶۶)

''اور اسے تیری قوم نے جھٹلا دیا، حالانکہ وہی حق ہے، کہہ دے میں ہر گز تم پر کوئی نگہبان نہیں۔''

مشرکین مکہ کا احوالِ واقعی بیان کیا جا رہا ہے اور نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ کی قوم نے قرآن کو جھٹلا دیا، حالانکہ وہ برحق ہے اور اس میں بیان شدہ ہر بات سچی ہے۔ آپ انھیں کہہ دیجیے کہ میں تمھارا ذمہ دار نہیں ہوں، بلکہ میرا کام تمھیں دین پہنچا دینا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ [الكهف : ۲۹] ''اور کہہ دے یہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے، پھر جو چاہے سو ایمان لے آئے اور جو چاہے سو کفر کرے۔''

﴿ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ (۶۷)

''ہر خبر کے لیے واقع ہونے کا ایک وقت ہے اور تم عنقریب جان لو گے۔''

اس آیت میں کفار کے لیے دھمکی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر غلط نہیں ہو سکتی، یعنی اللہ کے ہر فیصلے کے وقوع پذیر ہونے کا ایک وقت مقرر ہے اور میں نے تمھیں قرآن اور رسول کی تکذیب اور شرک کا انجام بتا دیا ہے کہ تمھیں ایک دن عذاب آ دبوچے گا، اس عذاب سے مراد آخرت کا عذاب بھی ہے اور وہ عذاب بھی جو دنیا میں کفار پر لڑائی، خوف اور قحط کی صورت میں نازل ہوا اور میدانِ بدر میں بھی جس کی ایک جھلک مکہ کے سرداروں نے دیکھی۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤، ٥] ''اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں۔ پس بے شک انھوں نے حق کو جھٹلا دیا، جب وہ ان کے پاس آیا، تو عنقریب ان کے پاس اس کی خبریں آ جائیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے ہیں۔''

سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ پھر آپ ﷺ کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار قریش کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے: ''اے فلاں کے بیٹے فلاں، اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے، پس بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اسے پا لیا، کیا تم سے بھی تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچا پایا؟'' [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ٣٩٧٦۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار : ٢٨٧٣، ٢٨٧٥]

﴿ وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ﴾

﴿ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ۶۸

’’اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات کے بارے میں (فضول) بحث کرتے ہیں تو ان سے کنارہ کر، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر کبھی شیطان تجھے ضرور ہی بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ۔‘‘

یعنی جب تم ایسے لوگوں کی مجلس دیکھو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کا مذاق اڑا رہے ہوں، یا عملاً ان کی بے قدری کر رہے ہوں، یا وہ اہل بدعت ہوں جو اپنی بے جا تاویلات اور تحریفات سے آیاتِ الٰہی کو توڑ مروڑ رہے ہوں، یا ان پر نکتہ چینی کر رہے ہوں اور الٹے سیدھے معنی پہنا کر ان کا مذاق اڑا رہے ہوں، تو اس مجلس سے اس وقت تک کنارہ کرو جب تک وہ دوسری باتوں میں مشغول نہ ہو جائیں اور اگر شیطان کے بہلانے سے اس مجلس میں بیٹھ ہی جاؤ تو یاد آنے کے بعد ان ظالموں کی مجلس میں نہ بیٹھے رہو۔

اہل بدعت کی صحبت اس صحبت سے بھی کئی درجہ بدتر ہے، جس میں گناہوں کا علانیہ ارتکاب ہو رہا ہو، خصوصاً اس شخص کے لیے جو علمی اور ذہنی طور پر پختہ نہ ہو اور بدعتیوں کی غلط تاویلوں کو سمجھنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو۔

ابتدائے اسلام میں مشرکینِ مکہ صحابہ کرام کو قرآن پڑھتے دیکھتے تو مذاق اڑاتے اور باتیں بناتے، انھی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منع کیا کہ کفار جب قرآن کا مذاق اڑا رہے ہوں تو ایسی مجلسوں سے اٹھ جائیں، یہاں تک کہ وہ لوگ کوئی اور بات کرنے لگیں اور جب نبی ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے، تو وہاں بھی کفار و منافقین کا ایسا ہی رویہ تھا کہ وہ لوگ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایسی مجلسوں سے مومنوں کو اجتناب کا حکم دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴾ [النساء : ۱۴۰] ’’اور بلاشبہ اس نے تم پر کتاب میں نازل فرمایا ہے کہ جب تم اللہ کی آیات کو سنو کہ ان کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں۔ بے شک تم بھی اس وقت ان جیسے ہو، بے شک اللہ منافقوں اور کافروں، سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔‘‘

<u>وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ</u> : سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بے شک میری امت سے خطا و نسیان اور وہ کام جس پر انھیں مجبور کر دیا گیا ہو، اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے۔‘‘ [ابن ماجہ ، کتاب الطلاق ، باب طلاق المکرہ والناسی : ۲۰۴۳]

وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾

''اوران لوگوں کے ذمے جو بچتے ہیں، ان کے حساب میں سے کوئی چیز نہیں اور لیکن یاد دہانی ہے، تاکہ وہ بچ جائیں۔''

یعنی جو لوگ ایسی مجالس سے اجتناب کریں گے، تو استہزا بآیات اللہ کا جو گناہ استہزا کرنے والوں کو ملے گا، وہ اس گناہ سے محفوظ رہیں گے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں سے کلی مقاطعہ نہ کرے کہ ان کو نصیحت کرنا بھی چھوڑ دے۔ ہر مسلمان پر نصیحت کرنا اور تبلیغ کرنا فرض ہے۔ لوگوں کو سمجھاتے رہنا چاہیے، اگر وہ نہیں مانتے تو ان کے اعمال بد کا ان نصیحت کرنے والوں پر کوئی وبال نہیں پڑے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۱۰۵] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، تمھیں وہ شخص نقصان نہیں پہنچائے گا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پا چکے، اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بے زار ہو) اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الإیمان : ۴۹]

قیس بن ابو حازم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: ''اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو: ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾ [المائدۃ : ۱۰۵] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، تمھیں وہ شخص نقصان نہیں پہنچائے گا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پا چکے۔'' اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''لوگ جب برائی کو دیکھیں اور اسے ختم نہ کریں (اس سے منع نہ کریں) تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنھی : ۴۳۳۸۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنھی عن المنکر : ۴۰۰۵]

وَ ذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ ذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖۗ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ ۚ وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع ۸ ۱۴

''اور ان لوگوں کو چھوڑ دے جنھوں نے اپنے دین کو کھیل اور دل لگی بنا لیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا اور اس کے

ساتھ نصیحت کر کہ کہیں کوئی جان اس کے بدلے ہلاکت میں (نہ) ڈال دی جائے جو اس نے کمایا، اس کے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی مددگار ہو اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ اور اگر وہ فدیہ دے، ہر فدیہ، تو اس سے نہ لیا جائے، یہی لوگ ہیں جو ہلاکت کے سپرد کیے گئے، اس کے بدلے جو انھوں نے کمایا، ان کے لیے گرم پانی سے پینا اور دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ جو لوگ دینِ اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ انھیں تو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے، وہ مطمئن ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں اور ہر سعادت دنیا کی لذتوں میں ہے۔ آپ ان کے جھٹلانے کی پروا نہ کیجیے اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ یہ لوگ بڑے عذاب کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور اس قرآن کے ذریعے لوگوں کو خوف دلاتے رہیے کہ کہیں وہ اپنے اعمال کی وجہ سے روز قیامت ہلاک و برباد نہ کر دیے جائیں، جس دن ان کا اللہ کے سوا نہ کوئی ولی ہوگا، جو طاقت کے ذریعے ان کی مدد کرے اور نہ کوئی سفارشی، جو بذریعہ سفارش اللہ کا عذاب ٹال سکے اور اس دن اگر وہ تمام قسم کے فدیے بھی دینا چاہیں گے تو قبول نہیں ہوں گے۔ اللہ کے دین کا مذاق اڑانے والے اپنے برے اعمال اور حرام شہوتوں میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے ہلاک کر دیے جائیں گے۔ اس دن پینے کے لیے انھیں گرم پانی دیا جائے گا، جو ان کے پیٹ میں گڑگڑائے گا اور ان کی آنتوں کو کاٹ باہر کرے گا اور ان کے کفر کی وجہ سے انھیں آگ کا دردناک عذاب دیا جائے گا۔

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٨] ''اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢٥٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [الزمر : ٤٤] ''کہہ دے شفاعت ساری کی ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا : یعنی خواہ وہ دنیا کی ہر چیز کو خرچ کر دے، پھر بھی وہ اس سے قبول نہ ہوگی، جیسا

کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا ﴾ [آل عمران : ۹۱] ”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔“

لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴾ [محمد : ۱۵] ”(کیا یہ متقی لوگ) ان جیسے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور جنھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، تو وہ ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴾ [الواقعة : ۵۱ تا ۵۶] ”پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر کھولتے پانی سے پینے والے ہو۔ پھر پیاس کی بیماری والے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو۔ یہ جزا کے دن ان کی مہمانی ہے۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس آدمی کو ہوگا جسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی، جس سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب أهون أهل النار عذابًا : ۲۱۱]

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَ لَا یَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ ۪ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ۙ وَ اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

”کہہ دے کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے اور نہ ہمیں نقصان دے اور ہم اپنی ایڑیوں پر پھیر دیے جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے، اس شخص کی طرح جسے شیطانوں نے زمین میں بہکا دیا، اس حال میں کہ حیران ہے، اسی کے کچھ ساتھی ہیں جو اسے سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔ کہہ دے اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی اصل راستہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے فرماں بردار بن جائیں۔ اور یہ کہ نماز قائم کرو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔“

جو آدمی توحید کی دعوت قبول کر لینے کے بعد پھر شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بتوں کی پرستش شروع کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی کی یہاں مثال بیان کی ہے کہ جیسے کوئی آدمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی صحرا سے گزر رہا ہو اور شیطان

جنوں کے نرغے میں آ جائے، جو اسے راہِ راست سے بھٹکا کر کسی اور طرف لے جائیں اور وہ حیران و پریشان نہ سمجھ سکے کہ کیا کرے، اس کے ساتھی اسے پکار رہے ہوں کہ ہماری طرف آ جاؤ، سیدھی راہ ادھر ہے، لیکن وہ شیطانوں کے چکر میں ایسا پھنس گیا ہے کہ نہ وہ اپنے ساتھیوں کی پکار کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کی طرف جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کفر و شرک اختیار کر کے جو گمراہ ہو گیا ہے، وہ بھٹکے ہوئے راہی کی طرح ہدایت کی طرف نہیں آ سکتا۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ہدایت مقرر کر دی ہے تو یقیناً اللہ کی توفیق سے وہ راہ یاب ہو جائے گا، کیونکہ ہدایت پر چلا دینا اسی کا کام ہے۔ ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور نماز قائم کریں اور اللہ سے ڈرتے رہیں اور اس یقین کے ساتھ زندگی گزاریں کہ قیامت کے دن سب کو اسی کے سامنے جمع ہونا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَ یَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ؕ۬ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَ لَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۷۳﴾

الثلاثة

”اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور جس دن کہے گا ”ہو جا“ تو وہ ہو جائے گا۔ اس کی بات ہی سچی ہے اور اسی کی بادشاہی ہوگی، جس دن صور میں پھونکا جائے گا، غیب اور حاضر کو جاننے والا ہے اور وہی کمال حکمت والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو عدل و حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے، وہی ان دونوں کا اور ان میں موجود تمام مخلوقات کا مالک و مدبر ہے اور قیامت کے دن انھیں میدانِ محشر میں کلمہ ”کُنْ“ کے ذریعے جمع کرنے پر قادر ہے۔ اس کی مراد اور خواہش اس کے امر اور حکم سے مؤخر نہیں ہو سکتی۔ اس کا قول و حکم بہر حال نافذ اور واقع ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس دن قیامت کا صور پھونکا جائے گا اس دن اسی کی بادشاہت ہوگی اور اپنے مطیع و فرماں بردار اور عاصی و گناہ گار بندوں کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق برتاؤ کرے گا۔

وَلَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ : یعنی دنیا میں مجازی طور پر جن کو بادشاہ کہا جاتا تھا ان کی مجازی بادشاہی بھی ختم ہو جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴾ [المؤمن : ۱٦] ”جس دن وہ صاف ظاہر ہوں گے، ان کی کوئی چیز اللہ پر چھپی نہ ہوگی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو ایک ہے، بہت دبدبے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِیْنَ ﴾ [النمل : ۸۷] ”اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، گھبرا جائے گا مگر جسے اللہ نے چاہا اور وہ سب اس کے پاس ذلیل ہو کر آئیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۙ۸ فَذٰلِكَ یَوْمَىِٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ﴾ [المدثر : ۸، ۹] ”سو جب صور میں پھونکا جائے گا۔ تو وہ

اس دن، ایک مشکل دن ہے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا اور اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’اس سے مراد وہ سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔‘‘ [مسند أحمد : ۱۶۲/۲، ح : ۶۵۱۴ـ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب ما جاء فی شأن الصور : ۲۴۳۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آج وہ لوگ کہاں ہیں جن کو دنیا میں اپنی اپنی حکومت اور بادشاہت کا دعویٰ تھا۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفة القیامة والجنة والنار : ۲۷۸۸]

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝

’’اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے؟ بے شک میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔‘‘

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو جو وعظ و نصیحت فرمائی اور توحید کی دعوت دی اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا۝ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا۝ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا۝ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا۝ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِيْ مَلِيًّا۝ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا۝ وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّيْ ۖۗ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا﴾ [مریم : ۴۱ تا ۴۸] ’’اور اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کر، بے شک وہ بہت سچا تھا، نبی تھا۔ جب اس نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! تو اس چیز کی عبادت کیوں کرتا ہے جو نہ سنتی ہے اور نہ دیکھتی ہے اور نہ تیرے کسی کام آتی ہے؟ اے میرے باپ! بے شک میں، یقیناً میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا، اس لیے میرے پیچھے چل، میں تجھے سیدھے راستے پر لے جاؤں گا۔ اے میرے باپ! شیطان کی عبادت نہ کر، بے شک شیطان ہمیشہ سے رحمان کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تجھ پر رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آپڑے، پھر تو شیطان کا ساتھی بن جائے۔ اس نے کہا کیا تو میرے معبودوں سے بے رغبتی کرنے والا ہے اے ابراہیم!؟ یقیناً اگر تو باز نہ آیا تو میں ضرور ہی تجھے سنگسار کر دوں گا اور مجھے چھوڑ جا، اس حال میں کہ تو صحیح سالم ہے۔ کہا تجھ پر سلام ہو، میں اپنے رب سے تیرے لیے ضرور بخشش کی دعا کروں گا، بے شک وہ ہمیشہ سے مجھ پر بہت مہربان ہے۔ اور میں تم سے اور ان چیزوں سے جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کو پکارتا ہوں، امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں بے نصیب نہیں ہوں گا۔‘‘

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی زندگی میں اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتے رہے، مگر جب وہ حالت شرک ہی میں مرا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ترک کر دی اور اس سے براءت کا اظہار کر دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴾ [التوبة : ۱۱٤] ''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔''

زیر تفسیر آیت اس پر قطعی دلیل ہے کہ ''آزر'' ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تھا۔ اس کی تائید بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے والد آزر سے ملیں گے اور آزر کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہو گا تو ابراہیم علیہ السلام ان سے کہیں گے کہ میں نے دنیا میں تم سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو۔ اس پر ان کا باپ کہے گا کہ آج میں تمھاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن ذلیل نہیں کرے گا تو اس سے زیادہ ذلت کیا ہو گی کہ میرا باپ (ذلیل اور) تیری رحمت سے دور ہوا پڑا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! دیکھو تمھارے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے کہ ایک بجو ہے جو نجاست سے لتھڑا ہوا ہے، پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا (یعنی ان کے باپ کو بجو بنا دیا جائے گا)۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالٰی : ﴿ واتخذ الله إبراهيم خليلا ﴾ : ۳۳۵۰]

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝۷۵

''اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے تھے اور تا کہ وہ کامل یقین والوں سے ہو جائے۔''

یعنی ہم نے ان کی نظر میں یہ واضح کر دیا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اللہ عزوجل کی وحدانیت کی کس طرح دلیل ہے۔ ملک و خلق میں وہ کس طرح وحدہٗ لا شریک لہ ہے کہ اس کے سوا نہ کوئی اور معبود ہے اور نہ پروردگار، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [یونس : ۱۰۱] ''کہہ تم دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ موجود ہے۔ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کے کام نہیں آتیں جو ایمان نہیں لاتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴾ [سبا : ۹] ''تو کیا انھوں نے اس کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان و زمین میں سے ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اگر ہم چاہیں انھیں زمین میں دھنسا دیں، یا ان پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دیں۔ یقیناً اس میں ہر رجوع کرنے والے

بندے کے لیے ضرور ایک نشانی ہے۔“

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾

”تو جب اس پر رات چھا گئی تو اس نے ایک ستارہ دیکھا، کہنے لگا یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ غروب ہوگیا تو اس نے کہا میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ پھر جب اس نے چاند کو چمکتا ہوا دیکھا، کہا یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ غروب ہوگیا تو اس نے کہا یقیناً اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ دی تو یقیناً میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پھر جب اس نے سورج چمکتا ہوا دیکھا، کہا یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے۔ پھر جب وہ غروب ہوگیا کہنے لگا اے میری قوم! بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔“

ابراہیم علیہ السلام کا باپ اور اس کی قوم اصنام، شمس وقمر اور ستاروں کی پرستش کرتی تھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے چاہا کہ ان کی اس دینی غلطی کو واضح کر دیں کہ جن باطل معبودوں کی پرستش وہ کرتے ہیں ان میں سے کوئی بھی الٰہ بننے کا مستحق نہیں ہے۔ قوم کے نزدیک سب سے روشن اور اشرف سورج، پھر چاند، پھر زہرہ ستارہ تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پہلے زہرہ کے بارے میں واضح فرمایا کہ یہ الٰہ ہونے کے قابل نہیں ہے، کیونکہ یہ تو ایک معین رفتار کے ساتھ ایک مخصوص وقت کے لیے مسخر ومقدر ہے، جس سے یہ ذرہ برابر دائیں بائیں نہیں ہوسکتا اور نہ اسے اپنے آپ پر تصرف کا کوئی اختیار ہی ہے، بلکہ یہ تو ان اجرام فلکی میں سے ایک ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر منور پیدا فرمایا ہے۔ یہ ستارہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور مغرب کی طرف چلنا شروع کر دیتا ہے، حتیٰ کہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگلی رات پھر یہ طلوع ہو کر وقتِ مقررہ پر غروب ہو جاتا ہے، تو جو اس طرح ہو یعنی اس کے طلوع وغروب کے پیچھے کسی دوسری ہستی کا دستِ قدرت کارفرما ہو، وہ الٰہ نہیں ہوسکتا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام چاند کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے بارے میں بھی اسی طرح واضح فرمایا کہ جس طرح ستارے کے بارے میں فرمایا تھا۔ پھر اسی طرح آپ نے سورج کی طرف توجہ فرمائی اور جب آپ نے ان تینوں اجرامِ فلکی کے الٰہ ہونے کی نفی فرما دی جو دیگر ان تمام اجرام کی نسبت زیادہ منور ہیں، جن کا انسان اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتے ہیں اور جب قطعی دلیل سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہ الٰہ نہیں ہو سکتے تو کہنے لگے، لوگو! جن چیزوں کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو میں ان کی عبادت کرنے اور ان کی دوستی اختیار کرنے سے بے زار ہوں۔ اگر یہ الٰہ ہیں تو یہ سب مل کر میرے خلاف جو چاہیں پروگرام بنا لیں اور مجھے ذرہ برابر مہلت نہ دیں۔

﴿ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [القصص : ۸۸] ''اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو مت پکار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، مگر اس کا چہرہ، اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۷۹

''بے شک میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، ایک (اللہ کی) طرف ہو کر اور میں مشرکوں سے نہیں۔''

یعنی میں تو اس ذات گرامی کی عبادت کرتا ہوں جو ان تمام اشیا کا خالق، موجد، انھیں مسخر کرنے والا اور ان کی تدبیر فرمانے والا ہے، جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے، جو ہر چیز کا رب، مالک اور معبود ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ''بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَ مَنِ اتَّبَعَنِ ﴾ [آل عمران : ۲۰] ''پھر اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں تو کہہ دے میں نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور اس نے بھی جس نے میری پیروی کی۔''

وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ وَ لَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۸۰

''اور اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا، اس نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو، حالانکہ یقیناً اس نے مجھے ہدایت دی ہے اور میں اس سے نہیں ڈرتا جسے تم اس کے ساتھ شریک بناتے ہو، مگر یہ کہ میرا رب کچھ چاہے، میرے رب نے ہر چیز کا احاطہ علم سے کر رکھا ہے، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔''

قوم کے ساتھ یہ مناظرہ ہوا تو ان کی قوم نے اپنے عقیدے کے صحیح ہونے کے بہت دلائل پیش کیے، مثلاً انھوں نے

ایک دلیل یہ دی: ﴿ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ ﴾ [الزخرف : ۲۲] ”ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا ہے نیز ابراہیم علیہ السلام کو دھمکی دی کہ یہ بت تمھیں آفات اور مصیبتوں میں مبتلا کر دیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ﴿ وَقَدْ هَدٰىنِ ﴾ ”اللہ نے مجھے سیدھا راستہ بتا دیا ہے“ سے ان کی پہلی دلیل کا جواب دیا کہ یقینی دلیل کے مقابلہ میں تمھارے باپ دادا کا دین بے معنی ہے اور ان کی دھمکی کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچنی ہو تو پہنچ سکتی ہے، مگر یہ تمھارے بت اور جھوٹے پروردگار میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ : یعنی ابراہیم علیہ السلام کے ان دلائل کو سن کر ان کی قوم ان سے جھگڑنے اور بحث و مباحثہ کرنے لگی، ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ۝ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٥٤ تا ٥٦] ”کہا بلاشبہ یقیناً تم اور تمھارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے۔ انھوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس حق لایا ہے، یا تو کھیلنے والوں سے ہے؟ کہا بلکہ تمھارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، جس نے انھیں پیدا کیا ہے اور میں اس پر گواہی دینے والوں سے ہوں۔“

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

”اور میں اس سے کیسے ڈروں جسے تم نے شریک بنایا ہے، حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ بے شک تم نے اللہ کے ساتھ اس کو شریک بنایا ہے جس کی کوئی دلیل اس نے تم پر نہیں اتاری، تو دونوں گروہوں میں سے امن کا زیادہ حق دار کون ہے، اگر تم جانتے ہو۔“

ابراہیم علیہ السلام نے کہا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں بتوں سے ڈروں، جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، جو نہ خالق ہیں نہ رازق اور تم اس اللہ سے نہ ڈرو جس کے ساتھ تم نے بہت سے معبودانِ باطلہ کو بغیر دلیل و برہان کے شریک بنا رکھا ہے، حالانکہ وہ تنہا خالق و رازق ہے اور ہر نفع و نقصان کا صرف وہی مالک ہے۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا معبود اللہ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور تمھارے معبود مٹی کے ڈھیر ہیں۔ تو ذرا سوچو تو سہی کہ امن و سلامتی کے حق دار تم مشرکین ہو یا ہم اہل ایمان؟ اگر تمھارے پاس علم کا شائبہ بھی ہوتا تو یقیناً تمھارا جواب یہی ہوتا کہ بے شک اہل ایمان ہی امن و سلامتی کے مستحق ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ﴾ [الشورىٰ : ٢١] ”یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔“ اور فرمایا:

﴿ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ﴾ [النجم : ۲۳] ”یہ (بت) چند ناموں کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔“

اس امت کے کلمہ گو پیر پرست بھی اہل توحید سے کہتے ہیں کہ جو شخص بڑے پیر کی گیارھویں چھوڑ دے اس کا بیٹا یا بھینس مر جاتی ہے یا کوئی اور نقصان پہنچ جاتا ہے، تو ان کا بھی یہی جواب ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ۠ ع ۱۵

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے امن انھی لوگوں کو نصیب ہوگا جنھوں نے شرکیہ اعمال کے ذریعے اپنے ایمان کو فاسد نہیں بنایا ہوگا اور دنیا میں بھی وہی لوگ اہل حق ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت: ﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا“ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر اس آیت کا مضمون بہت شاق گزرا۔ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو بات تم سمجھ رہے ہو وہ بات نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: ﴿ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ”اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب صدق الإیمان وإخلاصه : ۱۲۴۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولم یلبسوا إیمانهم بظلم ﴾ : ۴۶۲۹]

آپ دیکھیں کہ صحابہ کرام اہل زبان ہونے کے باوجود ”بِظُلْمٍ“ کی تنوین کو تنکیر (نکرہ) کے لیے سمجھ کر پریشان ہو گئے کہ کون ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لقمان کا قول ذکر کر کے انھیں بتایا کہ یہ تنوین تعظیم کے لیے ہے، تنکیر کے لیے نہیں اور معنی یہ نہیں کہ ”کسی ظلم کے ساتھ نہیں ملایا“ بلکہ معنی یہ ہے کہ بہت بڑے ظلم یعنی شرک کے ساتھ نہیں ملایا۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ قرآن سمجھنے کے لیے صرف عربی زبان جاننا کافی نہیں، کئی مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر بھی تو ضروری ہے، اس لیے قرآن کو حدیث کے بغیر سمجھنے کا دعویٰ کرنے والے صاف گمراہ ہیں۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ سے اس حال میں ملے کہ اس نے اللہ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قومًا دون قوم : ۱۲۹]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ سے اس حال میں ملے کہ اس نے اللہ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو شخص اللہ سے اس حال میں ملے کہ اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہو گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرك باللہ شیئًا دخل الجنة : ۹۳]

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

''اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دی، ہم درجوں میں بلند کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں۔ بے شک تیرا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ''حجت'' سے مراد دلائل توحید ہیں، جو قوم کے مقابلے میں ابراہیم علیہ السلام نے پیش کیے۔ یہ دلائل اللہ تعالیٰ نے قوم کے مقابلہ میں ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے، تاکہ وہ تنہا پوری قوم پر غالب آ جائیں۔ تو فرمایا، چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی جان کی کوئی پروا نہ کی اور اپنے آپ کو توحید کی دعوت دینے کے لیے وقف کر دیا، اس لیے ہم نے بھی ان پر بڑے بڑے احسانات فرمائے۔ دنیا ہی میں انھیں یہ انعام دیا کہ نیک اولاد سے نوازا اور اس کے بعد ان کی ذریت میں نبوت و کتاب اتارنے کا سلسلہ جاری کر دیا اور اسی سلسلہ کی آخری کڑی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾

''اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے، ان سب کو ہدایت دی اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو، اور ان سب کو جہانوں پر فضیلت دی۔ اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولادوں اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو بھی اور ہم نے انھیں چنا اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔''

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ : مذکورہ تینوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت اور ان کا مقام بیان فرمایا

ہے کہ جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنی پوری قوم اور ان کے معبودوں سے براءت کا اعلان کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کی بیوی سارہ کو بطور جزائے خیر بڑھاپے میں ''اسحاق'' کی بشارت دی تو سیدہ سارہ نے اس سے تعجب کیا اور فرمایا: ﴿ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴾ [هود : ۷۲، ۷۳] ''اس نے کہا ہائے میری بربادی! کیا میں جنوں گی، جب کہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند ہے بوڑھا، یقیناً یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ انھوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔'' فرشتوں نے دونوں میاں بیوی کو سیدنا اسحاق کی ولادت کے ساتھ ساتھ یہ خوش خبری بھی سنائی کہ وہ نبی ہوں گے اور ان کی نسل کا سلسلہ بھی آئندہ جاری رہے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَاۗءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴾ [هود: ۷۱] ''تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔''

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ : سیدنا نوح و ابراہیم علیہما السلام دونوں کو عظیم خصوصیات حاصل ہیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام کو تو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین کو غرق کر دیا، سوائے ان لوگوں کے جو آپ پر ایمان لائے تھے اور یہ وہی لوگ تھے جو آپ کے ساتھ کشتی میں سوار تھے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد کو باقی رکھا۔ اب سب لوگ آپ ہی کی اولاد ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کے بعد تشریف لانے والے تمام انبیائے کرام آپ ہی کی اولاد ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ﴾ [الحدید : ۲۶] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی۔'' اور فرمایا: ﴿ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۤ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَاۗءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴾ [مریم : ۵۸] ''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں میں سے، آدم کی اولاد سے اور ان لوگوں میں سے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد سے اور ان لوگوں سے جنھیں ہم نے ہدایت دی اور ہم نے چن لیا۔ جب ان پر رحمان کی آیات پڑھی جاتی تھیں وہ سجدہ کرتے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے۔''

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۸

''یہ اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس پر اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے چلاتا ہے اور اگر یہ لوگ شریک بناتے تو یقیناً ان سے ضائع ہو جاتا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔''

ان انبیاء کو نبی اور رسول ہونے کا جو شرف حاصل ہوا وہ محض اللہ کے فضل و کرم سے حاصل ہوا اور اسی ذات باری تعالیٰ نے انھیں دینِ خالص کی ہدایت دی اور اگر وہ ان عظمتوں کے باوجود شرک کا ارتکاب کر بیٹھتے، تو ان کے سارے اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے۔ اس آیتِ کریمہ میں شرک کی ہیبت ناکی اور خطرناکی کو بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ٦٥] ”اور بلاشبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔“

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝

”یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی، پھر اگر یہ لوگ ان باتوں کا انکار کریں تو ہم نے ان کے لیے ایسے لوگ مقرر کیے ہیں جو کسی صورت ان کا انکار کرنے والے نہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے کرام ﷩ کو آسمانی کتابیں دیں اور علم و نبوت سے نوازا، اس لحاظ سے اگر کفارِ قریش رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں تو وہ گویا گزشتہ تمام انبیاء اور آسمانی کتابوں کا انکار کرتے ہیں اور ان کے اس انکار کی اللہ کو کوئی پروا نہیں، کیونکہ وہ بے نیاز ہے، پھر اس نے تو ان دونوں پر ایمان لانے کے لیے صحابہ کرام اور مومنین کی جماعت کو پیدا کر دیا ہے جو ان پر ایمان لے آئے ہیں اور ان پر اور دین اسلام پر جان قربان کرنے کے لیے ہمہ دم تیار رہتے ہیں۔

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ : ”کتاب“ سے مراد اللہ کی نازل کردہ شریعت ہے، جو کتابی شکل میں نازل ہوتی رہی اور ”حکم“ سے مراد حکمت اور حکومت دونوں ہو سکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ٥٤] ”تو ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے انھیں بہت بڑی سلطنت عطا فرمائی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [یوسف : ٢٢] ”اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے بڑا حکم اور بڑا علم عطا کیا اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔“

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ : یعنی اگر یہ لوگ اس کتاب، حکم اور نبوت کو نہ مانیں (اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو نہ ماننے والے کفار اور مشرکین ہیں) تو ہم نے ان (کتاب و نبوت)

کے لیے ایسے لوگ مقرر کیے ہیں، جو ان نعمتوں کا انکار نہیں کرتے۔ یعنی مہاجرین و انصار اور قیامت تک کے لیے ان کے پیروکار، ارشاد فرمایا: ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ۱۰۰] ''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٠﴾

''یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، سو تو ان کی ہدایت کی پیروی کر، کہہ میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت کے سوا کچھ نہیں۔''

نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ آپ مذکورہ بالا انبیاء کی اقتدا کریں، کیونکہ اللہ نے انھیں ایمان باللہ، توحیدِ خالص، اخلاقِ حمیدہ اور اللہ کو راضی کرنے والے اعمال کی توفیق عطا فرمائی تھی۔ یہ آیت دلیل ہے کہ ابتدائے اسلام میں جن معاملات کے بارے میں قرآن میں کوئی نص نازل نہیں ہوئی تھی، ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ گزشتہ انبیاء کی پیروی کریں، اس کے بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ کفارِ قریش سے کہہ دیجیے کہ میں تم لوگوں سے قرآن کریم کی تعلیم پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، کیونکہ یہ تو رہتی دنیا تک تمام جہانوں کے لیے اللہ کی طرف سے نصیحت کا خزانہ ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، کیا سورۂ صٓ میں سجدہ ہے؟ تو انھوں نے فرمایا، ہاں! پھر انھوں نے ﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ﴾ سے لے کر ﴿ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ﴾ تک تلاوت فرمائی اور فرمایا، وہ (داؤد علیہ السلام) بھی انھی میں سے ہیں (جن کا ذکر آیت میں ہوا ہے اور داؤد علیہ السلام کے سجدے کا ذکر اس میں ہے اور آپ ﷺ کو ان انبیاء کی اتباع کا حکم ہے)۔ ایک دوسری روایت میں مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا، تمھارے نبی ﷺ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ان انبیاء کی اقتدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ أولئك الذين هدى الله فبهدهم اقتده ﴾ : ۴۶۳۲، ۴۸۰۷]

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ

الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝

''اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی، جو اس کی قدر کا حق تھا، جب انھوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ کہہ وہ کتاب کس نے اتاری جو موسیٰ لے کر آیا؟ جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، تم اسے چند ورق بناتے ہو، جنھیں ظاہر کرتے ہو اور بہت سے چھپاتے ہو اور تمھیں وہ علم دیا گیا جو نہ تم نے جانا اور نہ تمھارے باپ دادا نے۔ کہہ اللہ نے، پھر انھیں چھوڑ دے، اپنی (فضول) بحث میں کھیلتے رہیں۔''

یہ خطاب یہود کو ہے، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی دشمنی اور بغض و عناد کی بنا پر ایک ایسی حقیقت کا انکار کر دیا جو ان کے اپنے ہاں بھی مسلم تھی۔ وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی کتاب نازل نہیں فرمائی۔ اس اعتراض کے اللہ تعالیٰ نے دو طرح سے جواب دیے، ایک یہ کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی پوری معرفت ہی نہیں، کیونکہ نہ تو اللہ خود لوگوں سے کلام کرتا ہے اور نہ اس کام کے لیے کوئی فرشتہ بھیجتا ہے۔ اس کی ممکنہ صورت یہی ہے کہ اللہ اپنا کلام فرشتوں کے ذریعے صرف اپنے نبی پر نازل فرمائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ تو تم تسلیم کرتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام بشر تھے، آدم کی اولاد سے تھے اور ان کے ماں باپ بھی موجود تھے، تو ان پر جو کتاب اتاری گئی تھی وہ کس نے اتاری تھی؟ اگر یہ کتاب اللہ نے نہیں اتاری تھی تو پھر تم اسے اتنا سنبھال سنبھال کر کیوں رکھتے ہو؟ اور اس کتاب میں جو ہدایت کی باتیں اور علم کی روشنی ہے کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور ایسی باتیں بتا سکتا ہے؟ جو ہدایت کی باتیں اس کتاب میں موجود ہیں انھیں نہ تم جانتے تھے اور نہ تمھارے آبا و اجداد۔ پھر ایسی کتاب اللہ کے سوا کوئی اور اتار سکتا تھا؟ تمھارا اس کتاب کا کچھ حصہ لوگوں کو بتانا اور اپنی خواہشات کے مطابق کچھ حصہ لوگوں سے چھپانا، یہ سب کچھ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کتاب منزل من اللہ ہے اور تمھارے لیے حجت ہے، ورنہ اگر یہ کسی انسان کی تصنیف ہوتی تو تمھیں ایسا کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا، آپ کہہ دیجیے کہ موسیٰ پر تورات اللہ نے نازل کی تھی اور محمد ﷺ کو وہ علوم و معارف اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی ملے ہیں اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو پھر رسولوں پر بالعموم اور نبی کریم ﷺ پر بالخصوص نزولِ وحی کا تم کیسے انکار کر سکتے ہو؟

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝۹۲

''اور یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے نازل کیا، بڑی برکت والی ہے، اس کی تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلے ہے اور تاکہ تو بستیوں کے مرکز اور اس کے ارد گرد لوگوں کو ڈرائے اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس پر ایمان لاتے

ہیں اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔"

جب نزول وحی کے انکار کی نفی اور تورات کے منزل من اللہ ہونے کا اثبات ہو چکا، تو اب قرآن کریم کا ذکر کیا گیا جو تورات اور دیگر تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، جس میں دنیا و آخرت کی سب بھلائیاں، زمانہ گزشتہ اور پیوستہ کے تمام علوم اور بنی نوع انسان کے لیے ہر قسم کے فوائد و منافع بیان کر دیے گئے ہیں۔ مکہ مکرمہ کو "ام القریٰ" اس لیے کہا گیا ہے کہ وہاں وہ پہلا گھر ہے جسے انسانوں کے لیے اللہ کے حکم سے بنایا گیا اور جو تمام اہل جہاں کا قبلہ اور ان کے حج کی جگہ ہے۔ یہ آیت دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام جہانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ [الأعراف : ۱۵۸] "کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔" اور فرمایا: ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ [الفرقان : ۱] "بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔"

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے پانچ چیزیں ایسی مرحمت فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو بھی نہیں دی گئی تھیں۔" ان میں سے ایک چیز آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی: "پہلے ہر نبی بطور خاص اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا مگر مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔" [بخاری، کتاب الصلوة، باب قول النبی ﷺ : جعلت لی الأرض مسجدًا و طهورًا : ۴۳۸۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب المساجد ومواضع الصلوة : ۵۲۱]

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹۳﴾

"اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا کہے میری طرف وحی کی گئی ہے، حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہیں کی گئی اور جو کہے میں (بھی) ضرور اس جیسا نازل کروں گا جو اللہ نے نازل کیا۔ اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔"

اس آیت کریمہ میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ ان سے زیادہ اپنے حق میں ظالم کون ہو سکتا ہے،

ایک تو وہ لوگ جو افترا پردازی کر کے غیروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں، یا جو اپنی طرف سے حلال و حرام کے احکام وضع کرتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پر اللہ کی جانب سے وحی نازل ہوتی ہے اور تیسرے وہ لوگ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ قرآن جیسا کلام پیش کر سکتے ہیں۔ یہ ظالمانہ اعمال و حرکات انھی لوگوں سے سرزد ہو سکتی ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جو نہیں جانتے کہ آخرت میں ظالموں کا انجام کیا ہوگا۔ جیسے آگے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ ایسے لوگ جب موت کی شدتوں اور سکرات میں مبتلا ہوں گے تو اس وقت فرشتے کہیں گے کہ اپنی روحوں کو اپنے جسموں سے نکالو، تم جو اللہ کے بارے میں ناحق باتیں بناتے تھے، آج ان کے بدلے میں تمھیں ذلت و رسوائی کا عذاب دیا جائے گا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبی ﷺ : ۱۱۰]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جو کوئی میری نسبت وہ بات بیان کرے جو میں نے نہیں کہی تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کر لے۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبی ﷺ : ۱۰۹]

وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ : کافروں کے اس دعوے کو دوسری جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: ﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ [الأنفال : ۳۱] ”اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں بے شک ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو یقیناً اس جیسا ہم بھی کہہ دیں، یہ تو پہلے لوگوں کی فرضی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔“ کافروں کا یہ دعویٰ محض لفظی جمع خرچ تھا، وہ ایسا نہ کر سکے اور باوجود اس کے کہ ان کو چیلنج کیا گیا، وہ ایسا نہ کر سکے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرة : ۲۳، ۲۴] ”اور اگر تم اس کے بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو اس کی مثل ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا اور نہ کبھی کرو گے تو اس آگ سے بچ جاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ﴾ [الأنفال : ۵۰] ”اور کاش! تو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی

جان قبض کرتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ﴾ [إبراهيم : ۲۷] ”اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، پختہ بات کے ساتھ خوب قائم رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔“

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ : ”اَلْيَوْمَ“ سے مراد وہ دن ہے جس دن ان کی جان نکالی جاتی ہے اور وہی دن ہے جس دن انھیں قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب بندہ اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی (اسے دفن کر کے) واپس پلٹتے ہیں تو ابھی وہ ان کی جوتیوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ وہ اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور پھر سوال کرتے ہیں کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے ہو؟ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں اپنے مقام کی طرف دیکھو۔ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے تمھیں جنت کا مقام عطا فرما دیا ہے، چنانچہ وہ دونوں مقامات کو اکٹھے دیکھتا ہے اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہتا ہے کہ مجھے کچھ نہیں معلوم (کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون تھے؟) میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، اس پر اسے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے خود سمجھا اور نہ تو نے کہیں سے پڑھا۔ سو اس کو اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جاتا ہے تو وہ ایک چیخ مارتا ہے اور اس کی چیخ کو جن و انس کے علاوہ سبھی سنتے ہیں۔“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال : ۱۳۳۸]

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٩٤﴾

”اور بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اکیلے آئے ہو، جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور اپنی پیٹھوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو کچھ ہم نے تمھیں دیا تھا اور ہم تمھارے ساتھ تمھارے وہ سفارش کرنے والے نہیں دیکھتے جنھیں تم نے گمان کیا تھا کہ بے شک وہ تم میں حصے دار ہیں۔ بلاشبہ یقیناً تمھارا آپس کا رشتہ کٹ گیا اور تم سے گم ہو گیا، جو کچھ تم گمان کیا کرتے تھے۔“

میدانِ محشر میں بنی نوعِ انسان کی حالت کی منظر کشی کی گئی ہے کہ جب حساب و جزا کے لیے اللہ کے سامنے ان کی پیشی ہو گی تو وہ بالکل تنہا ہوں گے، نہ ان کا مال ساتھ ہو گا نہ اولاد، اور نہ وہ بت اور جھوٹے معبود ساتھ ہوں گے جنھیں وہ اپنا سفارشی گمان کرتے تھے۔ پیدائش کے وقت جو ان کی حالت تھی اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ : یہ ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَّقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ [الكهف : ٤٨] ”اور وہ تیرے رب کے سامنے صفیں باندھے

ہوئے پیش کیے جائیں گے، بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اسی طرح آئے ہو جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مریم : ۹۵] ''اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! تم ننگے بدن، ننگے پاؤں اور بغیر ختنے کی حالت میں اٹھائے جاؤ گے۔'' تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جب سب مرد و زن اکٹھے اٹھیں گے (اور ننگے ہوں گے) تو کیا یہ وہ ایک دوسرے (کی شرمگاہ) کو نہیں دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ! معاملہ اس قدر سنگین ہوگا کہ کوئی کسی کی طرف نہیں دیکھے گا۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة : ۲۸۵۹۔ نسائی، کتاب الجنائز، باب البعث : ۲۰۸۶]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قبر تک ہر انسان کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، مال، اولاد اور عمل۔ اولاد اور مال تو اس کو قبر تک چھوڑ کر لوٹ آنے والی چیزیں ہیں، سو اکیلا عمل ہی اس کے ساتھ رہنے والی چیز ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت : ٦٥١٤۔ مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹٦۰]

وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ : یعنی جن نعمتوں اور مالوں کو تم نے دنیا میں حاصل کیا تھا انھیں اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کا مال صرف تین طرح کا ہے، وہ جو اس نے کھایا اور ہضم کر لیا، یا پہنا اور بوسیدہ کر دیا، یا وہ جسے صدقہ کر کے آگے پہنچا دیا، اس کے سوا جو کچھ بھی ہے تو وہ جانے والا ہے اور تو اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر : ۲۹۵۹]

وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴾ [القصص : ٦٢] ''پس کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم گمان کرتے تھے؟'' اور فرمایا: ﴿ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴾ [الشعراء : ۹۲، ۹۳] ''اور ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جنھیں تم پوجتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کیا وہ تمھاری مدد کرتے ہیں، یا اپنا بچاؤ کرتے ہیں؟''

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ : یعنی بتوں اور اللہ کے شریکوں سے تم نے امیدیں لگا رکھی تھیں، وہ سب ختم ہوگئیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴾ [البقرة : ١٦٦، ١٦٧] ''جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس

کے تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے کاش! ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہو تو ہم ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں، جیسے یہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ اس طرح اللہ انھیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ کسی صورت آگ سے نکلنے والے نہیں۔" اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۱] "پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان نہ کوئی رشتے ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ یَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴾ [العنکبوت : ۲۵] "اور اس نے کہا بات یہی ہے کہ تم نے اللہ کے سوا بت بنائے ہیں، دنیا کی زندگی میں آپس کی دوستی کی وجہ سے، پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض کا انکار کرے گا اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کرے گا اور تمھارا ٹھکانا آگ ہی ہے اور تمھارے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَ یَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَیْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ ۝ اُنْظُرْ كَیْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۲ تا ۲٤] "اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے کہاں ہیں تمھارے وہ شریک جنھیں تم گمان کرتے تھے۔ پھر ان کا فریب اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ کہیں گے اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے، ہم شریک بنانے والے نہ تھے۔ دیکھ انھوں نے کیسے اپنے آپ پر جھوٹ بولا اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔"

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ؕ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝

"بے شک اللہ دانے اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے، وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے، یہی اللہ ہے، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔"

اللہ تعالیٰ زمین کے اندر دانے کو پھاڑ کر ہرا بھرا پودا اور کھجور کی گٹھلی کو پھاڑ کر لہلہاتا درخت نکالتا ہے۔ اس کی قدرت کی کاریگری دیکھیے کہ مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے، جیسے نطفہ سے حیوان اور خشک دانے سے سرسبز و شاداب پودے نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے، یعنی حیوان سے نطفہ اور پودے سے دانہ نکالتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے جو عظیم الشان قدرتوں کا مالک اور عبادت کی تمام قسموں کا تنہا مستحق ہے۔ پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ انسان اس ذاتِ باری تعالیٰ کی بجائے دوسروں کی عبادت کرنے لگتا ہے۔

<u>یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ</u> : یعنی وہ دانے اور گٹھلی سے، جو مردہ جمادات کی طرح ہے، زندہ نباتات نکالتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۖۚ اَحْیَیْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ۝

وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ۙ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [یٰس : ۳۳ تا ۳۶] ''اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ بنائے اور ان میں کئی چشمے پھاڑ نکالے۔ تاکہ وہ اس کے پھل سے کھائیں، حالانکہ اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے ان چیزوں سے جنھیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جنھیں وہ نہیں جانتے۔''

سیدنا ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ کس طرح زندہ کرے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا تم کبھی بنجر زمین سے گزرے ہو؟'' ابو رزین نے عرض کی، ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پوچھا: ''پھر کبھی اسے سرسبز و شاداب بھی دیکھا ہے؟'' ابو رزین نے کہا، ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی طرح اللہ موت کے بعد زندہ کرے گا۔'' [مسند أبي داوٗد الطيالسي : ۱۰۸۹]

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

''صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا۔ یہ اس زبردست غالب، سب کچھ جاننے والے کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ رات کی تاریکی کے پردے سے صبح کی روشنی کو نکالتا ہے اور اس نے رات کی تاریکی کو انسان کے لیے وجہ سکون بنایا کہ دن بھر کی تھکن کے بعد رات کو سوتا اور آرام کرتا ہے اور آفتاب و مہتاب دونوں ایک طے شدہ اور مقررہ حساب کے مطابق چلتے ہیں اور اس میں کوئی تغیر و تبدل رونما نہیں ہوتا، بلکہ ان میں سے ہر ایک کی موسم سرما اور موسم گرما میں منزلیں مقرر ہیں، جن کے مطابق یہ چلتے ہیں اور اسی پر رات دن کا ایک دوسرے کے بعد آنا جانا اور رات دن کا چھوٹا بڑا ہونا موقوف ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کی دلیلیں ہیں۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا : رات ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے، اس سے ہر سو اندھیرا چھا جاتا ہے، تاکہ رات کو تمام اشیا آرام اور سکون حاصل کر سکیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴾ [الضحٰی : ۱، ۲] ''قسم ہے دھوپ چڑھنے کے وقت کی! اور رات کی جب وہ چھا جائے!'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ﴾ [اللیل : ۱، ۲] ''قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے! اور دن کی جب وہ روشن ہو!''

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا : ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [یونس : ۵] ''وہی ہے

جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ [يٰسٓ : ۴۰] ''نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ : ارشاد فرمایا: ﴿وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝ وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ [يٰسٓ : ۳۷، ۳۸] ''اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ اتارتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔ اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَ حِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۱۲] ''اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت دی اور خوب محفوظ کر دیا۔ یہ اس کا اندازہ ہے جو سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

''اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے ستارے بنائے، تاکہ تم ان کے ساتھ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ معلوم کرو۔ بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں جو جانتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو پیدا کیا جن کے ذریعے بری اور بحری راستوں پر سفر کرنے والے رات کی تاریکیوں میں راستہ پہچانتے ہیں۔ ستاروں کی تخلیق کا ایک مقصد تو یہ ہے جو یہاں بیان ہوا ہے، ان کے دو مقصد اور ہیں جو دوسرے مقام پر بیان کیے گئے ہیں، یعنی آسمان کی زینت اور شیطانوں کی مرمت۔ ان تین باتوں کے علاوہ ان ستاروں کے بارے میں اگر کوئی شخص کوئی اور عقیدہ رکھتا ہے تو وہ غلطی پر ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔

قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ستاروں کو اللہ تعالیٰ نے تین مقاصد کے لیے پیدا کیا ہے، آسمان کی زینت، شیطانوں کو مارنے اور اندھیری رات میں مسافروں کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے، سو جس کسی نے اس کے سوا ستاروں سے کوئی اور کام لیا وہ غلطی پر ہے اور اس نے اپنی قسمت برباد کی اور جو بات غیب کی معلوم نہیں ہو سکتی اس نے اس کو معلوم کرنا چاہا۔ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب في النجوم، بعد الحدیث : ۳۱۹۸]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے علم نجوم سیکھا اس نے جادو کا

ایک حصہ سیکھا۔" [أبو داؤد، كتاب الطب، باب في النجوم : ۳۹۰۵]

سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر صبح کی نماز پڑھائی، رات کو بارش ہوئی تھی۔ آپ نے نماز کے بعد ارشاد فرمایا: "تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟" صحابہ نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے بندوں نے صبح اس حال میں کی ہے کہ کچھ لوگ مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور کچھ کافر۔ جس نے کہا کہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے بارش ہوئی ہے وہ تو میرے ساتھ ایمان لایا اور اس نے ستارے کے ساتھ کفر کیا اور جس نے کہا کہ ہم پر فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور وہ ستارے پر ایمان لایا۔" [بخاري، كتاب الأذان، باب يستقبل الإمام الناس إذا سلم : ۸٤٦]

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾

"اور وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر ایک ٹھہرنے کی جگہ اور ایک سونپے جانے کی جگہ ہے۔ بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں جو سمجھتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتِ تخلیق کی ایک اور مثال بیان کی گئی ہے، تاکہ اس کے کمالِ قدرت کا اثبات ہو۔ باری تعالیٰ نے انسان کو صرف آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے اور وہ اس طرح کہ باپ کی پیٹھ میں نطفہ کو پیدا کیا اور پھر اسے ماں کے رحم میں پہنچایا، جہاں وہ تخلیق و نمو کے مختلف مراحل میں سے گزرتا ہے اور پھر انسان بن کر پیدا ہوتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ : یعنی آدم علیہ السلام سے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۗءً ﴾ [النساء : ۱] "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔"

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹھی بھر مٹی سے پیدا کیا، جو ساری زمین سے لی گئی تھی، اسی لیے بنی آدم کی زمین کی طرح مختلف قسمیں ہیں، (رنگت کے اعتبار سے) کوئی سرخی مائل، کوئی گورا اور کوئی کالا ہے اور اسی طرح (طبیعت کے اعتبار سے) کوئی خوش مزاج، کوئی اکھڑ مزاج اور کوئی برا اور کوئی اچھا۔" [ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة : ۲۹۵۵۔ أبو داؤد، كتاب السنة، باب في القدر : ٤٦۹۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت سے ان روحوں کو نکالا جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہیں اور وہ روحیں آدم علیہ السلام کو دکھا کر فرمایا کہ یہ تمھاری وہ اولاد ہے جو سلسلہ بہ سلسلہ قیامت تک پیدا ہوگی۔'' [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة الأعراف : ۳۰۷۶]

فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ : اس کا ایک معنی تو ماؤں کا رحم اور باپوں کی پشتیں ہیں اور دوسرا یہ کہ اس اللہ نے زمین کی سطح پر تمھارے قیام کی جگہ بنائی اور مرنے کے بعد زمین کے اندر تمھارے سپرد کرنے کی جگہ بنائی۔ زندگی میں ہر شخص کی قیام گاہ اور مرنے کے بعد ہر شخص کی قبر مقرر ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص سخت گنہگار تھا، جب اس کی موت کا وقت آیا اور وہ اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے اوپر بہت سی لکڑیاں جمع کرنا اور پھر آگ جلا دینا، یہاں تک کہ جب آگ میرے گوشت کو جلا ڈالے اور میری ہڈیوں تک پہنچ جائے تو ان ہڈیوں کو پیس ڈالنا، پھر راکھ کو آندھی والے دن دریا میں بکھیر دینا۔ اللہ کی قسم! اگر میرے رب نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے اتنا سخت عذاب دے گا جو اس نے پہلے کسی کو بھی نہ دیا ہوگا۔ الغرض (جب وہ فوت ہو گیا تو) بیٹوں نے حسبِ وصیت اسے جلا دیا۔ اللہ عزوجل نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے جو ذرات اس میں ہیں انھیں جمع کر دے، زمین نے حکم کی تعمیل کی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو جمع کر دیا اور وہ (انسانی شکل میں) کھڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے دریافت فرمایا: ''بتا تو نے ایسا کیوں کیا؟'' اس نے عرض کی، اے اللہ! تیرے ڈر سے۔ چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب : ۳۴۸۱]

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾

''اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ قدرت کی ایک عظیم دلیل پیش کی ہے اور انسانوں کے لیے ایک بہت

بڑی نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرتے ہوئے بادل سے پانی برساتا ہے، اس پانی کے ذریعے انواع واقسام کے پودے پیدا کرتا ہے، پھر اس پودے کو تروتازہ اور سبز درخت بناتا ہے، پھر ان درختوں میں گچھوں کی شکل میں ڈھیر سارے دانے پیدا کرتا ہے جیسے گیہوں، جو اور چاول کے خوشے، اور کھجور کے درختوں میں گچھے پیدا کرتا ہے جو بتدریج خوشے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعے انگوروں کے باغ بسا دیتا ہے اور زیتون اور انگور پیدا کرتا ہے، جن میں سے بعض تو شکل و ہیئت اور رنگ و ذائقہ میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور بعض مشابہ نہیں ہوتے۔ تو ذرا ان میں سے ہر ایک کو دیکھو تو سہی کہ جب پھل نکلتا ہے تو کیسا کمزور اور بے کار سا ہوتا ہے، پھر جب وہ پک جاتا ہے تو کیسا نفع بخش اور لذیذ ہوتا ہے۔ یقیناً ان سب چیزوں پر نگاہِ عبرت انسان کو دعوت دیتی ہے کہ وہ ان کو پیدا کرنے والے کی عظیم قدرت پر ایمان لے آئے۔

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ﴾ [الأنبیاء : ٣٠] ”اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی۔“

وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ﴾ [النحل : ٦٧] ”اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے بھی، جس سے تم نشہ آور چیز اور اچھا رزق بناتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ﴾ [یٰسٓ : ٣٤] ”اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ بنائے۔“

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(انگور کو) کَرْمٌ نہ کہا کرو، بلکہ عِنَبٌ اور حَبَلَةٌ کہا کرو۔“ [مسلم، کتاب الألفاظ من الأدب، باب کراهیة تسمیة العنب کرما : ١٢/ ٢٢٤٧]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگ (انگور کو) کرم کہتے ہیں، کرم تو مومن کا دل ہے۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ٦١٨٣]

اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ﴾ [الأنعام : ١٤١] ”اس کے پھل میں سے کھاؤ، جب وہ پھل لائے اور اس کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ﴾ [الرعد: ٤] ”اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے مختلف ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت کئی تنوں والے اور ایک تنے والے، جنھیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو پھل میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ جب نیا پھل دیکھتے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آتے۔ آپ اسے لے لیتے اور یہ دعا پڑھا کرتے: «اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثِمَارِنَا ، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّنَا» ''اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے پھلوں میں برکت دے، ہمارے شہر میں برکت دے، ہمارے صاع اور مد میں برکت دے۔'' پھر جو سب سے چھوٹا بچہ نظر آتا اس کو بلا کر وہ نیا پھل اسے عطا فرما دیتے۔ [مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة و دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ۱۳۷۳۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول إذا رأى الباكورة من الثمر : ۳۴۵۴]

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ع ۱۲
۱۸

''اور انھوں نے جنوں کو اللہ کے شریک بنا دیا، حالانکہ اس نے انھیں پیدا کیا اور اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں کچھ جانے بغیر تراش لیں، وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔''

یہ ان مشرکین کی تردید ہے جنھوں نے اللہ کے ساتھ غیر کی بھی پوجا کی اور اللہ کی عبادت میں دوسروں کو اس کا شریک بنا دیا، مثلاً انھوں نے جنوں کی عبادت کی اور انھیں اللہ کا شریک بنا دیا، جبکہ اللہ ان کے کفر و شرک سے پاک ہے۔ اگر کہا جائے کہ یہ تو بتوں کی پوجا کرتے تھے، جنوں کو اللہ کا شریک بنانے کا کیا معنی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انھیں جنوں ہی نے بتوں کی عبادت کا حکم دیا تھا، تو ان کے حکم کی اطاعت بجالاتے ہوئے انھوں نے بتوں کی عبادت کی، تو یہ گویا جنوں کو اللہ کا شریک بنانا ٹھہرا کہ اللہ کا حکم ماننے کی بجائے انھوں نے جنوں کا حکم مانا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ﴿۱۱۸﴾ وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ؕ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [النساء : ۱۱۷ تا ۱۲۰] ''وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر مؤنثوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو۔ جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس نے کہا کہ میں ہر صورت تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ ضرور لوں گا۔ اور یقیناً میں انھیں ضرور گمراہ کروں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور آرزوئیں دلاؤں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور چوپاؤں کے کان کاٹیں گے اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔ وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ

عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ [الصافات : ۱۵۸ تا ۱۶۰] ''اور انھوں نے اس کے اور جنوں کے درمیان رشتہ داری بنادی، حالانکہ بلاشبہ یقیناً جن جان چکے ہیں کہ بے شک وہ ضرور حاضر کیے جانے والے ہیں۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ مگر اللہ کے وہ بندے جو چنے ہوئے ہیں۔''

وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ : یہاں اللہ نے جن مشرکین کا ذکر کیا ہے ان میں یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں۔ یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا رکھا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۳۰] ''اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے، وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔'' یہود و نصاریٰ کے علاوہ مشرکین سے فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴾ [النجم: ۱۹ تا ۲۲] ''پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ اور تیسری ایک اور (دیوی) منات کو۔ کیا تمھارے لیے لڑکے ہیں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو اس وقت ناانصافی کی تقسیم ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ ۝ اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الصافات : ۱۴۹ تا ۱۵۵] ''پس ان سے پوچھ کیا تیرے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟ یا ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا، جب کہ وہ حاضر تھے۔ سن لو! بے شک وہ یقیناً اپنے جھوٹ ہی سے کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد جنی اور بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی؟ کیا ہے تمھیں، تم کیسا فیصلہ کر رہے ہو؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟''

بعض سلف نے فرمایا کہ یہ آیت ان زندیقوں اور مجوسیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کو انسانوں، جانوروں اور ہر اچھی چیز کا خالق سمجھتے تھے اور اسے یزداں کہتے تھے اور شیطان (ابلیس) کو درندوں، سانپوں اور ہر قسم کے شر کا خالق سمجھتے تھے اور اسے (اہرمن) کہتے تھے اور انھیں کائنات کے پیدا کرنے میں اللہ کا شریک بناتے تھے، حالانکہ ان کا اور ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ابن آدم نے مجھے گالی دی، حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہیں، اس کا یہ کہنا ہی گالی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب

قوله تعالی : ﴿ الله الصمد ﴾ : ۴۹۷۵]
سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ بڑا بردبار ہے کہ لوگ شرک کرتے ہیں، اللہ کو صاحب اولاد ٹھہراتے ہیں اور وہ اس کے باوجود انھیں صحت و عافیت سے رکھتا ہے اور ان کے رزق کا اہتمام کرتا ہے۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قوله تعالٰی : ﴿ إن الله هو الرزاق ذوالقوة المتين ﴾ : ۷۳۷۸]

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۱﴾

”وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہوگی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

اس نے زمین و آسمان کو بغیر کسی مادہ اور بغیر کسی سابقہ نقشہ یا نظیر کے وجود بخشا۔ اس سے مادہ پرستوں کا رد ہوا اور چونکہ اس کی بیوی ہی نہیں، لہٰذا اللہ کا کوئی بیٹا اور بیٹی بھی نہیں ہو سکتے، اس سے یہود و نصاریٰ اور مشرکین سب کا رد ہوا۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : ”بَدِیْعُ“ کا معنی ہے کسی چیز کو بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا، یعنی ان کا پہلے کوئی نمونہ موجود نہ تھا اور اس نے ان کو ایجاد کیا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں لکھ لیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسی صلی الله علیهما وسلم : ۲۶۵۳]

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ : یعنی اولاد تو دو متناسب چیزوں سے پیدا ہوتی ہے اور مخلوق میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مناسب اور مشابہ نہیں ہے۔ وہ تو ہر چیز کا خالق ہے، اس کی نہ بیوی ہے اور نہ بچہ، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ؕ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَیْـًٔا اِدًّا ۙ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۙ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۚ﴿۹۱﴾ وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ؕ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؕ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ؕ﴿۹۴﴾ وَ كُلُّهُمْ اٰتِیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مریم : ۸۸ تا ۹۵] ”اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔“

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

”یہی اللہ تمھارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ سو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اسے نگاہیں نہیں پاتیں اور وہ سب نگاہوں کو پاتا ہے اور وہی نہایت باریک بین، سب خبر رکھنے والا ہے۔“

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ : یعنی نگاہیں دنیا میں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ ادراک کا معنی اگر آنکھوں سے دیکھنا ہو تو اس کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو تمھیں بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے یقیناً جھوٹ کہا، پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی ﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ﴾ پھر فرمایا، لیکن آپ نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو دفعہ دیکھا ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب : ۴۸۵۵]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ فکان قاب قوسین أو أدنی ﴾ : ۴۸۵۶]

صحابہ کرام میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں رب تعالیٰ کو دیکھا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ صرف سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دیکھنے کے قائل تھے، مگر وہ بھی کبھی ساتھ یہ فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل کی آنکھ سے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ یہ تمام بحث دنیا میں آنکھوں سے نہ دیکھ سکنے کی ہے، اگرچہ آخرت میں آنکھیں دیدار الٰہی سے ضرور فیض یاب ہوں گی۔ یہ بات صحاح، مسانید اور سنن میں کئی سندوں کے ساتھ مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث سے ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور نہ اس کی ذات پاک کے شایان شان ہے کہ وہ سوئے، وہ میزان کو جھکاتا اور اوپر اٹھاتا ہے، اس کی طرف رات کا عمل دن سے پہلے اور دن کا عمل رات سے پہلے اٹھایا جاتا ہے۔ اس کا حجاب نور یا (ابو بکر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق) آگ ہے۔ اگر وہ اسے دور ہٹا دے تو اس کے چہرے کے انوار ہر اس چیز کو مخلوق میں سے جلا دیں جس پر اس کی نظر پڑے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله علیه السلام : أن الله لا ینام : ۱۷۹]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں، وہ تو نور ہے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله علیه السلام : نور أنی أراه : ۱۷۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، یا اس میں سے کوئی چیز چھپالی جس (کی تبلیغ) کا اللہ نے حکم دیا تھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ

[مسلم، كتاب الإيمان، باب معنى قول الله عزوجل : ﴿ ولقد راه نزلة أخرى ﴾ : ١٧٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(روزِ قیامت) تم اپنے رب کو بھی (ظاہراً) اسی طرح دیکھو گے جس طرح بغیر کسی تکلیف کے تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ١٨٢]

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَ مَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾

''بلاشبہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے کئی نشانیاں آ چکیں، پھر جس نے دیکھ لیا تو اس کی جان کے لیے ہے اور جو اندھا رہا تو اسی پر ہے اور میں تم پر کوئی محافظ نہیں۔''

یہاں بصیرت سے مراد وہ دلائل اور نشانیاں ہیں جنھیں اللہ نے قرآن کریم میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ میں بیان فرمایا ہے۔ جو شخص ان دلائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حق کا اعتراف کر لے گا اور اس پر ایمان لے آئے گا تو اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا اور جو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لے گا اور حق کو قبول نہیں کرے گا تو اس کے انجام بد کا نقصان بھی اسی کو پہنچے گا۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ﴾ [یونس : ۱۰۸] ''تو جو سیدھے راستے پر آیا تو وہ اپنی جان ہی کے لیے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہوا وہ اسی پر گمراہ ہوتا ہے۔''

وَ مَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا : یعنی جو ان روشن دلائل و براہین کو دیکھنے سے اندھا بنا رہا تو اس کا وبال اسی پر ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج : ٤٦] ''پس بے شک حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

وَ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَ لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَ لِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

''اور اسی طرح ہم آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں اور تاکہ وہ کہیں تو نے پڑھا ہے اور تاکہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے واضح کر دیں جو جانتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی آیتوں اور دلائل کو مختلف انداز بیان کیا ہے۔ اس بارے میں مشرکین باتیں بناتے تھے کہ قرآن ایک ہی بات کو بار بار کیوں بیان کرتا ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی آیتوں کو مختلف

انداز میں اس لیے بیان کرتا ہے تاکہ مخالفین پر پورے طور پر حجت قائم ہو جائے اور تاکہ مشرکین اور کفار یہ نہ کہیں کہ اے محمد! تو نے یہ سب کچھ اہل کتاب سے سیکھا ہے اور اس لیے بھی بیان کرتا ہے کہ حق کے طلب گاروں کے لیے اس قرآن کو کھول کھول کر بیان کر دے، تاکہ وہ حق کی اتباع کریں اور باطل سے اجتناب کریں۔

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ : یہ آیت ایسے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کذب و عناد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚۛ وَقَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴾ [الفرقان : ٤، ٥] ”اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ نہیں ہے مگر ایک جھوٹ، جو اس نے گھڑ لیا اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس پر اس کی مدد کی، سو بلاشبہ وہ ایک ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔ اور انھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جو اس نے لکھوالی ہیں، تو وہ پہلے اور پچھلے پہر اس پر پڑھی جاتی ہیں۔“ اسی طرح کافروں کے ایک سردار اور کاذب کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴾ [المدثر : ١٨ تا ٢٥] ”بے شک اس نے غور و فکر کیا اور بات بنائی۔ پس وہ مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر اس نے دیکھا۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا۔ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر اس نے کہا یہ جادو کے سوا کچھ نہیں، جو نقل کیا جاتا ہے۔ یہ انسان کے قول کے سوا کچھ نہیں۔“

اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۶

”اس کی پیروی کر جو تیری طرف تیرے رب کی جانب سے وحی کی گئی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارا کر۔“

نبی کریم ﷺ کے دل کی تقویت اور ان کے حزن و ملال کے ازالہ کے لیے انھیں حکم دیا جا رہا ہے کہ ان کے اس قسم کے بے بنیاد شبہوں سے متاثر ہو کر دعوت و تبلیغ ترک نہ کریں۔ آپ اپنی راہ پر ثابت قدمی سے چلتے رہیے اور مشرکین کی باتوں کا خیال نہ کیجیے۔

اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انبیاء میں سے ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا اور اسی معجزے کی مثل لوگ ان پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی (قرآن) ہے۔ جسے اللہ نے مجھ پر وحی (کے ذریعے نازل) کیا ہے (یہ سب سے بڑا معجزہ ہے) پس مجھے امید ہے کہ میری امت

کے لوگ قیامت کے روز تمام انبیاء کی امتوں سے زیادہ ہوں گے۔‘‘ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی : ۴۹۸۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا ﷺ : ۱۵۲]

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾

’’اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شریک نہ بناتے، اور ہم نے تجھے ان پر محافظ نہیں بنایا اور نہ تو ان پر کوئی نگہبان ہے۔‘‘

مشرک و کافر کے گمراہ ہونے کی حکمت اللہ ہی جانتا ہے، اگر وہ چاہتا تو تمام بنی نوع انسان کو راہِ ہدایت پر اکٹھا کر دیتا، لیکن وہ اپنی مشیت اور حکمت کے تقاضے کے مطابق جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ اللہ سے اس کے افعال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ البتہ بندوں سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور نبی ﷺ کی ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ انسانوں کے اعمال و اقوال کا ریکارڈ رکھتے۔ ان کا کام تو اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دینا تھا، سو انھوں نے یہ کام بدرجہ اتم انجام دیا۔

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ؕ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشیة : ۲۱، ۲۲] ’’پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴾ [الرعد : ۴۰] ’’تو تیرے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔‘‘

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

’’اور انھیں گالی نہ دو جنھیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ زیادتی کرتے ہوئے کچھ جانے بغیر اللہ کو گالی دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر امت کے لیے ان کا عمل مزین کر دیا ہے، پھر ان کے رب ہی کی طرف ان کا لوٹنا ہے تو وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔‘‘

یہ آیت سد ذرائع کی دلیل ہے، یعنی اگر ایک جائز کام کسی بڑی خرابی کا ذریعہ بنتا ہو تو اس جائز کام کو بھی چھوڑنا ضروری ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں مومنوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا ادب و احترام ملحوظ رکھیں۔ انھیں مشرکین کے جھوٹے معبودوں کو گالی دینے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ مشرکین غصے میں آ کر اللہ تعالیٰ کو گالی دیتے ہیں۔ ’’زیادہ فساد کے مقابلے میں تھوڑی مصلحت کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے‘‘ کے قبیل میں سے یہ بھی ہے جو صحیح حدیث میں آیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کبیرہ گناہوں میں سے یہ گناہ بہت بڑا ہے

کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت کرے۔" آپ سے پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "کوئی شخص (دوسرے) شخص کے باپ کو برا کہے تو (جواب میں) وہ اس کے باپ کو برا کہے اور وہ اس کی ماں کو برا کہے تو (جواب میں) وہ اس کی ماں کو برا کہے۔" [بخاری، کتاب الأدب، باب لا یسب الرجل والدیه : ۵۹۷۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر و أکبرها : ۹۰]

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

"اور انھوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ بے شک اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو اس پر ضرور ہی ایمان لے آئیں گے۔ تو کہہ نشانیاں تو صرف اللہ کے پاس ہیں اور تمھیں کیا چیز معلوم کرواتی ہے کہ بے شک وہ جب آئیں گی تو یہ ایمان نہیں لائیں گے۔"

مشرکین مکہ نے اپنی عادت کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے کسی ایک نشانی کا مطالبہ کیا اور قسم کھا کر کہا کہ اگر یہ نشانی آ گئی تو ہم لوگ ضرور ایمان لے آئیں گے۔ لیکن ان کا مقصد ایمان لانا نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑانا تھا۔ اللہ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ان کے جواب میں انھیں کہہ دیں کہ آیتیں اور نشانیاں اللہ کے پاس بہت ہیں، لیکن تمھاری مرضی کے مطابق ان کا لانا میرے اختیار میں نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ﴾ [بنی إسرائیل : ۵۹] "اور ہمیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ ہم نشانیاں دے کر بھیجیں مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے انھیں جھٹلا دیا۔" بالآخر یہی ہوا کہ جب کفار مکہ کو معجزہ دکھایا گیا تو ایمان نہیں لائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴾ [القمر : ۱ تا ۳] "قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہ) ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔ اور انھوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے۔"

وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِیْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

ع ۱۳ / ۱۹

"اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسے وہ اس پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور انھیں چھوڑ دیں گے، اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں گے۔"

انھی مشرکین مکہ کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو حق کا ادراک کرنے سے محروم کر دیا ہے۔اس لیے کہ وہ حق بات کو سمجھتے ہی نہیں اور ان کی آنکھوں کو بصیرت سے محروم کر دیا ہے، اس لیے کہ راہِ حق کو دیکھتے ہی نہیں۔ تو جس طرح وہ لوگ پہلے ایمان نہیں لائے اب بھی ایمان نہیں لائیں گے اور اللہ انھیں کفر میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دے گا۔

جو شخص ہٹ دھرمی سے ایک مرتبہ انکار کر دیتا ہے، پھر وہ مسلسل انکار ہی کرتا رہتا ہے، اگر اسے ایمان لانا ہوتا تو پہلے ہی کیوں انکار کرتا۔ اس نے جان بوجھ کر پہلی مرتبہ انکار کیا، اب وہ آئندہ بھی ایسا ہی کرتا رہے گا، اس سے قبول حق کی توقع رکھنا فضول ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ [یونس : ۷٤] ”پھر اس کے بعد ہم نے کئی پیغمبر ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے۔ سو وہ ہرگز ایسے نہ تھے کہ اس پر ایمان لاتے جسے اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اسی طرح ہم حد سے گزرنے والوں کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں۔“

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

''اور اگر واقعی ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مردے گفتگو کرتے اور ہم ہر چیز ان کے پاس سامنے لا جمع کرتے تو بھی وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے مگر یہ کہ اللہ چاہے اور لیکن ان کے اکثر جہالت برتتے ہیں۔''

مشرکینِ مکہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اب جو ہم نے نشانی مانگی ہے اگر وہ آ گئی تو ایمان لے آئیں گے۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی بڑی ہی شدت کے ساتھ تکذیب کی ہے کہ یہ لوگ ایک نشانی کی بات کرتے ہیں اگر ہم ان کے پاس فرشتے بھی بھیج دیں اور قبروں سے مردے اٹھ کر ان سے بات بھی کرنے لگیں اور ان کے سامنے دنیا کے تمام حیوانات، نباتات اور جمادات کو بطور نشانی جمع کر دیں تو بھی یہ لوگ اپنے تمرد اور سرکشی کی وجہ سے ایمان نہیں لائیں گے۔ ہاں اگر اللہ چاہے گا تو ایمان لے آئیں گے، لیکن اکثر لوگ نادان ہیں، جانتے ہی نہیں کہ ایمان کی دولت اللہ کی مشیت سے ملتی ہے، خلافِ عادت نشانیوں کے ظہور سے نہیں۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ : یعنی اگر ہم ان کے تمام مطالبات پورے کر دیں، جیسے فرشتوں کو نازل کرنا اور مردوں کا کلام کرنا وغیرہ تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۲۱] ''اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے، یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟ بلاشبہ یقیناً وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انھوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔''

مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ : یعنی ہدایت سے نوازنا اللہ کے اختیار میں ہے، ان کے اپنے بس میں نہیں ہے، اللہ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے اور جسے چاہے گمراہ کر دے، وہ جو چاہے اسے کر گزرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جو بھی کرتا ہے وہ اس کے علم و حکمت، اس کی قوت اور اس کے غلبہ و تسلط کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ آیت اسی طرح ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [یونس: ۹۶، ۹۷] ''بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ''بے شک تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی تیاری تمھاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک (نطفہ کی صورت میں) کی جاتی ہے، پھر وہ چالیس دن جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن مضغہ (گوشت کے لوتھڑے) کی شکل میں رہتا ہے،

پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے، وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور اس کو چار باتوں کا حکم ہوتا ہے، ایک تو اس کی روزی لکھنا (یعنی محتاج ہوگا یا مال دار)، دوسرے اس کی عمر لکھنا (کہ کتنا عرصہ زندہ رہے گا)، تیسرے اس کا عمل لکھنا (کہ کیا کیا کرے گا) اور آخری بات یہ لکھنا کہ نیک بخت (جنتی) ہوگا یا بدبخت (جہنمی) ہوگا۔ پس میں قسم کھاتا ہوں اس کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! بے شک تم لوگوں میں سے کوئی اہل جنت کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور بہشت میں بالشت بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر تقدیر کا لکھا اس پر غالب آ جاتا ہے، پس وہ دوزخیوں والے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں چلا جاتا ہے، اور کوئی آدمی عمر بھر دوزخیوں والے کام کیا کرتا ہے، یہاں تک کہ دوزخ میں اور اس میں سوائے ایک بالشت برابر کے کچھ فرق نہیں رہتا کہ تقدیر کا لکھا اس پر غالب آ جاتا ہے، پس وہ بہشتیوں والے کام کرنے لگتا ہے اور پھر بہشت میں چلا جاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته : ۳۳۳۲۔ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی ...... الخ : ۲۶۴۳]

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ : یہاں وہ جہل مراد نہیں جو علم کے مقابلے میں ہوتا ہے، بلکہ وہ جہل مراد ہے جو حلم کے مقابلے میں ہوتا ہے، یعنی اکھڑ پن، تو بعض علم والے بھی ان میں شامل ہیں۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! ہم نے جس طرح آپ کے دشمن پیدا کیے ہیں، جو آپ کی مخالفت کے درپے ہیں، اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے انبیاء کے بھی دشمن پیدا کیے تھے، جو انسانوں اور جنوں میں سے شریر ترین ہوتے تھے اور جو لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے ناحق کو حق بنا کر پیش کرتے تھے۔ اس لیے آپ پریشان نہ ہوں، اگر اللہ چاہتا تو یہ شیطانِ جن و انس آپ کی اور گزشتہ انبیاء کی مخالفت نہ کرتے، آپ انھیں چھوڑ دیجیے، تاکہ مزید افترا پردازی کرتے رہیں۔ انھیں عنقریب اپنا انجامِ بد معلوم ہو جائے گا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا : یعنی جس طرح جن و انس میں سے شیطان آپ سے دشمنی کر رہے ہیں، تو یہ صرف آپ کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ پہلے تمام انبیاء کے لیے بھی ہم نے جن و انس میں سے شیطان دشمن بنائے تھے۔ لہٰذا آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں، جس طرح پہلے انبیاء نے اپنے شریر دشمنوں کے مقابلے میں صبر و استقامت سے

کام لیا آپ بھی ان کی ایذا رسانی پر صبر کیجیے اور مایوسی اور گھبراہٹ کو اپنے اندر راہ نہ دیجیے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا ﴾ [الأنعام : ۳۴] ''اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے۔'' نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۴۳] ''تجھے نہیں کہا جائے گا مگر وہی جو ان رسولوں سے کہا گیا جو تجھ سے پہلے تھے اور بے شک تیرا رب یقیناً بڑی بخشش والا اور بہت دردناک عذاب والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [الفرقان : ۳۱] ''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے مجرموں میں سے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا۔''

شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا : ''وحی'' کا معنی خفیہ بات ہے، یعنی وہ انسان اور جن جو شیطان ہیں، وہ سیدھے سادے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے چوری چھپے ایک دوسرے کو طرح طرح کے مزین اور ملمع کیے ہوئے حیلے اور مکر سکھاتے ہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر اپنی فوجیں ادھر ادھر بھیج دیتا ہے اور ان میں سے سب سے زیادہ معزز اس کے لیے وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرتا ہے، چنانچہ ایک آتا ہے اور آ کر اسے بتاتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کیا ہے، تو ابلیس اسے کہتا ہے کہ تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے آج فلاں آدمی کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہیں ڈال دی۔ تو ابلیس اسے اپنے قریب کر لیتا ہے (اور ایک روایت کے مطابق اسے اپنے گلے لگا لیتا ہے) اور پھر اس سے مخاطب ہو کر کہتا ہے، تم بہت اچھے ہو۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان و بعثه سرایاه ...... الخ : ۲۸۱۳/۶۷]

فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ : یعنی آپ ان کی کوئی پروا نہ کریں، انھیں اور ان کے جھوٹ گھڑنے کو اللہ پر چھوڑ دیں، وہ خود ان سے نمٹ لے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَاۤ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۸] ''اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ کہہ دے بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کے ذمے وہ بات لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ [النحل : ۳۵] ''اور جن لوگوں نے شریک بنائے انھوں نے کہا اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اس کے سوا کسی بھی چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بغیر کسی بھی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے تو رسولوں کے ذمے صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کیا ہے؟''

وَ لِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَ لِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

''اور تا کہ ان لوگوں کے دل اس (جھوٹ) کی طرف مائل ہوں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تا کہ وہ اسے پسند کریں اور تا کہ وہ بھی وہی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں۔''

شیاطینِ انس وجن اس لیے بھی ملمع سازی سے کام لیتے ہیں کہ جو لوگ یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں اور انھیں اپنا امام اور پیشوا مان لیں اور اپنی خواہشاتِ نفس کے مطابق جو چاہیں کرتے رہیں۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

''تو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور منصف تلاش کروں، حالانکہ اسی نے تمھاری طرف یہ کتاب مفصل نازل کی ہے اور وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی ہے، وہ جانتے ہیں کہ یقیناً یہ تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کی ہوئی ہے، پس تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں اور غیر اللہ کی پوجا کرنے والوں سے کہہ دیں کہ میں کیسے گم گشتہ راہ بن جاؤں اور اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنے اور تمھارے درمیان فیصلہ کرنے والا مان لوں؟ دراصل یہ جواب تھا کفارِ قریش کے سوال کا کہ اے محمد! ہم اپنے بتوں پر تمھاری بار بار کی تنقید سے تنگ آ چکے ہیں، اس لیے کسی کو ہمارے اور اپنے درمیان حکم اور فیصل بناؤ جو ہمارا فیصلہ کرے۔ تو اللہ نے اپنے نبی سے کہا، آپ انھیں جواب دیں کہ میں اللہ کے علاوہ کسی طاغوت کو اپنا حکم مان لوں، جبکہ اللہ نے تمھاری ہدایت کے لیے وہ قرآن اتارا ہے جس میں حق و باطل اور حلال وحرام سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے اور اہل کتاب تو خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ کتاب منزل من اللہ ہے۔ اس لیے کہ تمام گزشتہ انبیاء نے اس قرآن کی بشارت دی ہے اور اس لیے کہ یہ قرآن سابقہ کتابوں تورات اور انجیل وغیرہ کی تصدیق کرتا ہے۔ اس لیے اے نبی! کفارِ قریش کے انکار کی وجہ سے آپ اس قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں شبہ نہ کریں۔

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾

''اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف کے اعتبار سے پوری ہوگئی، اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

یہاں "کَلِمَتُ" سے مراد قرآن ہے۔ یعنی قرآن معجزہ اور آپ ﷺ کے صدق نبوت کی دلیل ہونے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ قرآن کے احکام دو ہی قسم کے ہیں، اخبار اور احکام۔ یہاں صدق کا تعلق اخبار سے ہے اور عدل کا احکام سے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تمام خبریں خواہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے ہو یا گزشتہ واقعات یا مستقبل کے وعدے اور حوادث سے، وہ سب پورے طور پر سچے ہیں اور اس میں جتنے احکام ہیں وہ سب عدل وانصاف پر مشتمل ہیں۔ ان میں کسی قسم کی تبدیلی یا ترمیم کی گنجائش نہیں۔ ایسی کامل کتاب کی موجودگی میں پھر ان شیطانی وساوس یا عقلی شبہات کی گنجائش باقی نہیں ہے۔

وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

"اور اگر تو ان لوگوں میں سے اکثر کا کہنا مانے جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے، وہ تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل دوڑاتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں اپنے نبی ﷺ کو متنبہ کیا ہے کہ کثرت آپ کے نزدیک حق کی دلیل نہیں ہونی چاہیے اور صرف کثرت کی بنیاد پر آپ کو اہل زمین کی اتباع نہیں کرنی چاہیے، ورنہ آپ راہ حق سے ہٹ جائیں گے۔ یہ کفار جو کثیر تعداد میں ہیں اس زعمِ باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کے آبا واجداد حق پر تھے، اس لیے ان کی تقلید کرتے ہیں۔ ان کے پاس اس کے سوا کوئی دلیل موجود نہیں ہے کہ لوگوں کی اکثریت اسی دین پر قائم ہے جو ان کا بھی دین ہے۔ یہ لوگ اللہ کے بارے میں اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں، کبھی کسی کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں تو کبھی بتوں کو اللہ کے پاس اپنا سفارشی بناتے ہیں اور کبھی مردہ اور غیر اللہ کے نام پر چھوڑے گئے جانوروں کو حلال قرار دیتے ہیں۔

اس آیت سے موجودہ جمہوریت کی حقیقت بھی خوب واضح ہوتی ہے کہ جس میں اکثریت ہی کو فیصلہ کن سمجھا جاتا ہے۔ اکثریت کے حق پر نہ ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے علاوہ بھی ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ [یوسف : ۱۰۳] "اور اکثر لوگ، خواہ تو حرص کرے، ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔"

اب ایک طرف اللہ کا حکم ہو، جس سے زیادہ پکی دلیل کوئی اور نہیں ہوسکتی اور ایک طرف اکثریت ہو جن کی بنیاد محض ان کے گمان اور اٹکل پر ہو اور اسی اٹکل کی بنیاد پر انھوں نے بے شمار حرام چیزوں مثلاً شرک، سود، زنا، قوم لوط کے عمل کو حلال کر لیا اور بے شمار حلال چیزوں کو حرام قرار دے دیا ہو، تو بتائیے حق کس طرف ہوگا؟ اس لیے اس آیت میں اللہ کے حکم کے مقابلے میں اہل زمین کی اکثریت کی اطاعت سے منع فرمایا۔

﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ ﴾

”بے شک تیرا رب ہی خوب جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے بھٹکتا ہے اور وہی ہدایت پانے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے گرد روشنی ہوئی تو اس میں کیڑے اور یہ جانور جو آگ میں ہیں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو روکنے لگا، لیکن وہ نہ رکے اور اس میں گرنے لگے، یہ مثال ہے میری اور تمھاری، میں تمھیں تمھاری کمر سے پکڑ کر جہنم سے روکنے والا ہوں اور کہتا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ، جہنم کے پاس سے چلے آؤ، لیکن تم نہیں مانتے، اسی میں گھسے جاتے ہیں۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته صلی اللہ علیہ وسلم علی أمته ...... الخ : ۱۸/ ۲۲۸٤]

﴿ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ۭ وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآىِٕهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ ﴾

”تو اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے، اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھنے والے ہو۔ اور تمھیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے، حالانکہ بلاشبہ اس نے تمھارے لیے وہ چیزیں کھول کر بیان کر دی ہیں جو اس نے تم پر حرام کی ہیں، مگر جس کی طرف تم مجبور کر دیے جاؤ اور بے شک بہت سے لوگ اپنی خواہشوں کے ساتھ کچھ جانے بغیر یقیناً گمراہ کرتے ہیں، بے شک تیرا رب ہی حد سے بڑھنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ وہ ان جانوروں کو کھا سکتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو، تو اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ ان جانوروں کو کھانا حلال نہیں ہے جن پر اس کا نام نہ لیا گیا ہو، جیسا کہ کفار قریش مردہ جانوروں کے کھانے، نیز بتوں کے نام پر ذبح کیے جانے والے جانوروں کے کھانے کو بھی حلال سمجھتے تھے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جن چیزوں کا کھانا حرام ہے اللہ نے اسے بیان کر دیا ہے۔ آگے فرمایا کہ اضطراری حالتوں میں جان بچانے کے لیے حرام چیز کو بقدر حاجت کھا لینا جائز ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ بہت سے لوگ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں اور بغیر کسی شرعی دلیل کے اپنی خواہشات اور شہوات کے مطابق حلال و حرام کا حکم جاری کرتے رہتے ہیں۔

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ : یعنی جن چیزوں کو اس نے حرام قرار دیا ہے، انھیں خوب واضح طور پر بیان فرما دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ

اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [البقرة : ۱۷۳] ''اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۟ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ﴾ [المائدة : ۳] ''تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کر لو، اور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت معلوم کرو۔ یہ سراسر نافرمانی ہے۔''

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

''اور ظاہر گناہ کو چھوڑ دو اور اس کے چھپے کو بھی، بے شک جو لوگ گناہ کماتے ہیں عنقریب انھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا، جس کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے۔''

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ : یعنی حلال و حرام صرف کھانے کی چیزوں میں منحصر نہیں ہے، بلکہ ہر ظاہر و باطن گناہ کو چھوڑنا ضروری ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ظاہر گناہ وہ ہیں جو ہاتھ پاؤں سے کیے جائیں، جیسے چوری، زنا وغیرہ اور پوشیدہ گناہ وہ ہیں جن کے کرنے کا دل میں عزم ہو یا جو عقیدہ سے تعلق رکھتے ہوں، جیسے شرک و کفر اور نفاق وغیرہ، یا پھر جن گناہوں کا نقصان عام لوگوں پر واضح ہو وہ ظاہر گناہ کہلاتے ہیں اور جن کے نقصان سے چند مخصوص آدمیوں کے سوا دوسرے واقف نہ ہوں وہ باطن کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ﴾ [الأعراف : ۳۳] ''کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں۔''

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''گناہ وہ ہے جو تمھارے سینے میں کھٹکے اور تمھیں لوگوں کا اس سے آگاہ ہونا برا لگے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تفسیر البر والصلة : ۲۵۵۳]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں، اسی لیے اس نے تمام ظاہر اور پوشیدہ بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ﴾ : ۴۶۳۴۔ مسلم، کتاب التوبة، باب غیرة الله : ۲۷۶۰]

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

’’اور اس میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اور بلاشبہ یہ یقیناً سراسر نافرمانی ہے اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ضرور باتیں ڈالتے ہیں، تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہنا مان لیا تو بلاشبہ تم یقیناً مشرک ہو۔‘‘

جس چیز پر ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا جائے وہ قرآن کی متعدد آیات کی تصریح کے مطابق حرام ہے اور جس پر عمداً اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ اس آیت کی رو سے حرام ہے اور اگر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا بھول جائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی دلیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہمارے پاس لوگ گوشت بیچنے آ جاتے ہیں (وہ نیا نیا اسلام لائے ہیں) معلوم نہیں انھوں نے ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم خود اس پر اللہ کا نام لے لیا کرو اور اسے کھا لیا کرو۔‘‘ [بخاری، کتاب الذبائح والصید والتسمیة، باب ذبیحة الأعراب ونحوهم : ۵۵۰۷]

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ : یعنی عمداً اللہ کا نام جس جانور پر نہ لیا گیا، اس کا کھانا فسق اور ناجائز ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اعتراض کیا کہ مسلمان کہتے ہیں جو اللہ ذبح کرے (یعنی جو خود مر جائے) اسے نہ کھاؤ اور جو تم ذبح کرو اسے کھا لو، چنانچہ (ان کے اس اعتراض کے جواب میں) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ ’’اور اس میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔‘‘ [أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب فی ذبائح أهل الکتاب : ۲۸۱۹]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑو اور اس پر اللہ کا نام لے لو تو اسے کھا لو جو وہ تمھارے لیے روکے۔‘‘ [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الصید إذا غاب عنه یومین أو ثلاثة : ۵۴۸۴۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الصید بالکلاب المعلمة : ۱۹۲۹]

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو آلہ خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اسے کھا لو۔‘‘ [بخاری، کتاب الشرکة، باب قسمة الغنم : ۲۴۸۸۔ مسلم، کتاب الأضاحی، باب جواز الذبح بکل ما أنهر الدم : ۱۹۶۸]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں سے فرمایا: ’’تمھارے لیے ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔‘‘ [مسلم، کتاب الصلوة، باب الجهر بالقراءة فی الصبح والقراءة علی الجن : ۴۵۰]

سیدنا جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کرے تو وہ اس کی جگہ اور جانور ذبح کرے اور جو نماز ادا کرنے تک ذبح نہ کرے تو وہ اللہ کے نام سے اسے ذبح کرے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب السؤال بأسماء الله تعالٰی والاستعاذة بها : ۷۴۰۰۔ مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها : ۱۹۶۰]

گویا اگر کسی ذبیحہ پر جان بوجھ کر اللہ کا نام ترک کر دیا جائے تو وہ اکثر فقہاء کے نزدیک حرام ہے، مگر جب مسلمان ذبح کرتے وقت ''بسم اللہ'' بھول جائے تو اس کا کھانا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت سے خطا اور نسیان معاف کر دیا ہے۔

وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ : تحلیل و تحریم صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، لہٰذا جس چیز کو وہ حلال کہے وہ حلال ہے اور جس چیز کو وہ حرام کہے وہ حرام ہے۔ تحلیل و تحریم کا حق کسی اور کو دے دینا یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں دست اندازی اور کھلا شرک ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [الشوریٰ : ۲۱] ''یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ شدہ بات نہ ہوتی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' تحلیل و تحریم کے سلسلہ میں کسی کو اپنے قیاس و اجتہاد سے زبان نہیں کھولنی چاہیے۔ حلال وہی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید یا صحیح حدیث کے ذریعے حلال کر دیا اور حرام وہی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور صحیح حدیث کے ذریعے حرام کر دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النحل : ۱۱۶، ۱۱۷] ''اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔ بہت تھوڑا فائدہ ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

''اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایسی روشنی بنا دی جس کی مدد سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، اس شخص کی طرح ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے، ان سے کسی صورت نکلنے والا نہیں۔ اسی طرح

کافروں کے لیے وہ عمل خوش نما بنا دیے گئے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافر کو میت (مردہ) اور مومن کو حی (زندہ) قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ کافر کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے اور اس سے نکل ہی نہیں پاتا، جس کا نتیجہ ہلاکت و بربادی ہے اور مومن کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان کے ذریعے سے زندہ فرما دیتا ہے، جس سے زندگی کی راہیں اس کے لیے روشن ہو جاتی ہیں اور وہ ایمان و ہدایت کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ کامیابی و کامرانی ہے۔ اس فرق کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۵۷] ”اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لاتے ہیں۔ یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [هود : ۲۴] ”دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے والے اور سننے والے کی طرح ہے، کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴾ [فاطر : ۱۹ تا ۲۳] ”اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی۔ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ۔ اور نہ زندے برابر ہیں اور نہ مردے۔ بے شک اللہ سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تو ہرگز اسے سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہے۔ تو تو محض ایک ڈرانے والا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا، پھر ان پر اس دن اپنے نور کو ڈالا، تو جس پر اس دن نور الٰہی (کا اثر) پہنچا، وہ ہدایت یاب ہو گیا اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہو گیا۔“ [مسند أحمد : ۱۷۶/۲، ح : ۶۶۵۲۔ ترمذی، کتاب الإیمان، باب افتراق هذه الأمة : ۲۶۴۲۔ مستدرك حاكم : ۳۲۵/۲، ح : ۵۷۳۲، عن أبي هريرة رضي الله عنه]

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲۳ ﴾

”اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں سب سے بڑے اس کے مجرموں کو بنا دیا، تاکہ وہ اس میں مکر و فریب کریں اور وہ مکر و فریب نہیں کرتے مگر اپنے ساتھ ہی اور وہ شعور نہیں رکھتے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! جس طرح ہم نے آپ کی اس بستی میں یہ بڑے بڑے مجرم پیدا کیے ہیں جو کفر کے سرغنہ اور اس کی طرف دعوت دینے والے، اللہ کے راستے میں رکاوٹ بننے والے اور آپ کی مخالفت وعداوت کرنے والے ہیں، اسی طرح آپ سے پہلے رسولوں کو بھی اسی طرح کے مجرموں کی مخالفتوں اور دشمنیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا، لیکن انجام کار عافیت اور فتح ونصرت انبیاء ہی کو حاصل ہوتی تھی۔ ''مکر'' یہ ہے کہ ان مجرمین نے اپنے ماننے والوں کو چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے گمراہی کی دعوت دی اور انبیاء ورسل کو آزمائشوں میں مبتلا کیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [الفرقان : ٣١] ''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے مجرموں میں سے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ١ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ١ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا : ٣٤ تا ٣٦] ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا بے شک ہم اس چیز کے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔ اور انھوں نے کہا ہم اموال واولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں۔ کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا ﴾ [بنی إسرائیل : ١٦] ''اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں حکم نہیں مانتے۔''

وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝۱۲۴

''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ ہمیں اس جیسا دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا، اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔ عنقریب ان لوگوں کو جنھوں نے جرم کیے، اللہ کے ہاں بڑی ذلت پہنچے گی اور بہت سخت عذاب، اس وجہ سے کہ وہ فریب کیا کرتے تھے۔''

وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ : یعنی جب ان کے پاس کوئی نشانی، کوئی برہان اور کوئی قطعی دلیل آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک فرشتے ہمارے پاس بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت لے کر نہیں آ جاتے، جس طرح وہ رسولوں کے پاس رسالت اور نبوت لے کر آتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ بھی ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ﴾ [الفرقان : ۲۱] ”اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے، یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟“

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ : یعنی نبوت و رسالت محض وہبی چیز ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے نبوت کی امانت اس کے سپرد کر دیتا ہے، اور وہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ رسالت کسے عطا فرمائے اور مخلوق میں سے کون اس کے لیے زیادہ موزوں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ [الحج : ۷۵] ”اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے چنتا ہے اور لوگوں سے بھی، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴾ [الفرقان : ۴۱] ”اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے نہیں بناتے مگر مذاق، کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۳۶] ”اور جب تجھے وہ لوگ دیکھتے ہیں جنھوں نے کفر کیا تو تجھے مذاق ہی بناتے ہیں، کیا یہی ہے جو تمھارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے، اور وہ خود رحمان کے ذکر ہی سے منکر ہیں۔“

سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا اور اولاد اسماعیل علیہ السلام سے بنو کنانہ کا انتخاب کیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو ممتاز کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا۔“ [مسند أحمد : ۱۰۷/۴، ح : ۱۶۹۸۹۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۲۲۷۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں (آدم علیہ السلام سے لے کر) برابر آدمیوں کے بہتر قرنوں میں ہوتا آیا ہوں (یعنی شریف اور پاکیزہ نسلوں میں) یہاں تک کہ وہ قرن آیا جس میں میں پیدا ہوا۔“ [بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۳۵۵۷]

سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ : یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی سرزنش اور بہت شدید وعید ہے ان لوگوں کے لیے جو تکبر کا اظہار کرتے ہوئے رسولوں کی اتباع نہ کریں اور ان کے لائے ہوئے دین و شریعت کے سامنے سر اطاعت نہ جھکائیں کہ روزِ قیامت انھیں اللہ کے سامنے دائمی ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ دنیا میں انھوں نے تکبر کو اختیار کیا تھا، اس لیے سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ آخرت میں انھیں ذلت و رسوائی میں مبتلا کر دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ۶۰] ”بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“
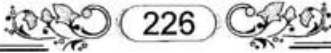
سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جس کو جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، وہ سب ہوتا تو کیا تو اس کو (فدیہ میں) دے کر اپنے آپ کو عذاب سے چھڑاتا؟ وہ بولے گا، ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو اس سے بہت آسان بات چاہی تھی (جس میں کچھ خرچ نہ تھا) جب تو آدم کی پشت میں تھا کہ تو شرک نہ کرنا، میں تجھے جہنم سے بچالوں گا، لیکن تو نے نہ مانا اور شرک کیا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء ...... الخ : ۲۸۰۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی چین کا کوئی لمحہ آیا تھا؟ وہ کہے گا، اللہ کی قسم! اے میرے رب! کبھی نہیں۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ أنعم أهل النار فی النار ...... الخ : ۲۸۰۷]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن ہر دھوکے باز کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ ہے فلاں بن فلاں کی دھوکا بازی کا نشان۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب ما یدعی الناس بآبائهم : ۶۱۷۷۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب تحریم الغدر : ۱۷۳۸/۱۶]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ذلت و رسوائی اس شخص کا مقدر بنا دی گئی ہے، جس نے میرے دین کی مخالفت کی۔'' [مسند أحمد : ۵۰/۲، ح : ۵۱۱۳، ۵۱۱۴]

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

''تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر گندگی ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبر دی ہے کہ رسالت کی طرح ہدایت و گمراہی صرف اس کے اختیار میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تقاضائے عدل کے مطابق گمراہ کر دیتا ہے اور ہدایت و گمراہی ہر دور کا ایک مقرر نظام ربانی ہے۔ جو ہدایت چاہتا ہے اور اس کی طلب صادق ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے راستوں کو آسان بنا دیتا ہے، تمام اسباب مہیا کر دیتا ہے اور قبول ایمان اور اتباعِ اسلام کے لیے اسے شرح صدر عطا فرما دیتا ہے، جبکہ جو گمراہی چاہتا ہے اور اس کی خواہش کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ گمراہی کے تمام

دروازوں کو کھول دیتا ہے اور اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے کہ ایمان کے داخل ہونے کے لیے اس میں گنجائش باقی نہیں رہتی اور اس کی حالت اس آدمی جیسی ہوتی ہے جو بہ تکلف تمام آسمان کی طرف چڑھنا چاہتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کر پاتا، یعنی توحید اور ایمان اس کے دل میں داخل نہیں ہو پاتا۔ ''حرج'' دراصل نہایت تنگ جگہ کو کہتے ہیں، یا ایسے گنجان درختوں کو جن تک چرنے والے جانور نہ پہنچ سکتے ہوں۔ ''رجس'' کے لفظی معنی گندگی کے ہیں، علماء نے اس کی تفسیر ''شیطان''، ''عذاب''، ''دنیا میں لعنت اور آخرت میں عذاب'' وغیرہ کی ہے۔ الغرض ''رجس'' ہر وہ چیز ہے جو خیر سے خالی ہو، اس لفظ میں ان سب معانی کی گنجائش ہے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ : یعنی اسلام کو اس آدمی کے لیے سہل اور آسان بنا دیتا ہے اور اسے انشراح و انبساط صدر حاصل ہو جاتا ہے اور یہ اچھی علامتیں ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ [الزمر : ۲۲] ''تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے (کسی سخت دل کافر جیسا ہو سکتا ہے)؟'' اور فرمایا: ﴿ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴾ [الحجرات : ۷] ''اور لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمھارے دلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا، یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔''

كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ : یعنی کفر و شرک کی ناپاکی کا زنگ تہ در تہ ان کے قلوب و اذہان پر انھی فطری قوانین اور مشیت الٰہی کے مطابق چڑھتا رہتا ہے، بس پھر ان کے قلوب و اذہان پر مہر لگ جاتی ہے اور ہدایت کا ملنا محال ہو جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۶، ۷] ''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر برابر ہے، خواہ تو نے انھیں ڈرایا ہو، یا انھیں نہ ڈرایا ہو، ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی نگاہوں پر ایک پردہ ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۱۲۵] ''اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی میں زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ [یونس : ۱۰۰] ''اور کسی شخص کے لیے ممکن نہیں کہ ایمان لائے مگر اللہ کے اذن سے اور وہ

گندگی ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو نہیں سمجھتے۔“

وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

”اور یہ تمھارے رب کا راستہ ہے سیدھا۔ بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔“

یہاں اشارہ دین اسلام، قرآن وحدیث اور توحید و ایمان کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گم گشتۂ راہ لوگوں کا حال اور ان کا طور طریقہ بیان کرنے کے بعد دینِ اسلام اور راہِ حق کی فضیلت بیان کی ہے۔

سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو! یاد رکھو، قرآن ہی کی طرح ایک اور چیز (یعنی حدیث) مجھے اللہ کی طرف سے دی گئی ہے۔ خبردار! ایک وقت آئے گا کہ ایک پیٹ بھرا (یعنی متکبر شخص) اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور کہے گا، لوگو! تمھارے لیے یہ قرآن ہی کافی ہے۔ اس میں جو چیز حلال ہے بس وہی حلال ہے اور جو چیز حرام ہے بس وہی حرام ہے۔“ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب في لزوم السنة : ٤٦٠٤]

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ هُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

”انھی کے لیے ان کے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور وہ ان کا مددگار ہے، ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔“

”دارالسلام“ سے مراد جنت ہے، یعنی دین اسلام پر چلنے والوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت دے گا، انھیں اپنی محبت سے نوازے گا اور ان کا حافظ و ناصر ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ؕ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴾ [الحجر : ٤٥ تا ٤٨] ”بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اس میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ۔ اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اس میں انھیں نہ کوئی تھکاوٹ چھوئے گی اور نہ وہ اس سے کبھی نکالے جانے والے ہیں۔“

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَ قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَاۤ اَجَلَنَا الَّذِيْۤ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

”اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، اے جنوں کی جماعت! بلاشبہ تم نے بہت سے انسانوں کو اپنا بنا لیا، اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارے بعض نے بعض سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنے اس وقت کو پہنچ

جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔ فرمائے گا آگ ہی تمھارا ٹھکانا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو مگر جو اللہ چاہے۔ بے شک تیرا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ لوگوں کے لیے بیان کر دیجیے کہ جس دن ہم شیطان جنوں اور ان کے پیروکار انسانوں کو جمع کریں گے، جو ان کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان کی پناہ ڈھونڈتے تھے، اس دن ہم شیطانوں کو کہیں گے کہ تم نے انسانوں کو بہت گمراہ کیا تھا اور ان میں سے بہتوں کو اپنا تابع بنا لیا تھا، تو آج تم سب کا انجام تمھاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس کے جواب میں اس کے ماننے والے انسان اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے کہ اے ہمارے رب! دنیا میں ہم سب نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا تھا، انسان جنوں کے ذریعے برائیوں اور مصیبتوں سے پناہ مانگتا تھا اور اس کے عوض جنوں کی تعظیم کی جاتی تھی، تو اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ صادر فرمائے گا کہ آج تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ : یعنی تم نے انسانوں کو اغوا اور گمراہ کر کے بہت فائدے اٹھائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴾ [الجن : ٦] ”اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو انھوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں زیادہ کر دیا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَ لَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۚ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [یٰس : ٦٠ تا ٦٢] ”کیا میں نے تمھیں تاکید نہ کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا۔ تو کیا تم نہیں سمجھتے تھے؟“

وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ : جنوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ انھوں نے ان کو گمراہی کی طرف دعوت دی اور انسانوں نے اسے قبول کر لیا، جبکہ انسانوں نے جنوں سے یہ فائدہ اٹھایا کہ انھوں نے ان سے طرح طرح کے گناہ اور برے کام سیکھے، جنوں کے ذریعے غیب کے حالات معلوم کرنے کا دھندا بھی اس میں شامل ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴾ [الشعراء : ٢٢١ تا ٢٢٣] ”کیا میں تمھیں بتاؤں شیاطین کس پر اترتے ہیں۔ وہ ہر زبردست جھوٹے، سخت گنہگار پر اترتے ہیں۔ وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فرشتے عنان میں نازل ہوتے ہیں اور عنان بادل کو کہتے ہیں، پھر آسمان میں جس کام کا فیصلہ ہوتا ہے آپس میں اس کا ذکر کرتے ہیں، (اس موقع پر) شیاطین ان میں سے

کوئی بات اچک لیتے ہیں اور اسے سن لیتے ہیں، پھر وہ بات کاہنوں کو القا کر دیتے ہیں اور پھر وہ اس میں سو جھوٹ اپنی طرف سے ملا دیتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ : ۳۲۱۰]

وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ : یعنی اہل جہنم ہر وقت جہنم میں رہیں گے، سوائے اس وقت کے جب اللہ انھیں اس میں رکھنا نہیں چاہے گا، اس کا معنی یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سوائے ان بعض اوقات کے جب اللہ انھیں آگ کے علاوہ کوئی اور عذاب دینا چاہے گا۔ مثال کے طور پر جب ''زمہریر'' یعنی شدید ترین ٹھنڈک کا عذاب دینا چاہے گا۔ العیاذ باللہ! ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ عَطَاۗءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴾ [ھود : ۱۰۶ تا ۱۰۸] ''تو وہ جو بدبخت ہوئے سو وہ آگ میں ہوں گے، ان کے لیے اس میں گدھے کی طرح آواز کھینچنا اور نکالنا ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے، جب تک سارے آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ بے شک تیرا رب کر گزرنے والا ہے جو چاہتا ہے۔ اور رہ گئے وہ جو خوش قسمت بنائے گئے تو وہ جنت میں ہوں گے، ہمیشہ اس میں رہنے والے، جب تک سارے آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ ایسا عطیہ جو قطع کیا جانے والا نہیں۔''

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۱۲۹

''اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا دوست بنا دیتے ہیں، اس کی وجہ سے جو وہ کمایا کرتے تھے۔''

یعنی جس طرح ہم نے جنات اور بعض انسانوں کو ایک دوسرے کا دوست بنا دیا تھا، اسی طرح ہم تمام ظالم اور فاسق و فاجر انسانوں کو ان کے اعمال کے سبب سے ایک دوسرے کا دوست بنا دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۶۷] ''منافق مرد اور منافق عورتیں، ان کے بعض بعض سے ہیں، وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں بھلا دیا۔ یقیناً منافق لوگ ہی نافرمان ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبۃ : ۷۱] ''اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا، تم میں جو کوئی جس چیز کی پوجا کیا کرتا تھا وہ اس کے پیچھے لگ جائے۔ چنانچہ جو سورج کی پوجا کرتا تھا وہ سورج کے پیچھے ہو جائے گا، جو چاند کی پوجا کرتا تھا وہ چاند کے پیچھے ہو جائے گا اور جو بتوں کی پوجا کرتا تھا وہ بتوں کے پیچھے ہو جائے گا۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ وجوه يومئذ ناضرة، إلى ربها ناظرة ﴾ : ۷٤۳۷]

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝۱۳۰

”اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمھارے پاس تم میں سے کوئی رسول نہیں آئے، جو تم پر میری آیات بیان کرتے ہوں اور تمھیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ وہ کہیں گے ہم اپنے آپ پر گواہی دیتے ہیں اور انھیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا اور وہ اپنے آپ پر گواہی دیں گے کہ یقیناً وہ کافر تھے۔“

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ : ”مِنْكُمْ “یعنی وہ رسول انسانوں میں سے تھے، جنوں میں سے نہیں تھے۔ علمائے سلف و خلف کی اکثریت کا یہی قول ہے کہ کسی جن کو رسول نہیں بنایا گیا، اس بات کی دلیل کہ تمام انبیاء و رسل انسانوں ہی میں سے ہوئے ہیں، قرآن مجید میں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ۱٦۳ تا ۱٦٥] ”بلاشبہ ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد (دوسرے) نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ اور بہت سے رسولوں کی طرف جنھیں ہم اس سے پہلے تجھ سے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے ایسے رسولوں کی طرف جنھیں ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا، خود کلام کرنا۔ ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ [الفرقان : ۲۰] ”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ

﴿ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰی ﴾ [یوسف : ۱۰۹] ''اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے مگر کچھ مرد، جن کی طرف ہم ان بستیوں والوں میں سے وحی کیا کرتے تھے۔''

وَشَهِدُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ : ابتدا میں کافر اپنے کفر کا انکار کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ تدبیر سے ان کو قائل کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۝ وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَیْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۲۰، ۲۱] ''یہاں تک کہ جونہی اس کے پاس پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ کہیں گے ہمیں اس اللہ نے بلوا دیا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ۶۵] ''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو وہ کمایا کرتے تھے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ ہنسے اور ہم سے پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟'' ہم نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''(قیامت کے دن) بندے کی اپنے رب سے ہونے والی گفتگو پر مجھے ہنسی آئی ہے۔ انسان کہے گا، اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ (یعنی تیرا وعدہ ہے کہ میں کسی پر ظلم نہیں کروں گا) اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہاں کیوں نہیں! انسان کہے گا، میں اپنے خلاف کسی دوسرے کی گواہی جائز نہیں سمجھتا سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا آج تیری ذات کی گواہی ہی تیرے لیے کافی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی (اس پر زائد ہو گی)۔ چنانچہ انسان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا کو حکم دیا جائے گا، بولو! چنانچہ وہ انسان کے اعمال کی گواہی دیں گے اور وہ اپنے اعضا سے مخاطب ہو کر کہے گا، دوری اور ہلاکت ہو تمھارے لیے، میں تو تمھاری خاطر ہی جھگڑا کر رہا تھا۔'' [مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹۶۹]

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ یَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ۝۱۳۱

''یہ اس لیے کہ بے شک تیرا رب کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں، جب کہ اس کے رہنے والے بے خبر ہوں۔''

یعنی ہم نے رسولوں کو مبعوث فرما کر اور کتابوں کو نازل کر کے جنوں اور انسانوں پر حجت تمام کر دی ہے، تاکہ کسی ایسے شخص سے اس کے ظلم کی وجہ سے باز پرس نہ ہو جس تک دعوت ہی نہ پہنچی ہو۔ اس لیے ہم نے تمام امتوں کے عذر کو

ختم کر دیا ہے اور جس امت کو بھی ہم نے عذاب دیا تو اس کی طرف رسولوں کو بھیجنے اور حجت تمام کرنے کے بعد عذاب دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۵] ”اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔“ اور فرمایا: ﴿ كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ١ۙ۬ فَكَذَّبْنَا ﴾ [الملك : ۸، ۹] ”جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا۔“

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا١ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۝۱۳۲

”اور ہر ایک کے لیے مختلف درجے ہیں، ان اعمال کی وجہ سے جو انھوں نے کیے اور تیرا رب اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو وہ کر رہے ہیں۔“

یعنی ہر شخص جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا معصیت کے مطابق عمل کرتا ہے، اس کے عمل کے مطابق اس کے درجات ہیں، جن تک اللہ تعالیٰ اسے پہنچا دے گا۔ اگر اس نے نیک عمل کیے تو اسے اچھے مراتب سے نوازا جائے گا اور اگر اس نے برے عمل کیے تو برے مقامات میں اسے گرا دیا جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴾ [النحل : ۸۸] ”وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انھیں عذاب پر عذاب زیادہ دیں گے، اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ١ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ١ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ﴾ [التوبة : ۲۰] ”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ١ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً١ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى١ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًاۙ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً١ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ۹۵، ۹۶] ”ایمان والوں میں سے بیٹھ رہنے والے، جو کسی تکلیف والے نہیں اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اپنی طرف سے بہت سے درجوں کی اور بخشش اور رحمت کی۔ اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت

مہربان ہے۔‘‘

وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

’’اور تیرا رب ہی ہر طرح بے پروا، کمال رحمت والا ہے، اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور تمھارے بعد جانشین بنا دے جسے چاہے، جس طرح اس نے تمھیں کچھ اور لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بے نیاز ہے، نہ ان کی عبادت کا محتاج ہے، نہ ان کا ایمان اسے نفع پہنچاتا ہے، لیکن اس کمالِ بے نیازی کے باوجود وہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ اس کی بے نیازی ان پر رحم کرنے سے مانع نہیں ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنے نافرمان بندوں کو یکسر ہلاک کر دے اور ایک ایسی قوم کو لے آئے جو مطیع و فرماں بردار ہو، جیسا کہ وہ گزشتہ زمانوں میں قوموں کو ہلاک کر کے دوسری قوموں کو لاتا رہا ہے۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں بڑا پرہیز گار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سب سے بڑا بدکار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت میں سے کچھ کم نہیں ہوگا۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کیں اور اس نے ایک رحمت جنوں، آدمیوں، جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں میں اتاری ہے۔ اسی ایک رحمت کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں اور رحم کرتے ہیں اور اسی ایک رحمت کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچہ سے محبت کرتا ہے اور ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھی ہیں، جن کے ساتھ وہ اپنے بندوں پر قیامت کے دن رحم کرے گا۔‘‘ [مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللہ تعالٰی : ۱۹/۲۷۵۲]

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ : یعنی وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان لوگوں کو ختم کر کے یہاں اور لوگوں کو بسا دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۳۳] ’’اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اے لوگو! اور کچھ دوسروں کو لے آئے اور اللہ ہمیشہ سے اس پر پوری طرح قادر ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴾ [إبراهيم : ۱۹، ۲۰] ’’کیا تو نے نہیں دیکھا

کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر ہرگز کچھ مشکل نہیں۔" اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴾ [فاطر : ۱۵ تا ۱۷] "اے لوگو! تم ہی اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی سب سے بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔"

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝

"بے شک وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے، ضرور آنے والی ہے اور تم کسی صورت عاجز کرنے والے نہیں۔"

اس سے مراد قیامت اور اس کے احوال ہیں اور مقصود ان لوگوں کی تردید کرنی ہے جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ آدمی مرنے کے بعد گل سڑ جاتا ہے، اس کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے۔

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [العنکبوت : ۵] "جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو تو بے شک اللہ کا مقرر وقت ضرور آنے والا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [الحج : ۷] "اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔"

وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ : مطلب یہ کہ تم اس سے بچ کر کہیں جا نہیں سکتے کہ وہ تمھیں پکڑنے سے عاجز رہ جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ۚ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴾ [فاطر : ۴۴] "اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں کوئی چیز اسے بے بس کر دے، بے شک وہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔"

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

"کہہ دے اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرو، بے شک میں (بھی) عمل کرنے والا ہوں، تو تم عنقریب جان لوگے وہ کون ہے جس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہوتا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔"

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ : یہ سخت وعید اور شدید سرزنش ہے کہ اگر تمھارا یہ گمان ہے کہ تم ہدایت پر

ہو تو پھر تم اپنے طریقے کے مطابق عمل کیے جاؤ اور میں اپنے طریقے کے مطابق عمل کیے جاتا ہوں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۝ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴾ [ہود : ۱۲۱، ۱۲۲] ''اور ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے، کہہ دے تم اپنی جگہ عمل کرو، یقیناً ہم (بھی) عمل کرنے والے ہیں۔ اور انتظار کرو، یقیناً ہم (بھی) انتظار کرنے والے ہیں۔''

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ : یعنی عنقریب تم کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ آخرت میں بہشت میرے لیے ہوگی یا تمھارے لیے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے کیے ہوئے اپنے وعدے کو پورا فرما دیا، آپ کو مخالفین پر غلبہ و تسلط بھی عطا فرمایا اور ملک میں دسترس بھی عطا فرمائی اور آپ کی وفات کے بعد خلفاء کے عہد میں بہت سے علاقوں اور بہت سے ملکوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ﴾ [المؤمن : ۵۱، ۵۲] ''بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور انھی کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے بدترین گھر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۱۰۵] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک یہ زمین، اس کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔''

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا، پھر آپ اس کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار قریش کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے کہ اے فلاں کے بیٹے فلاں ! اے فلاں کے بیٹے فلاں ! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے، پس بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، ہم نے اسے سچا پایا، کیا تم سے بھی تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچا پایا۔''

[بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ۳۹۷۶]

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَاۗىِٕنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَاۗىِٕهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَاۗىِٕهِمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

''اور انھوں نے اللہ کے لیے ان چیزوں میں سے جو اس نے کھیتی اور چوپاؤں میں سے پیدا کی ہیں، ایک حصہ مقرر کیا،

پس انھوں نے کہا یہ اللہ کے لیے ہے، ان کے خیال کے مطابق اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے، پھر جو ان کے شرکا کے لیے ہے سو وہ اللہ کی طرف نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لیے ہے سو وہ ان کے شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے۔ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔“

قیامت اور جزا و سزا کے متعلق ان کے خیالات کی تردید کے بعد یہاں سے ان کی دوسری اعتقادی اور عملی حماقتوں اور جہالتوں کا بیان ہو رہا ہے جو مدت سے چلی رہی تھیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم عربوں کی جہالت معلوم کرنا چاہو تو سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۳۰ سے لے کر اس آیت تک پڑھ لو: ﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ [الأنعام : ١٤٠] [بخاری، کتاب المناقب، باب قصة زمزم وجهل العرب : ٣٥٢٤]

یہ مشرکین کی پہلی گمراہی اور جہالت کا بیان ہے کہ وہ اپنی کھیتی اور جانوروں کی نسل میں سے جو نیاز اور خیرات نکالتے اس کے دو حصے کر لیتے، ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور دوسرا اپنے بتوں اور کاہنوں کے لیے۔ حالات و قدرتی آفات کے باعث اگر بتوں اور کاہنوں کا حصہ کم پڑ جاتا تو اللہ تعالیٰ کے حصے میں سے لے کر اس میں ڈال دیتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے، اس کو زیادہ مال کی کیا ضرورت ہے اور اگر اللہ کا حصہ کم پڑ جاتا تو اس میں بتوں کے حصے میں سے کچھ نہ ڈالتے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے آج کل بعض مسلمان اللہ کا فرض زکوٰۃ اور عشر نہیں نکالتے، مگر اپنے فوت شدہ داتاؤں اور غریب نوازوں کی نیاز میں کبھی ناغہ نہیں آنے دیتے اور عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ اگر اس میں کمی ہوگئی تو جانوروں کے تھنوں میں دودھ کی بجائے خون آئے گا۔ نام اس کا ایصالِ ثواب رکھتے ہیں، مگر ایصالِ ثواب تو اللہ کے نام پر صدقہ کرنے میں ہوتا ہے نہ کہ ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھا کر۔ اگر اللہ ہی کو خوش کرنا ہو تو پہلے عشر اور زکوٰۃ نکالیں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآىِٕنَا : اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی نذر قطعاً حرام ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ [البقرة : ١٧٣] ”اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شریکوں سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں، جس شخص نے ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے غیر کو بھی شریک کر لیا تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے شرک کو بھی۔“ [مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب تحريم الرياء : ٢٩٨٥]

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا

عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

’’اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کو مار ڈالنا ان کے شریکوں نے خوش نما بنا دیا، تا کہ وہ انھیں ہلاک کریں اور تا کہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کریں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔‘‘

یہ ان کی دوسری جہالت اور گمراہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطانوں نے جس طرح ان کے لیے اس بات کو اچھا کر دکھایا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ چیزوں، کھیتیوں اور چوپایوں میں اللہ کا بھی ایک حصہ مقرر کریں اور اپنے بتوں کا بھی، اسی طرح شیطان نے اس بات کو بھی ان کے لیے مزین کر دکھایا کہ بھوک کے خوف سے اولاد کو قتل کریں اور عار کے خوف سے بچیوں کو زندہ درگور کر دیں۔ اس طرح شیطانوں نے مشرکین کو شرک اور قتل اولاد کا مرتکب بنا کر ہلاکت کی طرف دھکیل دیا اور باطل افکار و نظریات کی ترویج کر کے انھیں اس دینِ حق سے برگشتہ بنا دیا جس پر ان کے پیش رو بزرگ اسماعیل علیہ السلام قائم تھے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ ایسا نہ کرتے۔ یعنی انھوں نے ایسا اللہ کی مشیت کے مطابق کیا۔ اس لیے آپ ان کی ہلاکت و بربادی پر غم نہ کریں اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ ’’شُرَكَآؤُهُمْ‘‘ سے مراد یا تو شیاطین ہیں جن کے پیچھے لگ کر وہ اپنی اولاد کو زندہ درگور کر دیتے تھے، یا اس سے مراد بت خانوں کے خادم اور پجاری ہیں جن کی ترغیب پر مشرکین اپنی اولاد کو بت خانوں کی بھینٹ چڑھاتے تھے۔

اولاد کو قتل اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے کے سلسلہ میں قرآن و حدیث میں کئی جگہ تذکرہ آیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [النحل : ۵۸، ۵۹] ’’اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۱] ’’اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔‘‘

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کر دیا ہے، ماؤں کو ستانا اور ان کی نافرمانی کرنا اور بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینا اور (خود) کچھ نہ دینا اور (دوسروں سے کہنا) لا مجھے دے اور تمھارے لیے ناپسند کیا قیل و قال (یعنی فضول باتیں کرنا) اور زیادہ سوال کرنا اور مال ضائع کرنا۔‘‘ [بخاری، کتاب

، باب عقوق الوالدين من الكبائر : ٥٩٧٥۔ مسلم، كتاب الأقضية، باب النهي عن كثرة المسائل من غير حاجة :
٥٩٣، قبل الحديث : ١٧١٦]

وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ ۖۗ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَ اَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

"اور انھوں نے کہا یہ چوپائے اور کھیتی ممنوع ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں کھائے گا جسے ہم چاہیں گے، ان کے خیال کے مطابق اور کچھ چوپائے ہیں جن کی پیٹھیں حرام کی گئی ہیں اور کچھ چوپائے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے، اس پر جھوٹ باندھتے ہوئے۔ عنقریب وہ انھیں اس کی جزا دے گا جو وہ جھوٹ باندھتے تھے۔"

مشرکین عرب کی عادت تھی کہ وہ بہت سے احکام خود ہی وضع کر لیتے اور انھیں اللہ کی طرف منسوب کر دیتے، بالخصوص اپنے بتوں کے بارے میں بہت سے مشرکانہ عقائد و اعمال کو اپنے درمیان رواج دے دیتے اور انھیں اللہ کی طرف منسوب کر دیتے۔ اس آیت میں مشرکین کے انھی بعض عقائد و اعمال کو بیان کیا گیا ہے۔ کبھی ایسا کرتے کہ بعض جانوروں اور زرعی پیداوار کے بارے میں بزعمِ خود کہہ دیتے کہ یہ چیزیں صرف ہمارے بتوں کے لیے ہیں، دوسروں کے لیے ان کا کھانا ممنوع ہے، انھیں وہی لوگ کھائیں گے جنھیں ہم چاہیں گے۔ مقصد یہ ہوتا کہ انھیں صرف بتوں کے خدمت گار ہی کھائیں گے۔ کبھی کچھ جانوروں کو اپنے بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے اور کہتے کہ ان پر سواری ممنوع ہے۔ کبھی کچھ جانوروں کو بتوں کے نام پر ذبح کرتے اور اللہ کا نام نہ لیتے اور اللہ پر افترا پردازی کرتے ہوئے کہتے کہ یہی اللہ کی شریعت ہے۔ اللہ نے ان کے اعمال پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ان کی افترا پردازیوں کا بدلہ انھیں عنقریب ہی دے گا۔

لَا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ : پہلی صورت یہ کہ فلاں جانور یا کھیت کا استعمال ممنوع ہے، مگر اس کے لیے نہیں جسے ہم اجازت دیں گے اور یہ اجازت بت خانوں کے مجاوروں اور خادموں کے لیے ہوتی تھی۔ یہ آیتِ کریمہ اسی طرح ہے جیسے یہ ہے: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴾ [یونس : ٥٩] "کہہ کیا تم نے دیکھا جو اللہ نے تمھارے لیے رزق اتارا، پھر تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا۔ کہہ کیا اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے، یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔"

وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا : یہ دوسری صورت ہے کہ وہ مختلف قسم کے جانوروں کو اپنے بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے اور ان سے سواری یا بوجھ اٹھوانے کا کام نہ لیتے، جیسے بحیرہ، سائبہ وغیرہ۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا

سَآىِٕبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۱۰۳] ''اللہ نے نہ کوئی کان پھٹی اونٹنی مقرر فرمائی ہے اور نہ کوئی سانڈ چھٹی ہوئی اور نہ کوئی اوپر تلے بچے دینے والی مادہ اور نہ کوئی بچوں کا باپ اونٹ اور لیکن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔''

وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا : یہ تیسری صورت ہے کہ وہ کچھ جانوروں کو بت خانوں کے مجاوروں کے لیے خاص کرتے اور انھیں ذبح کرتے وقت صرف اپنے بتوں کا نام لیتے، اللہ کا نام نہ لیتے۔ بلکہ ان پر بیٹھ کر حج کے لیے بھی نہ جاتے، تاکہ ان مجاوروں کے سوا کوئی انھیں استعمال نہ کر سکے۔

وَ قَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾

''اور انھوں نے کہا جو ان چوپاؤں کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور ہماری بیویوں پر حرام کیا ہوا ہے اور اگر وہ مردہ ہو تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔ عنقریب وہ انھیں ان کے کہنے کی جزا دے گا۔ بے شک وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

یہ ایک اور شکل ہے کہ جو جانور وہ اپنے بتوں کے نام پر وقف کرتے، ان میں سے بعض کے بارے میں کہتے کہ ان کا دودھ اور ان کے پیٹ سے پیدا ہونے والا زندہ بچہ صرف ہمارے مردوں کے لیے حلال ہے، عورتوں کے لیے حرام ہے۔ ہاں اگر بچہ مردہ پیدا ہوتا تو پھر اس کے کھانے میں مرد و عورت برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جو غلط بیانی کرتے ہیں اور اللہ پر افترا باندھتے ہیں اس پر عنقریب اللہ تعالیٰ انھیں سزا دے گا۔ وہ اپنے فیصلوں میں حکیم ہے اور اپنے بندوں کے بارے میں پوری طرح علم رکھتا ہے اور اپنے علم و حکمت کے مطابق وہ جزا و سزا کا اہتمام فرمائے گا۔

سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ : وصف سے مراد ان کا جھوٹ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان کی غلط بیانیوں پر عنقریب انھیں بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النحل : ۱۱۶، ۱۱۷] ''اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔ بہت تھوڑا فائدہ ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً

عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿١٤٠﴾

ع ۱۶ الربع

’’بے شک ان لوگوں نے خسارہ اٹھایا جنھوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے کچھ جانے بغیر قتل کیا اور اللہ نے انھیں جو کچھ دیا تھا اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام ٹھہرا لیا۔ یقیناً وہ گمراہ ہوگئے اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے یہ کام کیے، وہ دنیا و آخرت میں گھاٹے میں پڑ گئے، دنیا میں اپنی اولاد کو قتل کرنے کی وجہ سے اور اپنے اموال میں کچھ چیزوں کو از خود حرام قرار دے کر اپنے آپ کو تنگی اور مشکل میں ڈال لیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ پر کذب و افترا باندھنے کی وجہ سے بدترین انجام سے دوچار ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ [يونس : ٦٩، ٧٠] ’’کہہ دے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر آپ عربوں کی جہالت معلوم کرنا چاہیں تو سورۂ انعام کی آیت ۱۳۰ سے لے کر اس آیت تک پڑھ لو: ﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ ’’بے شک ان لوگوں نے خسارہ اٹھایا جنھوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے کچھ جانے بغیر قتل کیا اور اللہ نے انھیں جو کچھ دیا تھا اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام ٹھہرا لیا۔ یقیناً وہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔‘‘ [بخاري، كتاب المناقب، باب قصة زمزم وجهل العرب : ٣٥٢٤]

وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَ لَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٤١﴾

’’اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے چھپروں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی، جن کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے۔ اس کے پھل میں سے کھاؤ، جب وہ پھل لائے اور اس کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کرو اور حد سے نہ گزرو، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمین سے پیدا ہونے والی ہر کھیتی، پھل، سبزی اور درخت کا ذکر فرما کر حکم دیا ہے کہ کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔ اس لیے زمین سے پیدا ہونے والے ہر پھل اور کھیتی میں سے اللہ کا حق ادا کرنا ضروری ہے، خواہ وہ معروشات ہوں یعنی جن کی بیلیں اونچی جگہوں پر چڑھائی جاتی ہیں، مثلاً انگور، توری وغیرہ، یا ایسے باغات

ہوں جن کی بیلیں زمین پر پھیلتی ہیں مثلاً خربوزہ، تربوز، گرما وغیرہ، یا ایسے پھل دار درخت ہوں جو اپنے تنے پر قائم ہوں مثلاً کھجور، زیتون اور انار وغیرہ، یا کوئی بھی کھیتی ہو۔ زمین سے پیدا ہونے والے ہر پھل اور کھیتی میں سے اللہ کا حق نکالنا فرض ہے اور مال میں اللہ کا سب سے بڑا حق زکوٰۃ و عشر ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ سبزیوں میں اور ان پھلوں میں عشر نہیں ہے جن کا ذخیرہ نہ ہو سکتا ہو مثلاً مالٹا، انار وغیرہ، دلیل کے طور پر ترمذی کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ سبزیوں میں صدقہ نہیں ہے، مگر خود امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور نہ اس مطلب کی کوئی اور حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس آیت میں ہر کھیتی اور زیتون اور انار کا ذکر ہے، حالانکہ انار کا ذخیرہ نہیں ہوتا۔ دور رسالت کے عمل کو دیکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکومت ایسی چیزوں کے عشر لینے کا اہتمام کرے جن کا ذخیرہ کر سکے، باقی باغوں اور کھیتوں والے اللہ کا حق خود مستحقین میں تقسیم کر دیں۔

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ یعنی کھیتی کاٹتے وقت اور پھل توڑتے وقت مسکینوں کو بھی کچھ نہ کچھ دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی ہے جو کھیتی اور پھل کاشت تو کرتے ہیں مگر اس میں سے صدقہ نہیں کرتے، جیسا کہ سورۂ قلم میں باغ والوں کا قصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القلم : ۱۷ تا ۳۳] ”جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح ہوتے ہوتے اس کا پھل ضرور ہی توڑ لیں گے۔ اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔ پس اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا، جب کہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ تو صبح کو وہ (باغ) کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔ پھر انھوں نے صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو آواز دی۔ کہ صبح صبح اپنے کھیت پر جا پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ آج اس (باغ) میں تمھارے پاس کوئی مسکین ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور وہ صبح سویرے پختہ ارادے کے ساتھ اس حال میں نکلے کہ (اپنے خیال میں پھل توڑنے پر) قادر تھے۔ پس جب انھوں نے اسے دیکھا تو انھوں نے کہا بلاشبہ ہم یقیناً راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔ ان میں سے بہتر نے کہا کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا ہمارا رب پاک ہے، بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔ پھر ان کا ایک دوسرے

طرف متوجہ ہوا، آپس میں ملامت کرتے تھے۔انھوں نے کہا ہائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی حد سے بڑھے ہوئے امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ یقیناً (اب) ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں۔ اسی طرح (ہوتا) ہے عذاب۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں بھی زکوٰۃ نہیں اور پانچ اونٹوں سے کم میں بھی زکوٰۃ نہیں۔“ [بخاری، کتاب الزکاۃ، باب لیس فیما دون خمس ذود صدقة : ۱۴۵۹]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تک غلہ اور کھجور کی مقدار پانچ وسق (تقریباً بیس من) تک نہ ہو جائے اس پر زکوٰۃ نہیں۔“ [نسائی، کتاب الزکوۃ، باب زکاۃ الحبوب : ۲۴۸۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس زمین کو بارش یا چشمے سیراب کریں، یا جو زمین خود بخود نمی سے سیراب ہو جائے اس کی پیداوار سے دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جس زمین کو کنویں کے ذریعے پانی دیا جائے اس میں نصف عشر (یعنی بیسواں حصہ) زکوٰۃ ہے۔“ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری : ۱۴۸۳]

رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے کسی فصل کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔

وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ : ”حد سے نہ گزرو“ سے مراد ناجائز جگہ خرچ کرنا بھی ہے اور اعتدال سے بڑھ کر خرچ کرنا بھی۔ کھانے پینے میں زیادتی بھی منع ہے اور اتنا صدقہ کرنا بھی اسراف ہے کہ اس کے بعد آدمی خود محتاج ہو کر مانگنے پر مجبور ہو جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲۶، ۲۷] ”اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر، بے جا خرچ کرنا۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے ہمیشہ سے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔“

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تین چیزوں کو ناپسند فرمایا ہے، قیل وقال (یعنی فضول بحث کرنا)، مال کا ضائع کرنا اور بکثرت سوال کرنا۔“ [مسلم، کتاب الأقضیة، باب النهی عن کثرة المسائل ...... الخ : ۱۳/۵۹۳، قبل الحدیث : ۱۷۱۶۔ بخاری، کتاب الاستقراض، باب ما ینهی عن إضاعة المال : ۲۴۰۸]

وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۟ۙ (۱۴۲)

''اور چوپاؤں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین سے لگے ہوئے (پیدا کیے)۔ کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں رزق دیا اور شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ کھیت اور چوپائے جو تمھیں عطا کیے ہیں، تمھارے لیے حلال ہیں انھیں کھاؤ اور شیطان کی پیروی مت کرو، جس کے بہکانے پر جاہل مشرکوں نے ان میں سے کئی قسموں کو حرام کر رکھا ہے۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا : ''حَمُوْلَةً'' سے مراد وہ جانور ہیں جن پر سواری کی جاتی ہے، مثلاً اونٹ اور بیل اور ''فَرْشًا'' سے مراد وہ چھوٹے جانور ہیں، جیسے بھیڑ اور بکری، جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اس کی تائید حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴾ [يٰس : ۷۱، ۷۲] ''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان چیزوں میں سے جنھیں ہمارے ہاتھوں نے بنایا، ان کے لیے مویشی پیدا کیے، پھر وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے انھیں ان کے تابع کر دیا تو ان میں سے کچھ ان کی سواری ہیں اور ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴾ [النحل : ٦٦] ''اور بلاشبہ تمھارے لیے چوپاؤں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، ہم ان چیزوں میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہیں، گوبر اور خون کے درمیان سے تمھیں خالص دودھ پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اتر جانے والا ہے۔''

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ : یعنی شیطان تمھارا ایسا کھلم کھلا دشمن ہے کہ اس کی دشمنی بالکل ظاہر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ [فاطر : ٦] ''بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ بھڑکتی آگ والوں سے ہو جائیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ [الكهف : ٥٠] ''تو کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں، وہ (شیطان) ظالموں کے لیے بطور بدل برا ہے۔''

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۟ۙ (۱۴۳) وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

الْأُنْثَيَيْنِ ۖ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَٰذَا ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٤﴾ ع

آٹھ قسمیں، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو۔ کہہ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔ اور اونٹوں میں سے دو اور گائیوں میں سے دو، کہہ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ یا تم اس وقت حاضر تھے جب اللہ نے تمھیں اس کی وصیت کی تھی؟ پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، تاکہ لوگوں کو کسی علم کے بغیر گمراہ کرے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

یہ اسلام سے قبل عربوں کی جہالت کا بیان ہے کہ انھوں نے چوپایوں کو حرام قرار دے کر بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام، یعنی مختلف انواع و اقسام میں تقسیم کر دیا تھا۔ اسی طرح جانوروں، فصلوں اور پھلوں کو انھوں نے اور بھی کئی قسموں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ اسی نے ایسے باغات پیدا فرمائے ہیں جو چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی ہیں اور جو چھتریوں پر نہیں چڑھائے ہوئے وہ بھی، اور اسی نے چوپایوں کو بھی پیدا فرمایا ہے، جن میں سے بعض بڑے بڑے اور بوجھ اٹھانے والے بھی ہیں اور بعض چھوٹے چھوٹے زمین سے لگے ہوئے بھی۔ پھر اس نے فرمایا کہ اسی نے بھیڑوں اور بکریوں میں سے نر اور مادہ کو سیاہ اور سفید رنگ میں پیدا فرمایا۔ اسی طرح اس نے نر اور مادہ اونٹوں اور گائیوں کو بھی پیدا فرمایا اور اس نے ان جانوروں کو اور ان کی اولاد میں سے کسی کو بھی حرام قرار نہیں دیا، بلکہ ان سب کو انسانوں کے کھانے کے لیے، ان کی سواری کے لیے، ان کے بار برداری کے لیے، ان کے دودھ کے لیے اور ان کے دیگر فوائد کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن مشرکین نے ان میں سے بعض اقسام کا کھانا اپنے لیے حرام کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے یہاں فرمایا کہ ذرا بتاؤ تو سہی کہ ان بھیڑوں اور بکریوں میں سے اللہ نے دونوں مذکروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مؤنثوں کو، یا ان بچوں کو جو ان مؤنثوں کے پیٹ میں پرورش پاتے ہیں، کوئی ایسی بات تو بتاؤ جس کی بنیاد علم و یقین پر ہو۔ الغرض تم نے اپنی من گھڑت شریعت کے ذریعے کبھی کسی کو حرام بنا دیا تھا تو کبھی کسی اور کو۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے عمرو بن عامر الخزاعی کو جہنم میں اپنی انتڑیاں کھینچتے ہوئے دیکھا، سب سے پہلے بتوں کے نام پر چھوڑے گئے جانور (بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی) اسی نے چھوڑے تھے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ...... الخ : ٤٦٢٣]

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے بندوں کو

دین حنیف پر پیدا کیا، لیکن شیطانوں نے انھیں بہکایا اور ان پر ان چیزوں کو حرام کر دیا جن کو میں نے حلال کیا تھا اور انھیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ ان کو شریک ٹھہرائیں جن کے شریک ہونے کی میں نے ہرگز کوئی سند نازل نہیں کی۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها ، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ۲۸۶۵]

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

'' کہہ دے میں اس وحی میں، جو میری طرف کی گئی ہے، کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا جسے وہ کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ بے شک وہ گندگی ہے، یا نافرمانی (کا باعث) ہو، جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو بے شک تیرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت کریمہ سے مقصود ان مشرکین کی تردید ہے جنھوں نے از خود کچھ چیزوں کو حرام قرار دے کر اپنی فاسد آراء کے ساتھ انھیں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کے ناموں سے موسوم کر دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف یہ وحی بھیجی کہ آپ ان کو بتا دیں کہ وحی الٰہی میں ان چیزوں میں سے کسی کو بھی حرام قرار نہیں دیا گیا، بلکہ جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے وہ اس آیتِ کریمہ میں مذکور ہیں اور وہ ہیں مرا ہوا جانور، بہتا لہو، سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ ان کے سوا اور چیزوں کو اس نے حرام قرار نہیں دیا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اضطراری حالت میں اپنی جان بچانے کے لیے ان محرمات میں سے صرف بقدر ضرورت استعمال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا مؤاخذہ نہیں کرے گا۔

لَاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً : مردار سے مراد ہر وہ جانور ہے جو اللہ کا نام لے کر ذبح یا شکار نہ کیا گیا ہو، بلکہ خود مر گیا ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۫ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ﴾ [المائدة : ۳] '' تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کر لو، اور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔''

عمرو بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بصرہ میں یہی بات روایت کیا کرتے تھے، لیکن یہ علم کے سمندر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کا انکار کرتے ہیں اور وہ یہ آیت پڑھتے ہیں: ﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ ﴾ [بخاری، کتاب الذبائح والصيد، باب لحوم الحمر الإنسية : ۵۵۲۹]

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ پالتو گدھا حرام ہے، شاید ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان احادیث کا علم نہ ہوا ہو، ورنہ وہ ایسا نہ کہتے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے اپنے اس موقف سے بعد میں رجوع کر لیا ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ کچھ چیزیں تو کھا لیتے تھے اور کچھ سے نفرت کرتے ہوئے نہیں کھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا، اپنی کتاب کو نازل فرمایا اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دے دیا، پس جسے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا وہی حلال ہے اور جسے اس نے حرام قرار دیا وہ حرام ہے اور جس سے اس نے سکوت فرمایا ہے وہ قابل معافی ہے۔ پھر انھوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ ﴾ [مستدرك حاكم : ۱۱۵/۴، ۳۱۷/۲، ح : ۷۱۱۳، ۳۲۳۶۔ أبو داوٗد، كتاب الأطعمة، باب مالم يذكر تحريمه : ۳۸۰۰]

سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہماری بکری مر گئی تو ہم نے اس کے چمڑے کو رنگ لیا اور وہ چمڑہ ہمارے پاس لمبا عرصہ رہا، یہاں تک کہ بعد میں اس کا مشکیزہ بنا لیا گیا۔" [بخاری، کتاب الأيمان والنذور، باب إذا حلف أن لا ...... الخ : ۶۶۸۶]

اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ : یعنی خون جو بہ جائے، چاہے زندہ کا ہو یا ذبیحہ کا، وہ حرام ہے، البتہ دو خون کلیجی اور تلی حلال ہیں۔

خنزیر کا گوشت کہ وہ گندگی ہے، یعنی صحت کے لحاظ سے بے شمار بیماریوں کا باعث ہونے اور بے غیرتی میں بدترین جانور ہونے کی وجہ سے کھانے والوں میں اس کی تاثیر کی بنا پر معنوی طور پر سراسر گندگی ہے۔

اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ : "اَوْ فِسْقًا" اس کا عطف "لَحْمَ خِنْزِيْرٍ" پر ہے، یعنی یہ بھی اسی طرح حرام ہے۔ اللہ کا حکم ہے کہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ اس لیے وہ جانور جس پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام مشہور کر دیا جائے کہ یہ داتا کا بکرا ہے، یا بری امام کی گائے ہے، یا فلاں پیر یا امام کی نذر یا نیاز ہے، اس سے مقصود چونکہ غیر اللہ کو راضی کرنا ہے کہ وہ راضی ہو کر ہمارے کام سنوار دیں گے، اس لیے ایسے جانور کو ان کی رضا کے لیے ذبح کرتے وقت اس پر "بسم اللہ" بھی پڑھی جائے تو بھی وہ حرام ہے، کیونکہ اعتبار نیت کا ہے اور نیت کا اظہار خود ان کی زبانی ہو چکا ہے اور عرس اور قبر کا ماحول بھی اس پر دلالت کر رہا ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

’’اور ان لوگوں پر جو یہودی بن گئے، ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر دونوں کی چربیاں حرام کر دیں، سوائے اس کے جو ان کی پشتیں یا انتڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں، یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہو۔ یہ ہم نے انھیں ان کی سرکشی کی جزا دی اور بلاشبہ ہم یقیناً سچے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے یہود پر ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا۔ ’’كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ‘‘ سے مراد ہر وہ جانور اور پرندہ ہے جس کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں، جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ، گائے اور بکری وغیرہ۔ ان تمام جانوروں کا گوشت یہود پر حرام تھا۔ ان کے لیے انھی جانوروں کا گوشت حلال تھا جن کی انگلیاں پھٹی ہوئی ہوں، پنجے کھلے ہوں اور ’’وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ‘‘ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے گائے اور بکری کا گوشت بطور خاص حلال کر دیا گیا تھا۔ صرف ان کی چربی حرام کر دی گئی تھی، سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ سے لگی ہو، یا ان کی آنتوں سے چپکی ہو، یا جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، جیسے وہ چربی جو دُم، پاؤں اور پسلی وغیرہ کے ساتھ چپکی ہوتی ہے۔ یہ چیزیں بطور سزا اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کی تھیں۔ یعنی یہود کا یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ یہ چیزیں سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کی ہوئی تھیں اور ہم تو ان کی اتباع میں ان کو حرام سمجھتے ہیں۔

وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ : سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ سمرہ نے شراب بیچی ہے تو انھوں نے فرمایا، اللہ سمرہ کو تباہ کرے، کیا اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ’’اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے کہ ان کے لیے چربیوں کو حرام قرار دیا گیا تو انھوں نے انھیں پگھلایا اور فروخت کر دیا۔‘‘ [بخاری، کتاب البیوع، باب لا یذاب شحم المیتة ولا یباع ودکه : ۲۲۲۳۔ مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر والمیتة : ۱۵۸۲]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے سال مکہ میں فرماتے ہوئے سنا: ’’بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع سے منع کیا ہے۔‘‘ عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! مردہ جانوروں کی چربی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیونکہ اس سے کھالوں کو چکنائی لگائی جاتی ہے اور کشتیوں کو روغن کیا جاتا ہے اور اس سے لوگ چراغ جلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’نہیں، وہ حرام ہے۔‘‘ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ یہودیوں کو تباہ و برباد کرے، ان کے لیے جب چربیوں کو حرام قرار دیا گیا تو انھوں نے انھیں پگھلایا اور بیچ دیا

ور پھر ان کی قیمت کھا گئے۔'' [بخاری، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والأصنام : ۲۲۳٦۔ مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والأصنام : ۱۵۸۱]

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ : یعنی ہم نے انھیں اس تنگی اور مصیبت میں ان کی شرارت، بغاوت اور احکام الٰہی کی مخالفت کی وجہ سے مبتلا کیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴾ [النساء : ۱٦۰] ''تو جو لوگ یہودی بن گئے، ان کے بڑے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں، جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں اور ان کے اللہ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔''

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَ لَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

''پھر اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے تمھارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاتا۔''

یعنی اگر تم اب بھی نافرمانی کی روش چھوڑ کر حق کی سیدھی راہ اختیار کر لو تو اپنے رب کے دامنِ رحمت کو اپنے لیے کشادہ پاؤ گے، لیکن اگر اپنی موجودہ روش پر اڑے رہے تو یہ مت سمجھو کہ اللہ کا عذاب تم سے ٹل گیا ہے۔ جب اس کا عذاب آتا ہے تو مجرموں اور سرکشوں کو کوئی چیز اس سے نہیں بچا سکتی۔ آیت کے پہلے حصہ ''ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ'' میں ترغیب ہے اور آخری حصہ میں ترہیب ہے اور یہ خاص قرآن کا اندازِ نصیحت ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ۱٦۵] ''بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۙ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴾ [الحجر : ۴۹، ۵۰] ''میرے بندوں کو خبر دے دے کہ بے شک میں ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔ اور یہ بھی کہ بے شک میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ﴿۱۳﴾ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴾ [البروج : ۱۲ تا ۱۴] ''بے شک تیرے رب کی پکڑ یقیناً بہت سخت ہے۔ بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور (وہی) دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور وہی ہے جو بے حد بخشنے والا، نہایت محبت کرنے والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ سزا (عذاب) کا علم ہو جائے تو کوئی جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت (کی وسعت) کا علم ہو جائے تو کوئی اس کی جنت سے ناامید نہ ہو۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالٰی : ۲۷۵۵]

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۭ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ

لَنَا ؕ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَخۡرُصُوۡنَ ﴿۱۴۸﴾

''عنقریب وہ لوگ کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شریک بناتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ کہہ کیا تمھارے پاس کوئی علم ہے کہ تم اسے ہمارے لیے نکالو، تم تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کر رہے اور تم اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل دوڑاتے ہو۔''

یعنی جب وہ اپنے شرک اور مجرمانہ روش پر قائم رہنے کی دلیل نہیں پاتے تو تقدیر کا سہارا لے کر کہتے ہیں کہ ہمارے حق میں خود اللہ کی مرضی یہ ہے کہ ہم شرک کریں اور جو چیزیں ہم نے حرام ٹھہرائی ہیں انھیں حرام ٹھہرائیں، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہوتی تو ہم سے ان اعمال کا صدور ممکن نہ تھا۔ لہٰذا ہم جو کچھ کر رہے ہیں اللہ کی مرضی کے مطابق کر رہے ہیں اور یہی صحیح اور حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی شبہ کی وجہ سے بہت سے لوگ پہلے بھی گمراہ ہوئے اور یہ نہایت لچر دلیل ہے، اگر تمھاری بات صحیح ہوتی تو اللہ تعالیٰ تمھیں عذاب میں کیوں مبتلا کرتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ مشرکین سے کہیے کہ اگر تمھارے پاس کچھ ایسی معلومات ہیں جن کی بنا پر تم کہتے ہو کہ اللہ تمھارے حال پر راضی ہے تو اسے ظاہر کرو۔ اس کے بعد اللہ نے خود ہی فرمایا کہ اے اہل شرک! تمھارے پاس وہم و خیال اور اعتقاد فاسد کے علاوہ کچھ بھی نہیں، تم یونہی اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتے ہو۔

اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَخۡرُصُوۡنَ : یعنی تم جو یہ عذر پیش کر رہے ہو وہ کسی عقلی یا علمی بنیاد پر قائم نہیں ہے، محض تمھارا وہم و گمان ہے اور تم لوگ صرف اٹکل لگا کر اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھ رہے ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ کے دین میں وہم و گمان، اندازے و تخمینے سے کام نہیں چلتا، ٹھوس حجت اور مستند دلیل چاہیے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا یَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴾ [یونس : ۳٦] ''اور ان کے اکثر پیروی نہیں کرتے مگر ایک گمان کی، بے شک گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴾ [النجم : ۲۳] ''یہ (بت) چند ناموں کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ یہ لوگ صرف گمان کے اور ان چیزوں کے پیچھے چل رہے ہیں جو ان کے دل چاہتے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی۔''

﴿ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ (۱۴۹)

''کہہ دے پھر کامل دلیل تو اللہ ہی کی ہے، سو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ضرور ہدایت دے دیتا۔''

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ سے فرما رہا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ ان سے کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت سے نوازنا چاہے اسے ہدایت دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اسے گمراہ کرنے میں اس کی حکمت تامہ اور حجت بالغہ کارفرما ہے اور اگر وہ چاہتا تو اپنی قدرت، مشیت اور اختیار کے ساتھ تم سب کو ہدایت عطا فرما دیتا، مگر وہ مومنوں سے راضی اور کافروں سے ناراض ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [هود : ۱۱۸، ۱۱۹] ''اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ مگر جس پر تیرا رب رحم کرے اور اس نے انھیں اسی لیے پیدا کیا اور تیرے رب کی بات پوری ہو گئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور ہی بھروں گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ﴾ [یونس : ۹۹] ''اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب اکٹھے ایمان لے آتے۔''

﴿ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴾ (۱۵۰)

''کہہ لاؤ اپنے وہ گواہ جو شہادت دیں کہ واقعی اللہ نے یہ چیزیں حرام کی ہیں، پھر اگر وہ شہادت دے دیں تو تو ان کے ساتھ شہادت مت دے اور ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے مت چل جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے ساتھ برابر ٹھہراتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں مشرکین کو لاجواب کرنے کا ایک اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے، آپ ان سے کہیے کہ تم لوگ اپنے گواہوں کو پیش کرو کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے جنھیں تم حرام سمجھ رہے ہو، حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ ان کے پاس کوئی گواہ نہیں۔ اگر بفرض محال کوئی ان کی تائید میں گواہی دیتا ہے، جو محض کذب اور تعصب کی بنیاد پر ہو گی تو آپ ان کی تصدیق نہ کیجیے اور نہ ان لوگوں کی خواہشات کی اتباع کیجیے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور بتوں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں۔

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ : ''يَعْدِلُوْنَ'' یعنی اس کا

عدیل (برابر کا) ٹھہرا کر شرک کرتے ہیں، کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دیتے ہیں، کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاجت روا، مشکل کشا، کارساز، عالم الغیب، حاضر و ناظر، ناصر و مددگار، معبود اور مطاع سمجھتے ہیں۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ خالق اور مخلوق کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ خالق بھی کارساز ہو اور مخلوق بھی کارساز ہو، خالق بھی عالم الغیب ہو اور مخلوق بھی عالم الغیب ہو، خالق بھی شارع اور قانون ساز ہو اور مخلوق بھی شارع اور قانون ساز ہو۔ خالق کو بھی تحلیل وتحریم کا حق حاصل ہو اور مخلوق کو بھی تحلیل وتحریم کا حق حاصل ہو، خالق بھی نفع ونقصان پہنچانے پر قادر ہو اور مخلوق بھی نفع ونقصان پہنچانے پر قادر ہو، خالق بھی ہر حالت میں سنتا ہو اور مخلوق بھی، خالق بھی سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہو اور مخلوق بھی، ایسا نہیں ہو سکتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ [الرعد : ١٦] ''کہہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دے اللہ۔ کہہ پھر کیا تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لیے نہ کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے؟ کہہ دے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟ یا انھوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنا لیے ہیں جنھوں نے اس کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہے، تو پیدائش ان پر گڈ مڈ ہو گئی ہے؟ کہہ دے اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔'' قیامت کے دن دوزخ میں داخل ہونے کے بعد مشرکین اس بات کا اقرار کریں گے کہ انھوں نے اپنے شرکا کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ۝ وَ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَ الْغَاوٗنَ ۝ وَ جُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ۝ قَالُوْا وَ هُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ۝ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٩١ تا ٩٨] ''اور گمراہ لوگوں کے لیے بھڑکتی آگ ظاہر کر دی جائے گی۔ اور ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جنھیں تم پوجتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کیا وہ تمھاری مدد کرتے ہیں، یا اپنا بچاؤ کرتے ہیں؟ پھر وہ اور تمام گمراہ لوگ اس میں اوندھے منہ پھینک دیے جائیں گے۔ اور ابلیس کے تمام لشکر بھی۔ وہ کہیں گے جب کہ وہ اس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ اللہ کی قسم! بے شک ہم یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ جب ہم تمھیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔''

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ

هَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

’’کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ خوب احسان کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تمھیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم سمجھو۔‘‘

یعنی حرام وہ نہیں ہیں جن کو تم نے بلا دلیل محض اپنے اوہام باطلہ اور ظنونِ فاسدہ کی بنیاد پر حرام قرار دے رکھا ہے، بلکہ حرام تو وہ چیزیں ہیں جن کو تمھارے رب نے حرام کیا ہے، کیونکہ تمھارا پیدا کرنے والا اور تمھارا پالنہار وہی ہے اور ہر چیز کا علم بھی اسی کے پاس ہے۔ اس لیے اسی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے حلال اور جس چیز کو چاہے حرام کرے۔ چنانچہ میں تمھیں ان چیزوں کی تفصیل بتاتا ہوں جن کی تاکید تمھارے رب نے کی ہے۔

اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا : اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا تاکیدی حکم یہ دیا کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، نہ کسی انسان کو، نہ جن کو، نہ فرشتے کو اور نہ کسی پہاڑ، پتھر، دریا یا درخت کو۔ غرض کوئی چیز کتنی بھی عظیم الشان کیوں نہ ہو، اسے اللہ کا کسی بھی چیز میں شریک مت بناؤ، کیونکہ سب اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔ شرک بہت بڑا گناہ ہے اور یہ ہرگز معاف نہیں ہو گا جب تک دنیا میں اس سے توبہ نہ کی جائے، قرآن مجید میں یہ ساری چیزیں مختلف انداز میں بار بار بیان ہوئی ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے احادیث میں ان کو تفصیل اور وضاحت سے بیان فرما دیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ٤٨] ’’بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ٦٥] ’’بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔‘‘

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور انھوں نے مجھے یہ بشارت دی کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ میں نے کہا، خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا، خواہ وہ زنا اور چوری کا مرتکب ہی کیوں نہ ہوا ہو۔‘‘ [بخاری، کتاب الجنائز، باب ومن کان آخر کلامہ ...... الخ : ١٢٣٧۔ مسلم،

كتاب الإيمان، باب الدليل على من مات ...... الخ : ٩٤]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہو تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على من مات لا يشرك بالله شيئًا دخل الجنة : ٩٢]

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا : اللہ تعالیٰ کی توحید و اطاعت کے بعد یہاں بھی اور قرآن کے دوسرے مقام پر بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اطاعتِ رب کے بعد اطاعت والدین کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ والدین تکلیف پر تکلیف اٹھا کر بڑی محبت کے ساتھ اپنی اولاد کو پالتے ہیں۔ ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بندوں کے حقوق میں سب سے مقدم حق انسان پر اس کے والدین کا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٢٣] ”اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [لقمان : ١٤، ١٥] ”اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، تو میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ”تیری والدہ۔“ اس نے کہا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ”تیری والدہ۔“ اس نے کہا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ”تیری والدہ۔“ اس نے کہا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ”تیرا باپ۔“ [بخاری، كتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة : ٥٩٧١۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب بر الوالدين : ٢٥٤٨]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ”وقت پر نماز ادا کرنا۔“ میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ”ماں باپ سے نیکی کرنا۔“ میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔“ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے بیان فرما دیں، اگر میں مزید سوال کرتا تو آپ بھی مزید جوابات مرحمت فرما دیتے۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب البر والصلة : ٥٩٧٠۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللہ تعالٰی أفضل الأعمال : ٨٥]

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ : مفلسی کی وجہ سے اولاد کو قتل کرنا حرام ہے۔ زمانۂ جاہلیت کا یہ فعل قبیح آج کل ضبط ولادت یا خاندانی منصوبہ بندی کے نام سے پوری دنیا میں زور وشور سے جاری ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٣١] ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''پھر یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کر دو کہ وہ تمھارے ساتھ کھائے گی۔'' میں نے پوچھا، پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی فرمان کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ﴾ [الفرقان : ٦٨] ''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ والذین لا یدعون مع اللہ إلٰھا اخر ولا یقتلون النفس ﴾ ...... الخ : ٤٧٦١۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الشرك أقبح الذنوب و بیان أعظمها بعده : ٨٦]

ان آیات و احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ تمھارا یہ سمجھنا کہ روزی کے مالک تم ہو بالکل غلط ہے، یہ ہمارا کام اور ہمارا ذمہ ہے۔ بہر حال کفار کا تو کہنا ہی کیا ہے، اس وقت مسلم حکومتیں اسی بہانے سے ضبط ولادت یا خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر منظم طریقے سے قتل اولاد کا جرم کر رہی ہیں کہ ہمارے پاس وسائل کم ہیں، ہم زیادہ آبادی کی خوراک کا بندوبست نہیں کر سکتے، حالانکہ یہ کفر کا کلمہ ہے۔ خوراک کا بندوبست تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور جیسے جیسے آبادی بڑھتی ہے زمین کے خزانوں کے منہ کھلتے جا رہے ہیں۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ : ''فحش'' ہر وہ قول یا فعل ہے جو قباحت میں بہت بڑھا ہوا ہو مثلاً زنا، شدید بخل وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہر کام کو، خواہ وہ ظاہر ہو جیسے کوئی سب کے سامنے زنا یا قوم لوط کی حرکتیں کرے، یا پھر پوشیدہ ہو جیسے چھپ کر زنا، چوری وغیرہ کرنا، حرام قرار دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

[الأعراف : ۳۳] ”کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۲] ”اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے بڑھ کر اور کوئی غیرت مند نہیں، غیرت ہی کی وجہ سے اس نے بے حیائی کی ظاہر اور پوشیدہ تمام شکلوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ﴾ : ۴۶۳۴۔ مسلم، کتاب التوبة، باب غيرة الله تعالٰى و تحريم الفواحش : ۲۷۶۰]

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو دیکھ لوں تو تلوار سے اس شخص کو قتل کر دوں گا، معاف نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: ”تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی مجھ سے بھی زیادہ باغیرت ہے، غیرت ہی کی وجہ سے اس نے بے حیائی کے ظاہر اور پوشیدہ کاموں کو حرام قرار دیا ہے۔“ [بخاری، کتاب التوحيد، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لا شخص أغير من الله : ۷۴۱۶۔ مسلم، کتاب اللعان : ۱۴۹۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت! اللہ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں کہ وہ اپنے بندے، یا اپنی بندی کو زنا کرتے دیکھے۔“ [بخاری، کتاب النکاح، باب الغيرة : ۵۲۲۱]

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ : کسی کو ناحق قتل کرنا بھی اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان مرد، جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، اس کا خون تین صورتوں کے علاوہ کسی بھی صورت میں حلال نہیں: ① وہ شادی شدہ ہو کر بدکاری کرے۔ ② اس نے کسی انسان کو (ناحق) قتل کیا ہو۔ ③ وہ اپنا دین ترک کر کے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کر لے۔“ [بخاری، کتاب الديات، باب قول الله تعالٰى : ﴿ أن النفس بالنفس والعين بالعين ﴾ : ۶۸۷۸۔ مسلم، کتاب القسامة والمحاربين، باب ما يباح به دم المسلم : ۱۶۷۶]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے کسی ذمی کو (ناحق) قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہو رہی ہو گی۔“ [بخاری، کتاب الجزية والموادعة، باب إثم من قتل معاهدًا بغير جرم : ۳۱۶۶]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟'' آپ نے فرمایا: ''جھوٹ بولنا'' یا آپ نے فرمایا: ''جھوٹی گواہی دینا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر : ٥٩٧٧ ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ٨٨]

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کو پہنچ جائے اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب بات کرو تو انصاف کرو، خواہ رشتہ دار ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ : جس یتیم کی کفالت کسی مسلمان کی ذمہ داری قرار پائے، تو اس کی ہر طرح سے خیر خواہی کرنا اس کا فرض ہے۔ اسی خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ اگر اس کے اس مال سے یعنی وراثت میں سے اس کو حصہ ملا ہے، چاہے وہ نقدی کی صورت میں ہو یا زمین اور جائداد کی صورت میں، تاہم ابھی وہ اس کی حفاظت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تو اس کے مال کی اس وقت تک پورے خلوص سے حفاظت کی جائے جب تک وہ بلوغت اور شعور کی عمر کو نہ پہنچ جائے۔ یہ نہ ہو کہ کفالت کے نام پر، اس کی عمر شعور سے پہلے ہی اس کے مال یا جائداد کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ﴾ [النساء : ۲] ''اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور گندی چیز کو اچھی چیز کے عوض بدل کر نہ لو اور نہ ان کے اموال اپنے مالوں سے ملا کر کھاؤ، یقیناً یہ ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴾ [النساء : ٦] ''اور یتیموں کو آزماتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان سے کچھ سمجھداری معلوم کرو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے انھیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ اور جو غنی ہو تو وہ بہت بچے اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے

کھا لے، پھر جب ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنا لو اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۰] ''بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں، بچتے رہو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، کسی کی ناحق جان لینا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی میں سے بھاگ جانا، پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [بخاری، کتاب الوصایا، باب قول الله تعالیٰ : ﴿ ان الذين يأكلون أموال اليتامٰى ظلمًا ...... الخ ﴾ : ۲۷٦٦، مسلم، كتاب الايمان، باب الكبائر و أكبرها : ۸۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! میں (لوگوں کو) دو کمزوروں، یتیم اور عورت کی حق تلفی کرنا (تاکید کے ساتھ) حرام ٹھہراتا ہوں۔'' [ابن ماجه، كتاب الأدب، باب حق اليتيم : ۳٦۷۸، نسائی فی الكبرىٰ : ۳٦۳/۵، ح : ۹۱٤۹]

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ : ناپ تول میں کمی کرنا، لیتے وقت تو پورا ناپ تول لینا، مگر دیتے وقت ایسا نہ کرنا، بلکہ ڈنڈی مار کر دوسرے کو کم دینا، یہ نہایت پست اور اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔ قوم شعیب میں یہی اخلاقی بیماری تھی جو ان کی تباہی کے من جملہ اسباب میں سے تھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ﴾ [المطففين : ۱ تا ۳] ''بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴾ [الرحمٰن : ۹] ''اور انصاف کے ساتھ تول سیدھا رکھو اور ترازو میں کمی مت کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۳۵] ''اور ماپ کو پورا کرو، جب ماپو اور سیدھی ترازو کے ساتھ وزن کرو۔ یہ بہترین ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت زیادہ اچھا ہے۔''

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا : یعنی جن باتوں کی ہم تاکید کر رہے ہیں، یہ ایسی نہیں ہیں کہ جن پر عمل کرنا مشکل ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم ان کا حکم ہی نہ دیتے، اس لیے کہ طاقت سے بڑھ کر ہم کسی کو مکلف ہی نہیں ٹھہراتے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ﴾ [البقرة : ۲۸٦] ''اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی

ہے جو اس نے (گناہ) کمایا، اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب میں تمھیں کسی کام کا حکم دوں تو اسے جہاں تک ہو سکے بجا لاؤ اور جب میں تمھیں کسی کام سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔" [مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر : ١٣٣٧]

وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى : یعنی جب مقدمات کا فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، خواہ وہ شخص جس کو انصاف کی بات کہنے سے یا انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے سے نقصان پہنچ رہا ہے تمھارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، ناانصافی کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ٨] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔"

وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا : اللہ تعالیٰ نے عہد توڑنے کو حرام قرار دیا ہے، چاہے وہ اللہ کے ساتھ ہو یا کسی انسان کے ساتھ، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾ [المائدۃ : ١] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! عہد پورے کرو۔" اور فرمایا: ﴿ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٣٤] "اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کا سوال ہو گا۔" اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴾ [الرعد : ١٩، ٢٠] "پھر کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ بے شک جو کچھ تیرے رب کی جانب سے تیری طرف اتارا گیا وہی حق ہے، اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے؟ نصیحت تو عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور پختہ عہد کو نہیں توڑتے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ [الرعد : ٢٥] "اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے اس گھر کی خرابی ہے۔"

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۵۳

’’اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا کہ وہ دینِ اسلام پر چلیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنا ہی صراطِ مستقیم پر چلنا ہے۔ اسلام ہی اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔ جو اسلام پر چلتا ہے وہ صراطِ مستقیم پر چلتا ہے اور جو اسلام کو چھوڑ کر دوسرے راستے اختیار کرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت، اللہ کی توحید اور اس کے دین کو مضبوطی سے پکڑ لینا ہی درحقیقت صراطِ مستقیم ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [آل عمران : ۱۰۱] ’’اور جو شخص اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لے تو یقیناً اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی گئی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [الزخرف : ٦٤] ’’بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔‘‘ صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے، اس کو حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی پیروی ضروری ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴾ [الشوریٰ : ۵۲، ۵۳] ’’اور بلاشبہ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس اللہ کے راستے کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے، سن لو! تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [الزخرف : ٦١] ’’اور میرے پیچھے چلو، یہ سیدھا راستہ ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۲۱] ’’بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہو۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ایک خط کھینچا اور فرمایا: ’’یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔‘‘ پھر اس کے دائیں اور بائیں خط کھینچے اور فرمایا: ’’یہ ایسے راستے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر شیطان ہے جو اس کی طرف دعوت دے رہا ہے۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ ’’اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔‘‘ [مسند أحمد : ۱/۴٦۵، ح : ۴۴۳٦۔ مستدرك حاكم : ۲/۳۱۸، ح : ۳۲۴۱]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال اس طرح بیان کی ہے کہ جیسے ایک راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہوں اور ان دونوں دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہوں، دروازوں پر لٹکتے ہوئے پردے ہوں، راستے کے دروازے پر ایک دعوت دینے والا یہ دعوت دے رہا ہو

کہ اے لوگو! آؤ اور سب کے سب صراط مستقیم میں داخل ہو جاؤ اور الگ الگ راستے اختیار نہ کرو اور ایک دعوت دینے والا راستے کے درمیان میں بھی دعوت دیتا ہے۔ جب کوئی انسان ان میں سے کسی دروازے کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہائے تجھ پر افسوس، اسے نہ کھولو، کیونکہ اگر تم نے اسے کھولا تو اس میں داخل ہو جاؤ گے۔'' پھر آپ ﷺ نے اس مثال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''راستے سے مراد اسلام ہے، دو دیواروں سے مراد اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں، کھلے ہوئے دروازوں سے مراد وہ امور ہیں کہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، راستے کے کنارے کے داعی سے مراد کتاب اللہ ہے اور راستے کے وسط میں جو دعوت دینے والا ہے اس سے مراد وہ واعظ ہے جو ہر مسلمان کے دل میں ہے۔'' [مسند أحمد : ۱۸۲/٤، ۱۸۳، ح : ۱۷٦٥۲، ۱۷٦٥٤۔ ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی مثل الله عزوجل لعباده : ۲۸٥۹۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ۳٦۱/٦، ح : ۱۱۲۳۳۔ مستدرك حاکم : ۷۳/۱، ح : ۲٤٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کے قریب آئے، انھوں نے ازواج مطہرات سے رسول اللہ ﷺ کی (رات کی) عبادت کا حال پوچھا، جب ان کو آپ ﷺ کی عبادت کی خبر دی گئی تو گویا انھوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ کہاں ہم اور کہاں نبی ﷺ، آپ ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دی ہیں (لہٰذا ہمیں زیادہ عمل کرنے چاہییں)۔ ان میں سے ایک نے کہا، اب سے میں ہمیشہ تمام رات نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا (کبھی) افطار نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا، کبھی شادی نہیں کروں گا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے (اور آپ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی) تو آپ ﷺ نے (ان سے) دریافت فرمایا: ''کیا وہ لوگ تمھی ہو کہ جنھوں نے ایسے ایسے کہا تھا؟ سنو! اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور مجھ میں تم سب سے زیادہ اس کا تقویٰ ہے، لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، لہٰذا جو میری سنت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح : ٥۰٦۳]

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهٖ : اس آیت میں جس طرح تمام باطل ادیان سے منع فرمایا گیا ہے، اسی طرح اسلام میں فرقے بنانے سے بھی روک دیا گیا ہے، اسلام میں سیدھی راہ صرف کتاب و سنت کی راہ ہے، جس پر وہ تین زمانے گزرے ہیں جنھیں رسول اللہ ﷺ نے خیر القرون قرار دیا ہے۔ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب فضائل أصحاب النبی ﷺ ...... الخ : ۳٦٥۱]

اس کے علاوہ سب راستے ممنوع ٹھہرے خواہ وہ مذاہب اربعہ کی تقلید ہو یا اہل بدعت کے بنائے ہوئے طریقے، کیونکہ یہ شروع ہی بعد میں ہوئے ہیں۔ نئی اور پرانی قسم کی بدعات گمراہ کن ہیں، خود ائمہ دین اور سارے مجتہدین سلف و خلف نے یہی وصیت کی ہے کہ کوئی ان کی تقلید نہ کرے، بلکہ سب کے سب کتاب و سنت کی اتباع کریں، یہی وہ صراط مستقیم

ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے دعوت دی ہے۔

﴿ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴾۱۵۴

’’پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اس شخص پر (نعمت) پوری کرنے کے لیے جس نے نیکی کی اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت کے لیے، تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔‘‘

قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے، جو متعدد جگہ دہرایا گیا ہے کہ جہاں قرآن کا ذکر ہوتا ہے وہاں تورات کا اور جہاں تورات کا ذکر ہو وہاں قرآن کا بھی ذکر کر دیا جاتا ہے۔ اسی اسلوب کے مطابق یہاں تورات کا اور اس کے اس وصف کا بیان ہے کہ وہ بھی اپنے دور کی ایک جامع کتاب تھی، جس میں ان کی دینی ضروریات کی تمام باتیں تفصیل سے بیان کی گئی تھیں اور وہ ہدایت و رحمت کا باعث تھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا﴾ [الأحقاف : ۱۲] ’’اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی اور یہ ایک تصدیق کرنے والی کتاب عربی زبان میں ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا﴾ [الأنعام : ۹۱] ’’کہہ وہ کتاب کس نے اتاری جو موسیٰ لے کر آیا؟ جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، تم اسے چند ورق بناتے ہو، جنھیں ظاہر کرتے ہو اور بہت سے چھپاتے ہو۔‘‘

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾۱۵۵

’’اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والی، پس اس کی پیروی کرو اور بچ جاؤ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔‘‘

یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اگرچہ تورات میں وہ صفات تھیں جن کا اوپر ذکر آیا، لیکن قرآن اس سے زیادہ جلیل القدر، عظیم المرتبت اور دنیاوی و اخروی منافع کے اعتبار سے زیادہ بابرکت کتاب ہے۔ اس لیے اے مسلمانو! اب اسی کی اتباع کرو اور اس کی مخالفت سے بچو!

ارشاد فرمایا: ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ [صٓ : ۲۹] ’’یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [النمل : ۷۶، ۷۷] ’’بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور بے شک وہ یقیناً ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوقِنُوْنَ ﴾ [الجاثیة : ۲۰] ''یہ لوگوں کے لیے سمجھ کی باتیں ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں ہدایت اور رحمت ہے۔''

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

''ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ پس بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب کی جزا دیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔''

یہ خطاب کفار مکہ سے ہے، یعنی تمھاری طرف یہ کتاب اس لیے نازل کی گئی ہے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ اللہ کی کتاب تو یہود و نصاریٰ پر نازل ہوئی تھی، ہم تو جانتے بھی نہ تھے کہ ان دونوں کتابوں میں کیا ہے، کیونکہ وہ ان کی زبانوں میں تھیں، یا یہ نہ کہیں کہ اگر ہم پر بھی اللہ کی کتاب نازل ہوئی ہوتی تو ہم ان یہود و نصاریٰ سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تمھارا عذر ختم ہو گیا اور اس کا رسول اس کی کتاب لے کر آ گیا جو اللہ کی کھلی نشانی، ہدایت کا سرچشمہ اور سراپا رحمت ہے۔ لہٰذا کتاب ہدایت و رحمت کے نزول کے بعد اب جو شخص ہدایت (یعنی اسلام) کا راستہ اختیار کر کے رحمتِ الٰہی کا مستحق نہیں بنتا، بلکہ تکذیب و اعراض کا راستہ اپناتا ہے، تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ : یعنی ہم نے تمھارے اس عذر کو بھی ختم کر دیا کہ اگر ہم پر بھی وہ کتاب نازل ہوتی جو ان پر نازل ہوئی تھی تو ان کی نسبت ہم زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ﴾ [فاطر : ٤٢] ''اور انھوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ واقعی اگر کوئی ڈرانے والا ان کے پاس آیا تو ضرور بالضرور وہ امتوں میں سے کسی بھی امت سے زیادہ ہدایت پانے والے ہوں گے۔''

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ : ''بَيِّنَةٌ'' سے مراد رسول اللہ ﷺ ہوں تو معنی یہ ہوں گے کہ

آپ ان لوگوں کے لیے موجب ہدایت و رحمت ہیں جو آپ کی اتباع کریں گے، یا "بَيِّنَةٌ" سے خود قرآن مجید مراد ہے جو ہدایت اور رحمت پر مشتمل ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴾[البينة : ۱ تا ۳] "وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، باز آنے والے نہ تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے۔ اللہ کی طرف سے ایک رسول، جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔ جن میں لکھے ہوئے مضبوط احکام ہوں۔" اور فرمایا: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ﴾[البقرة : ۱۸۵] "رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں۔"

سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ : "يَصْدِفُوْنَ" صَدَفَ کے معنی کنارا کرنے کے بھی کیے گئے ہیں اور دوسروں کو روکنے کے بھی، ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَ إِنْ يُّهْلِكُونَ إِلَّآ أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ وَلَوْ تَرٰٓى إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَ نَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾[الأنعام : ۲۶، ۲۷] "اور وہ اس سے روکتے ہیں اور اس سے دور رہتے ہیں اور وہ اپنے سوا کسی کو ہلاک نہیں کر رہے اور نہیں سمجھتے۔ اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔" اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴾[النحل : ۸۸] "وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انھیں عذاب پر عذاب زیادہ دیں گے، اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔"

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّآ أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيٓ إِيْمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَظِرُوٓا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ۝۱۵۸

"وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے، جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔ کہہ دے انتظار کرو، بے شک ہم (بھی) منتظر ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے نزول اور رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے ذریعے سے ہم نے حجت قائم کر دی ہے۔ اب بھی اگر یہ اپنی گمراہی سے باز نہیں آتے تو کیا یہ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یعنی ان کی روحیں قبض کرنے کے لیے، اس وقت یہ ایمان لائیں گے؟ یا آپ کا رب ان کے پاس آئے،

یعنی قیامت برپا ہو جائے اور وہ اللہ کے رو برو پیش کیے جائیں۔ اس وقت یہ ایمان لائیں گے؟ یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آئے، جیسے قیامت کے قریب سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا، تو اس قسم کی بڑی نشانی دیکھ کر یہ ایمان لائیں گے؟ اگلے حصے میں وضاحت کی جارہی ہے کہ اگر یہ اس انتظار میں ہیں تو بہت ہی نادانی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، کیونکہ بڑی نشانی کے ظہور کے بعد کافر کا ایمان اور فاسق و فاجر شخص کی توبہ قبول نہیں ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ۙ۝ وَّ لَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ۝ ﴾ [الفجر: ۲۱ تا ۲۶] ”ہرگز نہیں، جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے جو صف در صف ہوں گے۔ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت) اس کے لیے نصیحت کہاں۔ کہے گا اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے آگے بھیجا ہوتا۔ پس اس دن اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی نہیں کرے گا۔ اور نہ اس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴾ [البقرۃ: ۲۱۰] ”وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اللہ بادل کے سائبانوں میں آجائے اور فرشتے بھی اور کام تمام کر دیا جائے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [النحل: ۳۳] ”وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں، یا تیرے رب کا حکم آجائے۔ ایسے ہی ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے۔“

اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ : ان بعض نشانیوں سے مراد قیامت کی نشانیاں ہیں، مطلب یہ ہے کہ قربِ قیامت کے وقت جب قیامت کے آثار ظاہر ہوں گے تو ایمان لانا مفید نہیں ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوگا اور جب لوگ سورج کو مغرب سے طلوع ہوتا ہوا دیکھیں گے تو ایمان لے آئیں گے، مگر یہ وہ وقت ہوگا کہ جب: ﴿ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ ﴾ ”کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لا ينفع نفسا إيمانها ﴾ : ۴۶۳۵۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان الزمن الذی لا يقبل فيه الإيمان : ۱۵۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین نشانیاں جب نمودار ہوں گی تو: ﴿ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ﴾ ”کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو

اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی‘‘ (وہ نشانیاں یہ ہیں): ① سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ ② دجال کا آنا۔ ③ اور زمین سے جانور کا نکلنا۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الزمن لا یقبل فیه الإیمان : ۱۵۸۔ مسند أحمد : ۲/ ۴۴۵، ۴۴۶، ح : ۹۷۶۶]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہو گی کہ سورج مغرب سے طلوع ہو گا اور چاشت کے وقت زمین سے ایک جانور نکلے گا، ان میں سے جو نشانی بھی پہلے نمودار ہو تو دوسری بھی فوراً اس کے بعد نمودار ہو جائے گی۔‘‘ [مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال و مکثه فی الأرض ...... الخ : ۲۹۴۱۔ أبو داؤد، کتاب الملاحم، باب أمارات الساعة : ۴۳۱۰]

قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ : یہ کافروں کے لیے شدید سرزنش ہے اور اس شخص کے لیے زبردست وعید ہے جو اپنے ایمان اور توبہ کو اس وقت تک کے لیے مؤخر کر دے جب ایمان یا توبہ بھی نفع بخش نہ ہو گی، یعنی اس وقت جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا، کیونکہ یہ وہ وقت ہو گا جب قیامت بالکل قریب آ جائے گی اور اس کی علامتیں ظاہر ہو چکی ہوں گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴾ [محمد : ۱۸] ’’تو وہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے قیامت کے کہ وہ ان پر اچانک آ جائے، پس یقیناً اس کی نشانیاں آ چکیں، پھر ان کے لیے ان کی نصیحت کیسے ممکن ہو گی، جب وہ ان کے پاس آ جائے گی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۸۴، ۸۵] ’’پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔‘‘

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۱۵۹

’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔‘‘

نبی آخر الزمان کی آمد پر اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ہر شخص کے لیے آپ پر ایمان لانا اور آپ کے طریقے پر چلنا لازم قرار دے دیا۔ اب جو شخص بھی کوئی جدا راستہ اختیار کر کے الگ گروہ بنائے، خواہ وہ دہریہ ہو یا مشرک یا یہودی و

قرانی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ ان سے بری ہیں اور آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ اس طرح آپ کی امت میں اسلام قبول کرنے کے بعد جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے احکام یعنی قرآن وسنت کے علاوہ کوئی نیا طریقہ یعنی بدعت اختیار کر کے اپنا الگ گروہ بنالیں آپ ان سے بری ہیں، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

اصل دین شروع سے ایک ہی ہے، جس کی بنیاد اللہ کی توحید، یوم آخرت اور انبیاء پر ایمان اور ان کی اطاعت پر ہے، اپنے اپنے زمانے کے مطابق احکام میں کچھ فرق ہوسکتا ہے، مگر اصل دین سب کا ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انبیاء علاتی (جو ایک باپ اور مختلف ماؤں کی اولاد ہوں) بھائیوں کی طرح ہیں کہ ان کی مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں اور دین ایک ہے۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ واذكر في الكتب مريم إذا انتبذت من أهلها ﴾ : ٣٤٤٣۔ مسلم، كتاب الفضائل ، باب فضائل عيسى عليه السلام : ١٤٥/٢٣٦٥]

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جا بجا فرقہ بندی سے منع کر کے اعتصام بالکتاب والسنۃ کا حکم دیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾ [آل عمران : ١٠٣] ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ١٠٥] ''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [البقرة : ٢١٣] ''لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انھیں اپنے حکم سے حق میں سے اس بات کی ہدایت دی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [يونس : ١٩] ''اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی امت، پھر وہ جدا جدا ہو گئے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی تو ان کے

درمیان اس بات کے بارے میں ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٥٢، ٥٣] "اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔ پھر وہ اپنے معاملے میں آپس میں کئی گروہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہر گروہ کے لوگ اسی پر خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٥٣] "اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہودی اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور نصاریٰ بھی اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔" [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب شرح السنة : ٤٥٩٦۔ ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی افتراق هذه الأمة : ٢٦٤٠]

ابو عامر ہوزنی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ ہم میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا، خبردار! تحقیق رسول اللہ ﷺ ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: "خبردار! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور یہ ملت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور یہی "الجماعۃ" ہوگا۔" [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب شرح السنة : ٤٥٩٧۔ مسند أحمد : ١٠٢/٤، ح : ١٦٩٤٠]

یاد رہے کہ سوچ اور اجتہاد کا اختلاف یا علم نہ ہو سکنے کی وجہ سے اختلاف تو صحابہ اور تابعین میں بھی پایا جاتا تھا، مگر وہ سب ایک ہی جماعت تھے۔ انھوں نے کسی شخصیت کی تقلید کی خاطر فرقے نہیں بنائے تھے۔ یہ چیز مسلمانوں کے تین بہترین زمانوں میں نہیں تھی۔ پہلی امتوں کو اسی چیز نے برباد کیا اور امت محمدیہ ﷺ کے بگاڑ کا باعث بھی یہی بات بنی کہ قرآن و حدیث کا واضح حکم آنے کے بعد بھی کچھ لوگ اپنے دھڑے کی وجہ سے اپنے امام یا مرشد کی غلط باتوں پر اڑ کر الگ الگ ہو گئے اور مسلمانوں کا شخصیتوں کی بنیاد پر بنے ہوئے فرقوں کو چھوڑ کر کتاب و سنت پر جمع ہونا ایک خواب ہی رہ گیا، جس کی تعبیر کسی زبردست خلیفہ یا مہدی یا مسیح علیہ السلام کے ذریعے ہی پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۶۰

"جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سو اسے جزا نہیں دی

جائے گی، مگر اسی کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘
یہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل و احسان کا بیان ہے جو اہل ایمان کے ساتھ وہ کرے گا کہ ایک نیکی کا بدلہ دس نیکیوں کے برابر عطا فرمائے گا۔ یہ کم از کم اجر ہے، ورنہ قرآن اور احادیث دونوں سے ثابت ہے کہ بعض نیکیوں کا اجر کئی کئی سو گنا، بلکہ ہزاروں گنا تک ملے گا اور جن گناہوں کی سزا مقرر نہیں ہے اور اس کے ارتکاب کے بعد اس نے اس سے توبہ بھی نہیں کی، یا اس کی نیکیاں اس کی برائیوں پر غالب نہ آئیں، یا اللہ نے اپنے خاص فضل سے اسے معاف نہیں فرمایا تو پھر اللہ تعالیٰ ایسی برائی کی سزا دے گا اور اس کے برابر ہی دے گا۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ﴾ [القصص : ٨٤] ’’جو شخص نیکی لے کر آیا تو اس کے لیے اس سے بہتر (صلہ) ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ٢٦١] ’’ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، بے شک تمھارا رب تبارک وتعالیٰ رحم فرمانے والا ہے، جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور اسے عملی جامہ نہ پہنا سکے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر وہ اس کو عملی جامہ پہنا دے تو اس کے لیے دس سے سات سو گنا، بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جو شخص کسی برائی کا ارادہ کرے، پھر اسے عملی جامہ نہ پہنائے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر اسے عملی جامہ پہنا دے تو اس کے لیے ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے، یا اللہ تعالیٰ اسے بھی معاف فرما دیتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں تباہ و برباد ہونے والا شخص ہی ہلاک ہوتا ہے۔‘‘ [مسند أحمد : ۲۷۹/۱، ح : ۲۵۲۳۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو بسيئة : ٦٤٩١۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت وإذا هم بسيئة لم تكتب : ۲۰۷، ۲۰۸/ ۱۳۱]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے تو اسے دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے اور جو شخص کوئی برا عمل کرے تو اسے اس کے برابر ہی گناہ ملتا ہے، یا میں اسے معاف کر دیتا ہوں، اگر کسی نے زمین بھر گناہ کیے، پھر مجھے اس حال میں ملا کہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا ہو تو میں اس کے لیے اتنی ہی مغفرت کا سامان کر دیتا ہوں، جو ایک بالشت میرے قریب آئے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں، جو ایک ہاتھ میرے قریب ہو جائے میں دونوں ہاتھوں کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جو

چل کر میرے پاس آئے میں دوڑ کر اس کے پاس آتا ہوں۔‘‘ [مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب فضل الذکر والدعاء والتقرب إلی اللہ تعالٰی وحسن الظن بہ : ۲٦٨٧]

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا : برائی چھوڑنے والا تین طرح کا ہوتا ہے، کبھی تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑتا ہے، اس پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے کہ برائی سے اللہ کے لیے رک جانا ایک عمل اور نیت ہے، جیسا کہ بعض صحیح احادیث میں آیا ہے کہ اس نے اسے میری خاطر چھوڑا ہے، اور کبھی وہ غفلت یا بھول کی وجہ سے برائی نہیں کرتا، اسے نہ گناہ ہے نہ ثواب، کیونکہ اس کی نیت نہ خیر کی ہے نہ شر کی اور کبھی اپنی پوری کوشش کے باوجود بس نہ چلنے کی وجہ سے کر نہیں سکتا تو یہ اس شخص کی طرح ہے جس نے وہ برائی کی ہو، جیسا کہ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں تو قاتل اور مقتول دونوں آگ میں ہوں گے۔‘‘ لوگوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے، مقتول کا کیا معاملہ ہے؟ فرمایا: ’’وہ بھی اپنے ساتھی کے قتل کی حرص رکھتا تھا۔‘‘ [بخاری، کتاب الإیمان، باب و إن طائفتان من المؤمنین ...... الخ : ۳۱۔ مسلم، کتاب الفتن، باب إذا تواجہ المسلمان بسیفیھما : ۲۸۸۸]

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ۬ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

’’کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔‘‘

اس آیتِ کریمہ میں مشرکینِ مکہ اور یہود و نصاریٰ کی تردید کی گئی ہے، جو اس زعم میں مبتلا تھے کہ وہ دینِ ابراہیمی پر قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تمھارا دعویٰ غلط ہے، دینِ ابراہیم تو دینِ اسلام ہے جسے اللہ نے اپنے مخلص بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے اور جس پر میں قائم ہوں۔

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ﴾ [البقرۃ : ۱۳۰] ’’اور ابراہیم کی ملت سے اس کے سوا کون بے رغبتی کرے گا جس نے اپنے آپ کو بے وقوف بنا لیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [آل عمران : ٦٧] ’’ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی، بلکہ ایک طرف والا فرماں بردار تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ۭ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَ اٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ

﴿ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴾ [النحل : ۱۲۰ تا ۱۲۳] ”بے شک ابراہیم ایک امت تھا، اللہ کا فرماں بردار، ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا اور وہ مشرکوں سے نہ تھا۔ اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا۔ اس نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بے شک وہ آخرت میں بھی یقیناً نیک لوگوں سے ہے۔ پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کر، جو ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے آسان و سہل دین حنیف کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔“ [مسند أحمد : ۶/۱۱۶، ۲۳۳، ح : ۲۴۹۰۸، ۲۶۰۱۷]

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ ۚ وَ بِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۶۳﴾

”کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان مشرکوں کو، جو غیر اللہ کی عبادت کرتے اور غیر اللہ کے نام پر اپنے جانوروں کو ذبح کرتے ہیں، یہ بتا دیں کہ آپ ان کاموں میں ان کے مخالف ہیں، آپ کی نماز محض اللہ ہی کے لیے ہے اور آپ کی عبادت صرف اور صرف اسی وحدہ لا شریک لہ کے لیے ہے۔ یہی توحید خالص کا نمونہ ہے جس پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام عمل پیرا تھے اور جس کا عملی تقاضا یہ ہے کہ میری تمام بدنی عبادات بھی اللہ کے لیے اور مالی عبادات بھی اسی کے لیے ہیں، پھر میرے جینے کا مقصد ہی شرک کو ختم کرنا اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہے، تا آنکہ اسی راہ میں مجھے موت آ جائے۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ﴾ [الذاریات : ۵۶] ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ﴾ [الکوثر : ۲] ”پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلۡ اِنِّیۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ﴿ۙ﴾ وَ اُمِرۡتُ لِاَنۡ اَکُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴾ [الزمر : ۱۱، ۱۲] ”کہہ دے بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہوں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ماننے والوں میں سے پہلا میں بنوں۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو استفتاح کے طور پر یہ دعا پڑھتے: « وَجَّهْتُ

وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِيْ، وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا، لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ، لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ » ”میں نے اپنا چہرہ اس پروردگار کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، سب سے منہ موڑ کر اسی کا فرماں بردار بن کر اور میرا مشرکوں سے کوئی تعلق نہیں، بے شک میری نماز، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! تو (تمام کائنات) کا مالک ہے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے اور میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، تو میرے تمام گناہ معاف فرما دے، تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا اور تو مجھے بہترین اخلاق کی ہدایت عطا فرما، اس لیے کہ بہترین اخلاق کی تیرے سوا کوئی ہدایت عطا نہیں فرما سکتا اور برے اخلاق کو مجھ سے دور رکھ، برے اخلاق کو تیرے سوا اور کوئی مجھ سے دور نہیں رکھ سکتا۔ تو ہی برکت والا ہے اور بہت ہی بلند و بالا ہے۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری ہی جانب رجوع کرتا ہوں۔“ [مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب صلوة النبی ﷺ ودعائه باللیل : ۷۷۱۔ مسند أحمد : ۹۴/۱، ح : ۷۳۲]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن دو مینڈھے ذبح کیے، جو سینگوں والے، چتکبرے اور خصی تھے۔ جب آپ ﷺ نے انھیں قبلہ رخ کیا تو یہ دعا پڑھی: « اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ اُمَّتِهٖ، بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ » ”بے شک میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، میں ملت ابراہیم پر ہوں اور یک سو ہوں اور میں مشرکوں سے نہیں، بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سے ہوں، یا اللہ! یہ جانور تو نے ہی دیا تھا اور تیرے ہی نام پر میں نے اسے قربان کیا ہے محمد (ﷺ) اور ان کی امت کی طرف سے۔ اللہ کے نام سے (ذبح کرتا ہوں) اور اللہ سب سے بڑا ہے۔“ [أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا : ۲۷۹۵۔ مسند أحمد : ۳۷۵/۳، ح : ۱۵۰۳۲]

غَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَ لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

کہہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی رب تلاش کروں، حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔ اور کوئی جان کمائی نہیں کرتی مگر اپنے آپ پر اور نہ کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسری کا بوجھ اٹھائے گی، پھر تمھارے رب ہی کی طرف تمھارا لوٹ کر جانا ہے، تو وہ تمھیں بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔''

مشرکین نے نبی کریم ﷺ کو اپنے بتوں کی عبادت کی دعوت دی، تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ کیا میں اللہ کے سوا اپنا کوئی اور رب بنا لوں، جسے اللہ کی عبادت میں شریک کروں، حالانکہ کائنات کی ہر چیز کا پروردگار تو اللہ ہے اور میں بھی کائنات کا ایک حصہ ہوں تو پھر میرا پروردگار کوئی دوسرا کیسے ہو سکتا ہے؟

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ : اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہر چیز کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی کسی چیز کا مالک نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ [یونس : ۳۱] ''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟'' اور فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ [سبا : ۲۲] ''کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۫ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۱۳] ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔''

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا : یعنی قیامت کے دن لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا، اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا صلہ ملے گا اور اگر اعمال برے ہوئے تو برا صلہ ملے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ

وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٤٦] ''جس نے نیک عمل کیا سو اپنے لیے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہوگی اور تیرا رب اپنے بندوں پر ہرگز کوئی ظلم کرنے والا نہیں۔''

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى : یعنی کسی کے گناہ کے بوجھ کو کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴾ [الطور : ٢١] ''ہر آدمی اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَ هُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٣١] ''یقیناً خسارے میں رہے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا، یہاں تک کہ جب ان کے پاس قیامت اچانک آ پہنچے گی کہیں گے ہائے ہمارا افسوس! اس پر جو ہم نے اس میں کوتاہی کی اور وہ اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائیں گے۔ سن لو! برا ہے جو وہ بوجھ اٹھائیں گے۔''

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ : یعنی تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو، ہم اپنے دین کے مطابق عمل کرتے رہیں گے، پھر تم بھی اللہ کی بارگاہ میں پیش کیے جاؤ گے اور ہم بھی اور وہ ہمیں اور تمھیں جن باتوں میں اختلاف تھا ان کے بارے میں ہم سب کو بتا دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [الحج : ٦٩] ''اللہ قیامت کے دن تمھارے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَ لَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ هُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴾ [سبا : ٢٥، ٢٦] ''کہہ دے نہ تم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو ہم نے جرم کیا اور نہ ہم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم کرتے ہو۔ کہہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۱۶۵)

''اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین کے جانشین بنایا اور تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کر دیا، تا کہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں۔ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین پر بھیجا، تا کہ وہ اسے یکے بعد دیگرے آباد کریں اور ایک مر جائے تو دوسرا اس کا وارث ہو اور جب وہ مر جائے تو اس کی اولاد اس کی وارث بنے، اور ان کے درمیان فرق مراتب رکھا اور ایک دوسرے کو مختلف اعتبار سے فوقیت دی، تا کہ انھیں آزمائے، مال دار سے قیامت کے دن سوال کرے کہ کیا اس نے شکر ادا کیا اور

فقیر سے پوچھے کہ کیا اس نے صبر کیا؟ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی معصیت سے ڈراتے ہوئے اور اپنی بندگی کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دیتا ہے ان لوگوں کو جو اس کی نافرمانی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اس کی مغفرت فرماتا اور اس پر رحم کرتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ : یعنی اس نے تم کو زمین میں ایسی مخلوق بنایا کہ تم نسلاً بعد نسل، قرناً بعد قرن اور خلفاً بعد خلف زمین آباد کرتے ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾[الأعراف : ۱۲۹] ''تمھارا رب قریب ہے کہ تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمھیں زمین میں جانشین بنا دے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔''

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ : یعنی اس نے رزق، اخلاق، خوبیوں، خرابیوں، صورتوں، شکلوں اور رنگوں میں تم کو ایک دوسرے سے مختلف کر دیا اور اس میں بھی بہت حکمت ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ﴾[الزخرف : ۳۲] ''ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا، تاکہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنا لے۔'' اور فرمایا: ﴿ اُنْظُرْ كَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِیْلًا ﴾[بنی إسرائیل : ۲۱] ''دیکھ ہم نے ان کے بعض کو بعض پر کس طرح فضیلت دی ہے اور یقیناً آخرت درجوں میں بہت بڑی اور فضیلت دینے میں کہیں بڑی ہے۔''

لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ : یعنی وہ تمھاری اس میں آزمائش کرے جس کا اس نے تم پر انعام فرمایا اور تمھارا امتحان یہ ہے کہ وہ دولت مند کو دولت دے کر آزمائے، پھر اس سے پوچھے کہ اس نے شکر ادا کیا ہے یا نہیں؟ اور فقیر کو فقر سے آزمائے اور اس سے یہ پوچھے کہ اس نے صبر کیا ہے یا نہیں؟ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک دنیا شیریں اور سرسبز و شاداب ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں تمھیں ایک دوسرے کے بعد بھیجنے والا ہے اور وہ یہ دیکھنے والا ہے کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ پس دنیا سے بچ جاؤ اور عورتوں سے بچ جاؤ کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے بارے میں تھا۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب أکثر أهل الجنة الفقراء ...... الخ : ۲۷۴۲۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما أخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۲۱۹۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، دوسرا اندھا اور تیسرا گنجا، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا امتحان لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمھیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی چمڑی، کیونکہ مجھ سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور

ہوگئی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہو گیا اور چمڑی بھی اچھی ہوگئی۔ فرشتے نے پوچھا، کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ اونٹ'' یا اس نے گائے کہی، اسحاق بن عبد اللہ کو اس سلسلے میں شک تھا کہ کوڑھی اور گنجے دونوں میں سے ایک نے اونٹ کی خواہش کی تھی اور دوسرے نے گائے کی۔ فرمایا: ''چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اس میں برکت دے گا، پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمھیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال اور میرا موجودہ عیب ختم ہو جائے، کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے الگ رہتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے عمدہ بال آ گئے۔ فرشتے نے پوچھا، کس طرح کا مال پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ گائے! فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اس میں برکت دے گا۔ پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور کہا کہ تمھیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دے دے، تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اسے واپس دے دی۔ پھر پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ بکریاں! فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔ پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے، یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجے کی گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔ پھر دوبارہ فرشتہ کوڑھی کے پاس اس کی (اسی پہلی) شکل وصورت میں آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین وفقیر آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان واسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں، لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمھیں اچھا رنگ اور اچھا چمڑا اور مال عطا کیا، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں، جس سے سفر کو پورا کر سکوں۔ اس نے فرشتے سے کہا کہ میرے ذمے حقوق اور حق بہت سے ہیں۔ فرشتے نے کہا، غالباً میں تمھیں پہچانتا ہوں، کیا تمھیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے، تم ایک فقیر اور قلاش تھے، پھر تمھیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں عطا کیں؟ اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمھیں تمھاری پہلی حالت پر لوٹا دے۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس اس کی (اسی پہلی) شکل وصورت میں آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی وہی کوڑھی والا جواب دیا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے، اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا، اس کی (اسی پہلی) شکل وصورت میں اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان ختم ہو چکے ہیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔ میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمھیں تمھاری بینائی واپس دی ہے، ایک بکری مانگتا ہوں، جس سے میں اپنے سفر کی ضروریات پوری کر سکوں۔ اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر ومحتاج تھا اور اللہ تعالیٰ

نے مجھے مال دار بنایا۔ تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو، اللہ کی قسم! جب تم نے اللہ کا واسطہ دیا ہے تو جتنا بھی تمھارا جی چاہے لے جاؤ، میں تمھیں ہرگز نہیں روک سکتا۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہے اور تمھارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔'' [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث أبرص و أعمى و أقرع في بني إسرائيل : ٣٤٦٤]

اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مومن کو علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کس کس قدر شدید سزائیں ہیں تو وہ کبھی (اس کی) جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کس قدر بے پایاں ہے تو ان میں سے بھی کوئی (اس کی) جنت سے مایوس نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کیے اور ان میں سے صرف ایک حصہ اپنی مخلوق میں بانٹا ہے، اسی کی وجہ سے وہ آپس میں ایک دوسرے پر رحمت کرتے ہیں اور باقی ننانوے حصے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔'' [مسلم، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالٰى و أنها تغلب غضبه : ٢٧٥٢۔ ترمذی، كتاب الدعوات، باب لو يعلم المؤمن ما عند الله من العقوبة : ٣٥٤٢۔ مسند أحمد : ٢/ ٣٣٤، ح : ٨٤٣٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ایک کتاب میں جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے، یہ لکھا ہے، بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔'' [مسلم، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالٰى و أنها تغلب غضبه : ٢٧٥١]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

الٓمّٓصٓ ۟ۚ﴿۱﴾ كِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ فَلَا يَكُنۡ فِيۡ صَدۡرِكَ حَرَجٌ مِّنۡهُ لِتُنۡذِرَ بِهٖ وَ ذِكۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲﴾

''الٓمّٓصٓ۔ ایک کتاب ہے جو تیری طرف نازل کی گئی ہے، تو تیرے سینے میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو، تاکہ تو اس کے ساتھ ڈرائے اور ایمان والوں کے لیے سراسر نصیحت ہے۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ یہ کتاب آپ کے رب کی طرف سے اس لیے اتاری گئی ہے کہ لوگوں کو آپ اس کے ذریعے عذابِ الٰہی سے ڈرائیں اور مومنوں کے لیے یہ کتاب باعثِ رحمت ہو۔ اس کتاب کے نزول کے یہ دو مقصد ہیں، لہٰذا آپ انھی دو مقاصد کو سامنے رکھیں۔ آپ کا کام بس اتنا ہے کہ کافروں کو ڈرائیں اور مومنوں کو نصیحت کریں۔ اس کے بعد آپ کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ گمراہوں کے ایمان لانے کی فکر میں اپنے آپ کو نہ گھلائیں۔ اگر وہ ایمان نہیں لاتے اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ اپنے سینے میں تنگی محسوس نہ کریں، بے فکری کے ساتھ تبلیغ کرتے رہیں اور نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُ فِيۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ ﴾ [النحل : ۱۲۷] ''اور صبر کر اور نہیں تیرا صبر مگر اللہ کے ساتھ اور ان پر غم نہ کر اور نہ کسی تنگی میں مبتلا ہو، اس سے جو وہ تدبیریں کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ اَلَّا يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ [الشعراء : ۳] ''شاید تو اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے، اس لیے کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔''

اِتَّبِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَلَا تَتَّبِعُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۳﴾

''اس کے پیچھے چلو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور دوستوں کے پیچھے مت چلو۔ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

اس آیت میں امت کو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکام کی پیروی کا اور اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے کی پیروی نہ کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ اللہ کے نازل کردہ کے سوا کسی بھی دوسرے کی پیروی کرنا اللہ کے مقابلے میں ''مِنْ دُوْنِهٖٓ'' یعنی غیر اللہ کو اولیاء بنانا ہے۔ قرآن و سنت کے مقابلہ میں کسی کی بات مت مانو خواہ وہ کتنا ہی بڑا امام، بزرگ، محقق یا دانشور ہو، ہر ایک کی بات کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ اگر کوئی بات قرآن و حدیث میں صریح الفاظ میں نہ ملے تو کسی آیت یا حدیث میں اس کی طرف اشارہ ضرور ہو گا۔ اس کے لیے کسی بھی بڑے عالم سے پوچھ سکتے ہیں۔ کسی ایک ہی کی ہر بات میں تقلید کرنا، خواہ وہ صحیح ہو یا غلط تو یہی بات ''مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ'' کی طرف لے جائے گی، جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآىِٕلُوْنَ ﴿۴﴾

''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کر دیا، تو ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آیا، یا جب کہ وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے۔''

جو لوگ اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب و سنت کی اتباع نہیں کرتے انھیں دھمکی دی گئی ہے کہ تم سے پہلے بھی بہت سی بستیوں والوں نے ہمارے رسولوں کی مخالفت کی اور ان کی تکذیب کی، تو ہمارے عذاب نے انھیں رات کو سونے کی حالت میں یا دن میں دوپہر کو آرام کرتے وقت آ دبوچا۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا : یعنی کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں غیر اللہ کی عبادت اور رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے ہم نے ہلاک کر دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الأنعام: ۱۰] ''اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے مذاق اڑایا تھا، اسی چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴾ [الحج : ۴۵] ''سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴾ [القصص: ۵۸] ''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اترا گئی تھیں، تو یہ ہیں ان کے گھر جو ان کے بعد آباد نہیں کیے گئے مگر بہت کم اور ہم ہی ہمیشہ وارث بننے والے ہیں۔''

فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآىِٕلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّ هُمْ نَآىِٕمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۹۷، ۹۸] ''تو کیا بستیوں والے بے خوف

ہو گئے کہ ہمارا عذاب ان پر راتوں رات آ جائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں۔ اور کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ہمارا عذاب ان پر دن چڑھے آ جائے اور وہ کھیل رہے ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النحل: ٤٥ تا ٤٧] '' تو کیا وہ لوگ جنھوں نے بری تدبیریں کی ہیں، اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ انھیں زمین میں دھنسا دے، یا ان پر عذاب آ جائے جہاں سے وہ سوچتے نہ ہوں۔ یا وہ انھیں ان کے چلنے پھرنے کے دوران پکڑ لے۔ سو وہ کسی طرح عاجز کرنے والے نہیں۔ یا وہ انھیں خوفزدہ ہونے پر پکڑ لے۔ پس بے شک تمھارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

'' پھر ان کی پکار، جب ان پر ہمارا عذاب آیا، اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے کہا یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔''

یعنی جب ان کے پاس ہمارا عذاب آ گیا اس وقت انھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا اور واقعی ہم عذاب کے مستحق ہیں، مگر اس وقت کا اعتراف گناہ ان کے کس کام آ سکتا تھا؟ جب گناہ سے توبہ کا وقت تھا اس وقت تو غفلت کی نیند سوتے رہے۔ ایسے وقت میں ان کے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلنے سے صاف ظاہر ہے کہ پہلے بھی ان کے دماغ میں یہ بات ہر وقت رہتی تھی کہ ہم شرک کرکے اور اللہ کے رسول کو جھٹلا کر ظلم کر رہے ہیں، مگر ان کے تکبر اور عناد نے انھیں اقرار نہیں کرنے دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴾ [الأنبياء: ١١ تا ١٥] '' اور کتنی ہی بستیاں ہم نے توڑ کر رکھ دیں جو ظالم تھیں اور ان کے بعد اور لوگ نئے پیدا کر دیے۔ تو جب انھوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا اچانک وہ ان (بستیوں) سے بھاگ رہے تھے۔ بھاگو نہیں اور ان (جگہوں) کی طرف واپس آؤ جن میں تمھیں خوش حالی دی گئی تھی اور اپنے گھروں کی طرف، تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ انھوں نے کہا، ہائے ہماری بربادی! یقیناً ہم ظالم تھے۔ تو ان کی پکار ہمیشہ یہی رہی، یہاں تک کہ ہم نے انھیں کٹے ہوئے، بجھے ہوئے بنا دیا۔''

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

'' تو یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناً ہم رسولوں سے (بھی) ضرور پوچھیں گے۔''

اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن تمام امتوں کو فیصلہ کے لیے جمع کرے گا، تو وہ ہر امت، ہر گروہ اور ہر فرد سے پوچھے گا کہ انھوں نے انبیاء و رسل کی دعوت کو کہاں تک قبول کیا؟ کیا وہ اس دین اور اس کتاب پر ایمان لائے تھے جو انبیاء لے کر آئے تھے؟ کیا انھوں نے توحید اور اللہ کی بندگی و اطاعت کے بارے میں ان کا پیغام قبول کیا تھا؟ اور رسولوں سے پوچھا جائے گا کہ کیا انھوں نے اللہ کا پیغام مِن و عَن اور بے کم و کاست پہنچا دیا تھا؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [القصص : ٦٥] ”اور جس دن وہ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ [المائدۃ : ١٠٩] ”جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا، پھر کہے گا تمھیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں، بے شک تو ہی چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے اے میرے رب، میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم نے (میرے احکام) پہنچا دیے تھے؟ وہ کہیں گے، جی ہاں! پھر ان کی امت سے کہا جائے گا کیا انھوں نے تم کو (میرے احکام) پہنچا دیے تھے؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا، تمھارے لیے کون گواہی دے گا؟ وہ کہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ الغرض، وہ لوگ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کے لوگ) گواہی دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے (تیرے احکام) پہنچا دیے تھے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالی : ﴿ و كذلك جعلناكم أمة وسطاً ﴾ : ٤٤٨٧]

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝

”پھر یقیناً ہم ان کے سامنے ضرور پورے علم کے ساتھ بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے۔“

یعنی قیامت کے دن ہم اپنے علم کی بنیاد پر لوگوں کو ان تمام اعمال کا حال سنائیں گے جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔ جب وہ عمل کر رہے تھے تو ہم اس وقت غائب نہیں تھے، ہم ان کو دیکھ رہے تھے، ان کے تمام اعمال ہمارے علم میں تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [یونس : ٦١] ”اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو، مگر ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں، جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۖ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [المجادلة : ٦، ٧] ”جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انھیں بتائے گا جو انھوں نے کیا۔ اللہ نے اسے محفوظ رکھا اور وہ اسے بھول گئے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کوئی تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ کوئی پانچ آدمیوں کی مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں، پھر وہ انھیں قیامت کے دن بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

وَمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ : سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ہم جب کسی وادی پر چڑھتے تو ”لا الہ الا اللہ“ اور ”اللہ اکبر“ کہتے اور اپنی آواز کو بلند کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، تم نہ کسی بہرے کو پکار رہے ہو اور نہ غائب کو، وہ تو تمھارے ساتھ ہے، سننے والا ہے اور قریب ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب ما يكره من رفع الصوت في التكبير : ٢٩٩٢۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذكر : ٢٧٠٤]

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝

”اور اس دن وزن حق ہے، پھر وہ شخص کہ اس کے پلڑے بھاری ہوگئے، تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور وہ شخص کہ اس کے پلڑے ہلکے ہوگئے تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، اس لیے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ناانصافی کرتے تھے۔“

انبیاء و رسل اور افراد اور جماعتوں سے سوال کیے جانے اور انھیں ان کے اعمال کی خبر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میزان (ترازو) قائم کرے گا، تاکہ بندوں کے اعمال کا وزن کرے۔ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو کر جھک جائے گا وہ جہنم سے نجات پائے گا اور جنت میں داخل ہوگا اور جس کا پلڑا نیکیوں کی کمی اور گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہلکا ہو کر اوپر اٹھ جائے گا اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٤٧] ”اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ

مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ﴾ [القارعة : ٦ تا ٩] ''تو لیکن وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے۔ تو وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا۔ اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے۔ تو اس کی ماں ہاویہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١٠٢ تا ١٠٤] ''پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔''

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ : یعنی ہر ایک کے نیک و بد اعمال کا وزن ہوگا، جیسا کہ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سورۂ بقرہ اور آل عمران قیامت کے دن اس طرح آئیں گی گویا وہ دو بادل یا دو سائبان یا صفیں باندھے ہوئے پرندوں کی دو جماعتیں ہوں۔'' [مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب فضل قراءة القرآن و سورة البقرة : ٨٠٤]

دوسرا قول یہ ہے کہ اعمال کی کتاب کا وزن کیا جائے گا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن میرے ایک امتی کو سب مخلوقات کے سامنے پکار کر طلب کیا جائے گا۔ اس کے ننانوے رجسٹر کھول دیے جائیں گے، ہر رجسٹر اتنا بڑا ہوگا جہاں تک نگاہ پہنچے گی، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو اس (تمام ریکارڈ) میں سے کسی چیز (کسی گناہ) کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے مقرر کیے ہوئے محافظ کاتبوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے (کہ تیری نیکیاں نہ لکھی ہوں یا گناہ زیادہ لکھ دیے ہوں) ؟ وہ کہے گا، نہیں، میرے مالک ! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا ان (گناہوں) کے علاوہ تیری کوئی نیکی بھی ہے؟ وہ (شخص خوف زدہ ہو جائے گا اور) کہے گا، نہیں اے میرے مالک ! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیوں نہیں، ہمارے پاس تیری نیکیاں بھی ہیں اور آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس (کے عمل) کا ایک (کاغذ کا چھوٹا سا) پرزہ لایا جائے گا۔ اس پر لکھا ہوگا: « اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ » بندہ کہے گا، یا رب ! ان رجسٹروں کے مقابلے میں یہ پرزہ کیا (حیثیت رکھتا) ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آج تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا، چنانچہ وہ تمام رجسٹر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ پرزہ ایک پلڑے میں رکھا جائے گا۔ وہ تمام رجسٹر اوپر اٹھ جائیں گے اور وہ پرزہ بھاری ثابت ہوگا۔'' [ترمذي، كتاب الإيمان، باب ما جاء فيمن يموت وهو يشهد أن لا إله إلا الله : ٢٦٣٩۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ما يرجى من رحمة الله : ٤٣٠٠]

تیسرا قول یہ ہے کہ صاحب عمل کا وزن کیا جائے گا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ قیامت کے دن ایک بہت موٹا تازہ آدمی آئے گا، مگر اللہ کے ہاں اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی

نہیں ہوگا۔'' اور آپ نے فرمایا: ''اس آیت کریمہ کو پڑھو: ﴿ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴾ [الكهف : ١٠٥] ''سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ أولئك الذين كفروا بآيت ربهم ﴾ : ٤٧٢٩۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صفه القيامة والجنة والنار : ٢٧٨٥]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں، ان کی پنڈلیاں باریک تھیں، لوگ ان کی پنڈلیوں کو دیکھ کر ہنس پڑے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کس بنا پر ہنس رہے ہو؟'' انھوں نے کہا، اے اللہ کے نبی! ان کی پنڈلیوں کی باریکی کی وجہ سے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات گرامی کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ تو میزان میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہوں گی۔'' [مسند أحمد : ١/ ٤٢٠، ٤٢١، ح : ٣٩٩٠۔ مسند أبي يعلى : ٩/ ٢٠٩، ح : ٥٣١٠]

کبھی اشیاء کو واضح شکل میں تولا جائے گا، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ اور اس کے وعدۂ ثواب کو سچا جانتے ہوئے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لیے) گھوڑا، پالا تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب و لید سب قیامت کے دن اس کے ترازو میں ہوگا (اور سب پر اس کو ثواب ملے گا)۔'' [بخاری، كتاب الجهاد، باب من احتبس فرسا لقوله تعالىٰ : ﴿ و من رباط الخيل ﴾ : ٢٨٥٣]

ان تمام احادیث میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ یہ تمام صورتیں صحیح ہیں، کبھی اعمال کا وزن کیا جائے گا، کبھی ان رجسٹروں کا وزن کیا جائے گا جن میں اعمال لکھے ہوں گے اور کبھی ان اعمال کے کرنے والے کا وزن کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰ ع ۸

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھیں زمین میں ٹھکانا دیا اور ہم نے تمھارے لیے اس میں زندگی کے سامان بنائے، بہت کم تم شکر کرتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے احسانات کو شمار کراتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنا دیا، اس میں پہاڑ اور نہریں بنا دیں، اس میں مکانات اور محلات بنا دیے، اس کی نفع بخش چیزوں کو ان کے لیے مباح قرار دے دیا، ان کے لیے بادلوں کو مسخر کر دیا، تاکہ وہ ان کے لیے زمین سے رزق نکالیں اور اس نے اس میں ان کے لیے اسباب معیشت اور کمانے کے مختلف طریقے مہیا کر دیے کہ یہ لوگ تجارت کرتے اور حصول دنیا کے لیے مختلف انواع و اقسام کے اسباب کو اختیار کرتے ہیں اور اس کے باوجود اکثر لوگ اپنے رب کا بہت کم شکر ادا کرتے ہیں۔

انسان کے شرف و بزرگی اور سامانِ معیشت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴾

[بني إسرائيل : ۷۰] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو بہت عزت بخشی اور انھیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے جو مخلوق پیدا کی اس میں سے بہت سوں پر انھیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا۔‘‘

وَ لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖۗ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ⑪

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارا خاکہ بنایا، پھر ہم نے تمھاری صورت بنائی، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ سجدہ کرنے والوں سے نہ ہوا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی قدر و منزلت اور ان کی فضیلت بیان کرنے کے بعد بنی آدم کو تنبیہ کی ہے کہ ان کا سب سے بڑا دشمن ابلیس ہے، جو آدم کی ابتدائے آفرینش ہی سے ان کے اور ان کی اولاد کے خلاف حسد کی آگ میں جلتا رہا ہے اور انھیں دینی اور دنیاوی طور پر نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا ہے، اس لیے اس سے بچنا لازم ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے مٹی سے بنایا اور انسان کی شکل دے کر اس میں روح پھونکی تو تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کریں۔ چنانچہ سب نے بات مانی اور اطاعت کی، لیکن ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ : اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ مٹی کے خلاصے سے تو وہی پیدا ہوئے ہیں، جبکہ ان کی اولاد نطفے سے پیدا ہوئی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ [الٓمّٓ تنزيل : ۷ تا ۹] ’’جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔‘‘

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖۗ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ﴾ [الكهف : ۵۰] ’’اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ جنوں میں سے تھا، سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔‘‘

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ⑫ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ⑬

”فرمایا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، جب میں نے تجھے حکم دیا؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ فرمایا پھر اس سے اتر جا، کیوں کہ تیرے لیے یہ نہ ہوگا کہ تو اس میں تکبر کرے۔ سو نکل جا، یقیناً تو ذلیل ہونے والوں میں سے ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ تو نے میرے حکم کی مخالفت کی ہے، اس لیے تو جنت سے نکل جا، یہ جگہ اللہ کے نافرمانوں کے لیے نہیں ہے۔ اللہ کے حکم کے مقابلے میں تکبر کرنے والا احترام و تعظیم کا نہیں، ذلت و خواری کا مستحق ہے۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ : ابلیس فرشتوں میں سے نہیں تھا، بلکہ خود قرآن کی صراحت کے بموجب وہ جنات میں سے تھا، لیکن آسمان پر فرشتوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس سجدہ کو کرنے کے حکم میں شامل تھا، جو اللہ نے فرشتوں کو دیا تھا۔ اسی لیے اس سے باز پرس بھی ہوئی اور اس پر عتاب بھی نازل ہوا، اگر وہ اس حکم میں شامل ہی نہ ہوتا تو اس سے باز پرس ہوتی نہ وہ راندۂ درگاہ قرار پاتا۔

خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ : یعنی آگ مٹی سے افضل ہے اور افضل اپنے سے کم درجہ کو کیسے سجدہ کر سکتا ہے، خواہ اس کا حکم دینے والا اس کا پروردگار ہی کیوں نہ ہو۔ اس طرح گویا شیطان نے واضح حکم کی موجودگی میں عقلی قیاس سے کام لیا، نتیجہ یہ ہوا کہ دھتکارا گیا اور اس پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴾ [الرحمٰن : ۱٤، ۱٥] ”اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا، جو ٹھیکری کی طرح تھی۔ اور جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں، جنات آگ کے شعلے سے پیدا کیے گئے ہیں اور آدم علیہ السلام اس چیز سے پیدا کیے گئے ہیں جو تمھیں بتائی جا چکی ہے۔“ [مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب فی أحادیث متفرقة : ۲۹۹٦]

فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا : یعنی تکبر کے بعد جنت میں رہنے کا شرف تیرے پاس رہنا ممکن ہی نہیں۔ یہی حال ہر تکبر اور غرور والے کا ہوگا۔ سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عزت اس (یعنی اللہ) کی ازار (نیچے کی چادر) ہے اور کبریائی اس کی ردا (اوپر کی چادر) ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو مجھ سے یہ چھیننے کی کوشش کرے گا، میں اسے عذاب دوں گا۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الکبر : ۲٦۲۰]

قَالَ اَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۱۴ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝۱۵ قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۱۶ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ

وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

''اس نے کہا مجھے اس دن تک مہلت دے جب یہ اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا بے شک تو مہلت دیے جانے والوں سے ہے۔ اس نے کہا پھر اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور ہی ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ہر صورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرفوں سے اور ان کی بائیں طرفوں سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔''

ابلیس نے کہا، اے رب! مجھے مہلت دے اور اس دن تک موت نہ دے جب آدم اور اس کی اولاد قبروں سے اٹھائی جائے گی، تو اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کے فنا ہونے تک کی مہلت دے دی۔ ابلیس کا مقصد اولاد آدم کی کثیر تعداد کو گمراہ کرنا تھا، تاکہ آدم علیہ السلام سے انتقام لے سکے، جن کی وجہ سے وہ اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا۔ جب اللہ نے اس کی بات مان لی تو عناد و تمرد میں اور آگے بڑھ کر کہنے لگا کہ جب تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا ہے تو اب ان انسانوں کو میں چین سے نہیں رہنے دوں گا، ان کے در پے ہو جاؤں گا اور انھیں تیری سیدھی راہ (دین اسلام) سے گمراہ کروں گا۔ انھیں ہر طرف سے گھیر لوں گا، بھلائی سے روکوں گا اور برائی کو خوبصورت بنا کر پیش کروں گا، تاکہ وہ سرکشی پر اتر آئیں اور پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں سے اکثر لوگ ناشکری کریں گے، تیری عبادت نہیں کریں گے اور عقیدۂ توحید پر قائم نہیں رہیں گے۔

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ : مطلب یہ ہے کہ ہر خیر اور شر کے راستے پر میں بیٹھوں گا، خیر سے ان کو روکوں گا اور شر کو ان کی نظروں میں پسندیدہ بنا کر ان کو اختیار کرنے کی ترغیب دوں گا۔ اسی کیفیت کا ایک منظر درج ذیل حدیث میں ملاحظہ کیجیے، سیدنا سبرہ بن ابی الفاکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ شیطان ابن آدم کے لیے اللہ کے راستوں پر بیٹھ جاتا ہے، وہ اسلام کے راستے پر بیٹھ جاتا ہے اور ابن آدم سے کہتا ہے کہ کیا تو اسلام قبول کر کے اپنے دین کو، اپنے آبا و اجداد کے دین اور اپنے باپ کے آبا و اجداد کے دین کو چھوڑ رہا ہے؟ مگر ابن آدم اس کی نافرمانی کرتے ہوئے اسلام کو اختیار کر لیتا ہے۔ پھر اسی طرح شیطان راہ ہجرت پر بیٹھ جاتا ہے اور مسلمان سے کہتا ہے، کیا تو ہجرت کر کے اپنی زمین اور اپنے آسمان کو چھوڑ رہا ہے؟ مہاجر کی مثال تو گھوڑے کی سی ہے جس کی رسی کو دراز کر دیا گیا ہو، مگر مومن شیطان کی نافرمانی کر کے ہجرت کر لیتا ہے۔ پھر وہ مومن کے لیے راہ جہاد پر بیٹھ جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے یہ تو بس نفس اور مال کی مشقت ہے۔ سو اگر تو جنگ کرے گا تو مارا جائے گا، پھر تیری بیوی سے کوئی نکاح کر لے گا اور تیرا مال تقسیم کر لیا جائے گا، مگر مرد مومن شیطان کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد کرتا ہے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان یہ کام کرتے ہوئے فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے، یا اگر شہید ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے، اگر

غرق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے، اگر اس کی سواری اس کو گرا دے اور وہ فوت ہو جائے تو بھی اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کر دے۔'' [مسند أحمد : ۴۸۳/۳، ح : ۱۵۹۶۴۔ نسائی، کتاب الجهاد، باب ما لمن أسلم وهاجر وجاهد : ۳۱۳۶]

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآىِٕلِهِمْ : اسی لیے نبی کریم ﷺ نے شیطان سے تمام جہات سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے کہ شیطان کسی بھی طرف سے انسان پر مسلط نہ ہو، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ صبح و شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے اور کبھی ان کے پڑھنے میں ناغہ نہیں کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ، اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَآمِنْ رَّوْعَاتِيْ، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِيْ، وَعَنْ يَّمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ » ''اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں خیر و عافیت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور اپنے دین میں اور دنیا میں اور اپنے اہل میں اور مال میں عافیت و سلامتی چاہتا ہوں، اے اللہ! تو میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما اور میرے خوف اور پریشانی کو امن سے بدل دے۔ اے اللہ! تو میری حفاظت فرما، میرے آگے سے بھی اور پیچھے سے بھی اور میری دائیں طرف سے بھی اور میری بائیں طرف سے بھی اور میرے اوپر سے بھی اور میں تیری عظمت کی پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ میں اپنے نیچے کی طرف سے اچانک کسی مصیبت میں ڈال دیا جاؤں۔'' [مسند أحمد : ۲۵/۲، ح : ۴۷۸۴۔ أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح : ۵۰۷۴۔ نسائی، کتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من الخسف : ۵۵۳۱]

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ : ابلیس نے گو یہ بات گمان اور توہم کی وجہ سے کہی تھی، مگر حکمت الٰہی دیکھیے کہ ابلیس کا یہ ظن اور وہم واقعہ کے مطابق ہو گیا اور اکثر و بیشتر انسانوں نے اس کی اتباع کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ مَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴾ [سبا : ۲۰، ۲۱] ''اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچا کر دکھایا تو مومنوں کے ایک گروہ کے سوا وہ سب اس کے پیچھے چل پڑے۔ اور اس کا ان پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر تا کہ ہم جان لیں کون ہے جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس سے (الگ) جو اس کے بارے میں شک میں ہے اور تیرا رب ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے۔''

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۸

”فرمایا اس سے نکل جا مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا، بے شک ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا میں ضرور ہی جہنم کو تم سب سے بھروں گا۔“

اللہ تعالیٰ نے شیطان پر مزید لعنت اور رحمت سے دوری کا اعلان کرتے ہوئے دوبارہ کہا کہ تو یہاں سے ذلیل و رسوا ہو کر نکل جا، اور یہ بات تو اور تیری پیروی کرنے والے جان لیں کہ اگر وہ لوگ تیری اتباع کریں گے، تو میں تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب آدم کا بیٹا سجدہ کی آیت تلاوت کرتا ہے، پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک طرف ہو کر رونے لگتا ہے اور کہتا ہے، ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کر لیا، اس لیے اسے جنت ملے گی، مجھے سجدہ کرنے کا حکم ملا تھا، میں نے نافرمانی کی تو مجھے جہنم ملے گی۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة : ٨١۔ مسند أحمد : ٢/٤٤٣، ح : ٩٧٢٦]

لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ : جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَ عِدْهُمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ٦٣ تا ٦٥] ”فرمایا جا، پھر ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا تو بے شک جہنم تمھاری جزا ہے، پوری جزا۔ اور ان میں سے جس کو تو اپنی آواز کے ساتھ بہکا سکے بہکا لے اور اپنے سوار اور اپنے پیادے ان پر چڑھا کر لے آ اور اموال اور اولاد میں ان کا حصہ دار بن اور انھیں وعدے دے اور شیطان دھوکا دینے کے سوا انھیں وعدہ نہیں دیتا۔ بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں اور تیرا رب کافی کارساز ہے۔“

وَ يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝۲۰ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝۲۱

”اور اے آدم! تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو، پس دونوں کھاؤ جہاں سے چاہو اور اس درخت کے قریب مت جاؤ کہ دونوں ظالموں سے ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تا کہ ان کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان کی شرم گاہوں میں سے ان سے چھپایا گیا تھا اور اس نے کہا تم دونوں کے رب نے تمھیں اس درخت سے منع نہیں کیا

اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور اس نے دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تم دونوں کے لیے یقیناً خیر خواہوں سے ہوں۔"

اللہ نے ابلیس کو جنت سے یا فرشتوں کے زمرے سے نکال دیا اور آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حوا کے لیے جنت کی تمام نعمتوں اور پھلوں کو حلال بنا دیا، صرف ایک درخت کے کھانے سے انھیں روک دیا اور تنبیہ کر دی کہ دیکھو اگر اس کے قریب جاؤ گے تو اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے۔ شیطان نے جب انھیں اس حال میں دیکھا تو اس کی حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور ان کے ساتھ مکر و فریب کی سوچ لی، تاکہ وہ جن نعمتوں سے بہرہ مند ہو رہے تھے اور انھوں نے جو خوبصورت لباس زیب تن کیے ہوئے تھے، وہ سب کچھ ان سے چھن جائے۔ چنانچہ اس نے اللہ کے خلاف افترا پردازی کرتے ہوئے کہا کہ تمھارے رب نے تمھیں اس درخت سے اس لیے روکا ہے کہ اگر اسے کھا لو گے تو تم فرشتے بن جاؤ گے، پھر کھانے پینے کی محتاجی نہیں رہے گی، یا تمھیں موت لاحق نہیں ہوگی اور جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہو گے۔ ابلیس نے انھیں اپنی صداقت کا یقین دلانے کے لیے ذاتِ باری تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا انتہائی خیر خواہ ہوں، تبھی تو یہ راز تمھیں بتایا ہے۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا : شیطان سے مراد اس آیت میں ابلیس ہی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ١ؕ اَبٰى ۝ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى ۝ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى ۝ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴾ [طٰهٰ : ۱۱۶ تا ۱۲۰] "اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، اس نے انکار کیا۔ تو ہم نے کہا بے شک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے، سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے کہ تو مصیبت میں پڑ جائے گا۔ بے شک تیرے لیے یہ ہے کہ تو اس میں نہ بھوکا ہو گا اور نہ ننگا ہو گا۔ اور یہ کہ بے شک تو اس میں نہ پیاسا ہو گا اور نہ دھوپ کھائے گا۔ پس شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا، کہنے لگا: اے آدم! کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور ایسی بادشاہی بتاؤں جو پرانی نہ ہو؟"

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ١ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ١ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا١ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ

﴿ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾

''پس اس نے دونوں کو دھوکے سے نیچے اتار لیا، پھر جب دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کے لیے ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں جنت کے پتوں سے (لے لے کر) اپنے آپ پر چپکانے لگے اور ان دونوں کو ان کے رب نے آواز دی کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا اور تم دونوں سے نہیں کہا کہ بے شک شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔ دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔''

شیطان نے دونوں کو دھوکا دے کر بلندی سے پستی میں پہنچا دیا اور اس نے ان دونوں کو ارتکاب معصیت کی ہمت دلائی۔ چنانچہ جب انھوں نے اس شجرۂ ممنوعہ کو شیطان کے دھوکے میں آ کر کھا لیا تو اس نافرمانی کا انجام فوراً ہی ان کے سامنے آ گیا کہ ان کے لباس ان کے جسموں سے الگ ہو گئے اور انھیں اپنی شرمگاہیں نظر آنے لگیں، تو جنت کے درختوں کے پتے لے لے کر اپنے جسموں پر چپکانے لگے، تاکہ اپنی پردہ پوشی کریں۔ تب اللہ تعالیٰ نے بطور عنایت ان سے کہا، کیا میں نے تمھیں اس درخت کے کھانے سے نہیں روکا تھا اور کہا نہیں تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے؟ اس وقت انھوں نے اپنی غلطی کا اللہ کے حضور اعتراف کیا اور اللہ نے انھیں سکھایا کہ اپنی غلطی کی معافی کے لیے یہ دعا کریں:

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٢٣] ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔''

﴿ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝ ﴾

''فرمایا اتر جاؤ، تمھارا بعض بعض کا دشمن ہے اور تمھارے لیے زمین میں ایک وقت تک ایک ٹھکانا اور کچھ (زندگی کا) سامان ہے۔ فرمایا تم اسی میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔''

اللہ نے آدم و حوا علیہما السلام کی توبہ تو قبول کر لی لیکن ان سے کہا کہ ارتکابِ معصیت کے بعد اب جنت میں تمھارے لیے جگہ نہیں رہی، ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور تم دونوں نے شجرۂ ممنوعہ کھا کر اللہ کی نافرمانی کی، اس لیے اب تمھاری جگہ زمین ہوگی اور رہتی دنیا تک تم اور تمھاری ذریت اور ابلیس اور اس کی ذریت کے درمیان عداوت چلتی رہے گی۔ تم سب زمین ہی پر رہو گے اور دنیا کی عارضی نعمتوں سے موت آنے تک فائدہ اٹھاتے رہو گے، وہیں زندہ رہو گے، وہیں مرو گے اور قیامت کے دن وہیں سے اٹھائے جاؤ گے۔

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴾ [طٰهٰ : ۵۵] ''اسی سے ہم نے تمھیں پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمھیں ایک اور بار نکالیں گے۔''

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾

''اے آدم کی اولاد! بے شک ہم نے تم پر لباس اتارا ہے، جو تمھاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت بھی اور تقویٰ کا لباس! وہ سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں رہنے کی جگہ اور کھانے پینے کی چیزیں دیں اور جنت کا لباس چھن جانے کے بعد لباس دیا، جس کے ذریعے وہ ستر پوشی کرتا ہے اور زیب و زینت اختیار کرتا ہے۔ ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے، شرک و معاصی سے تائب ہو اور تقویٰ کی راہ کی طرف گامزن ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا کہ آدمی اگر تقویٰ کا لباس زیب تن کرے تو یہ اس کے لیے ہر طرح سے بہتر ہے۔ تقویٰ کے لباس کا مطلب یہ ہے کہ لباس پردہ پوش یعنی ساتر ہو، ایسا پتلا اور شفاف نہ ہو کہ پہننے کے باوجود جسم کی سلوٹیں اور مقامات ستر سب کچھ نظر آتا رہے۔ دوسرے یہ کہ لباس فاخرانہ اور متکبرانہ نہ ہو اور نہ دامن دراز ہو اور نہ اپنی حیثیت سے کم تر درجے کا اور گندہ ہو، کیونکہ یہ سب باتیں تقویٰ کے خلاف ہیں۔ تیسرے وہ لباس ایسا بھی نہ ہو کہ مرد عورتوں کا لباس پہن کر عورت بننے کی کوشش کرنے لگیں اور عورتیں مردوں کا سا پہن کر مرد بننے کی کوشش کرنے لگیں، کیونکہ اس سے ان کی اپنی اپنی جنس کی توہین ہوتی ہے اور چوتھے یہ کہ مرد ریشمی لباس نہ پہنیں اور پانچواں یہ کہ اپنا لباس ترک کر کے کسی غیر مسلم قوم کی نقالی نہ کی گئی ہو، کیونکہ غیر مسلموں کی تہذیب و تمدن اور ان کا لباس اختیار کرنے سے جہاں تمھارا قومی تشخص مجروح ہوگا وہاں یہ بات اس قوم کے مقابلہ میں تمھاری ذہنی مرعوبیت کی بھی دلیل ہوگی۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو۔'' ایک شخص نے عرض کی، آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانہ : ۹۱]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب إخراج المتشبھین

بالنساء من البيوت : ٥٨٨٦]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص اپنے (خوبصورت) بالوں اور چادر (تہ بند) پر اتراتے ہوئے جا رہا تھا، آخر کار وہ زمین میں دھنسا دیا گیا، تو وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا رہے گا۔'' [مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم التبختر ...... الخ : ٢٠٨٨]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنا کپڑا غرور سے زمین پر کھینچے (گھسیٹے)۔'' [مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب ...... الخ : ٢٠٨٥]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حریر (ریشمی کپڑا) مت پہنو، کیونکہ جو (مرد) دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔'' [مسلم، كتاب اللباس، باب لبس الحرير ...... الخ : ١١/ ٢٠٦٩]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا، ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسری قسم وہ عورتیں جو کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، سیدھی راہ سے بہکنے والی اور دوسروں کو بہکانے والی۔ ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ہوں گے، ایسی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی، بلکہ جنت کی خوشبو بھی ان کو نصیب نہیں ہوگی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہوگی۔'' [مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب النساء الكاسيات ...... الخ : ٢١٢٨]

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

''اے آدم کی اولاد! کہیں شیطان تمھیں فتنے میں نہ ڈال دے، جس طرح اس نے تمھارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، وہ دونوں سے ان کے لباس اتارتا تھا، تاکہ دونوں کو ان کی شرمگاہیں دکھائے، بے شک وہ اور اس کا قبیلہ تمھیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کے دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو چند حقائق سے آگاہ فرمایا ہے، ایک یہ کہ شیطان کے مکر و فریب سے ہوشیار رہیں، وہ اگر تمھارے باپ کو مکر و فریب سے اور سبز باغ دکھا کر جنت سے نکلوا سکتا ہے تو تمھارے ساتھ وہ کیا کچھ نہیں کر سکتا اور دوسرے یہ کہ شیطان کا سب سے پہلا وار یہ ہوتا ہے کہ انسانوں کو فحاشی میں مبتلا کر دے، بے حجابی کو عام کر دے اور تمھارے پردۂ شرم و حیا کو تار تار کر دے، تیسرے یہ کہ تمھارا دشمن تمھیں دیکھ رہا ہوتا ہے جبکہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے اور ظاہر ہے کہ ایسا دشمن اپنے مدمقابل (انسان) پر وار اس وقت کرے گا جب وہ غفلت میں پڑا ہو اور اس کا یہ وار شدید تر

ہوگا اور چوتھے یہ کہ اس کا وار صرف ان لوگوں پر چل سکے گا جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوں گے، کیونکہ اللہ کو یاد کرنے والے اور اس کی فرماں برداری کرنے والے ایک ایسی پناہ میں آ جاتے ہیں جہاں سے وہ تو شیطانوں کو دیکھتے ہیں یعنی ان کی چالوں کو سمجھ جاتے ہیں، مگر شیطان انھیں نہیں دیکھ پاتے۔ گویا معاملہ بالکل الٹ ہو جاتا ہے اور ایسے لوگوں پر شیطان کا حملہ بہت کم کارگر ہوتا ہے۔

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَاۤ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

”اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ کہہ دے بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کے ذمے وہ بات لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔“

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَاۤ اٰبَآءَنَا : دورِ جاہلیت میں عرب لوگ ننگا ہو جانے کو کوئی معیوب فعل تصور نہیں کرتے تھے، بغیر پردہ اور اوٹ کے ننگا نہانا، راستے ہی میں بلا جھجک رفع حاجت کے لیے بیٹھ جانا، یا محفل میں کسی کا ستر کھل جانے کو وہ عیب نہیں سمجھتے تھے۔ اس سے بھی شرمناک فعل یہ تھا کہ وہ کعبہ کا طواف بھی ننگے ہو کر کرتے تھے۔ عورتیں اس شرمناک فعل میں مردوں سے بھی دو ہاتھ آگے تھیں، جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایامِ جاہلیت میں عورت برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتی اور کہتی جاتی: « اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ، وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أُحِلُّهُ » ”آج میرے جسم کا کچھ حصہ یا سارا جسم ہی ننگا ہوگا اور جو ننگا ہوگا اسے میں کسی کے لیے حلال قرار نہیں دوں گی۔“ تو یہ آیت: ﴿ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ [الأعراف : ۳۱] ”ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو“ اسی بارے میں نازل ہوئی۔ [مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ خذوا زينتكم عند كل مسجد ﴾ : ۳۰۲۸]

یہ بدرسم فتح مکہ کے بعد اللہ کے حکم سے ختم کر دی گئی۔ ۹ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور بعد میں تاکید مزید کے طور پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ چنانچہ حج کے اجتماع میں جو عام اعلان کیا گیا اس کے دو اہم نکات یہ تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ میں داخل نہیں ہو سکتا اور دوسرا یہ کہ آئندہ کوئی ننگا ہو کر کعبہ کا طواف نہیں کر سکتا۔ [بخاری، کتاب الحج، باب لا یطوف بالبیت عریان ...... الخ : ۱۶۲۲]

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ : فواحش سے مراد وہ عبادات ہیں جو انھوں نے از خود ایجاد کر رکھی تھیں، مثلاً ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا وغیرہ، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل : ۹۰] ”بے شک اللہ عدل اور احسان اور

قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں، غیرت ہی کی وجہ سے اس نے (تمام) بے حیائیوں کو حرام کر دیا ہے۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قوله تعالٰى : ﴿ويحذركم الله نفسه﴾ : ۷٤۰۳]

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : اس آیت میں ان لوگوں کے لیے بھی سخت تنبیہ ہے جو محض باپ دادا کی رسموں کو دین سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہونے کو ثواب سمجھتے ہیں اور ان مقلدین کے لیے بھی جو امام پرستی، شیخ پرستی یا کسی بھی شخصیت پرستی میں گرفتار ہیں۔ جب بھی انھیں حق کی بات دلیل کے ساتھ پیش کی جاتی ہے اور وہ لا جواب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہمارے بزرگوں کو اس کا علم نہ تھا یا وہ جاہل تھے؟ ہمارے بڑے یہی کرتے آئے ہیں، ہم بھی اسی پر قائم رہیں گے۔ یہی وہ خصلت ہے جس کی وجہ سے یہودی یہودیت پر اور نصرانی نصرانیت پر قائم رہے اور بدعتی بدعت پر قائم ہیں۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ۝۲۹

”کہہ دے میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے رخ ہر نماز کے وقت سیدھے رکھو اور اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کو پکارو۔ جس طرح اس نے تمھاری ابتدا کی، اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے۔“

اللہ تعالیٰ بری باتوں کا حکم نہیں دیتا، بلکہ وہ تو ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور توحید باری تعالیٰ کا حکم دیتا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک ”قسط“ سے مراد انبیائے کرام علیہم السلام کی اتباع اور ان کی شریعتوں کی پابندی ہے۔ اور وہ اس بات کا حکم دیتا ہے کہ آدمی جب بھی اور جہاں بھی نماز پڑھے اسی کی رضا کے لیے پڑھے اور اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور وہ عبادت و دعا کی تمام صورتوں کو اللہ کے لیے خاص کرے۔ اس لیے کہ کوئی بھی عمل اللہ کے نزدیک اسی وقت قابلِ قبول ہوتا ہے جب وہ شریعت محمدی کے مطابق ہو اور شرک سے پاک صاف ہو۔

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ : یعنی اللہ تعالیٰ نے جس طرح ابتدا میں ابن آدم کو مومن و کافر پیدا کیا، اسی طرح قیامت کے دن انھیں مومن و کافر اٹھائے گا، جیسا کہ فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [التغابن : ۲] ”وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی ایمان دار ہے اور اللہ اسے جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود

نہیں! تم میں سے ایک شخص اہل جنت کے سے کام کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے مابین تقریباً ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو کتاب سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل دوزخ کا سا کوئی کام کر لیتا ہے اور جہنم رسید ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص اہل دوزخ کے سے کام کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے مابین تقریباً ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو کتاب سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل جنت کا سا کوئی کام کر لیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة : ۳۲۰۸۔ مسلم، كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه ...... الخ : ۲۶۴۳]

دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم پہلے کچھ نہ تھے، اللہ نے کسی مشکل کے بغیر تمھیں پیدا فرمایا اسی طرح تمھارے مر جانے کے بعد وہ تمھیں دوبارہ نہایت آسانی سے زندہ کر دے گا اور جس طرح تم پیدا ہوئے تو تمھارے پاس کچھ نہ تھا، تم بغیر ختنے اور لباس کے تھے، ایسے ہی تم دوبارہ زندہ ہوتے وقت ہو گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ۱۰۴] "جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، یقیناً ہم ہمیشہ (پورا) کرنے والے ہیں۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وعظ فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: "لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں برہنہ پاؤں، برہنہ جسم اور بغیر ختنوں کے جمع کیے جاؤ گے: ﴿ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ۱۰۴] "جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، یقیناً ہم ہمیشہ (پورا) کرنے والے ہیں۔" [بخاری، کتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ واتخذ الله إبراهيم خليلاً ﴾ : ۳۳۴۹۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة : ۲۸۶۰/۵۸]

فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۰

"ایک گروہ کو اس نے ہدایت دی اور ایک گروہ، ان پر گمراہی ثابت ہو چکی، بے شک انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا لیا اور سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ ہدایت پانے والے ہیں۔"

ہدایت تو اسے ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، حق کی تلاش میں جدوجہد کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾ [الشورىٰ : ۱۳] "اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف راستہ اسے دیتا ہے جو رجوع کرے۔" اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴾ [الرعد: ۲۷] "کہہ دے بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف اسے راستہ دیتا ہے جو رجوع کرے۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ سر جھکا کر بیٹھے اور چھڑی سے زمین پر لکیریں لگانے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی ایسا نہیں، کوئی جان ایسی نہیں ہے جس کا ٹھکانا اللہ نے جنت میں یا جہنم میں نہ لکھ دیا ہو اور یہ نہ لکھ دیا ہو کہ یہ نیک بخت ہے یا بد بخت۔“ ایک شخص بولا، یا رسول اللہ! پھر ہم اپنے لکھے پر کیوں بھروسا نہ کر لیں اور عمل کو چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا: ”جو نیک بختوں میں سے ہے وہ نیکوں والے کاموں کی طرف چلے گا اور جو بد بختوں میں سے ہے وہ بد بختوں والے کاموں کی طرف چلے گا۔“ اور فرمایا: ”عمل کرو، ہر ایک کے لیے آسانی پیدا کی گئی ہے، نیکوں کے لیے آسان کیا جائے گا نیکوں کے اعمال کرنا اور بدوں کے لیے آسان کیا جائے گا بدوں کے اعمال کرنا۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی ...... الخ : ٢٦٤٧]

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾

ع ٢

”اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو، بے شک وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔“

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ : اس میں ان مشرکین کی تردید ہے جو بیت اللہ کا عریاں طواف کیا کرتے تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (دورِ جاہلیت میں) عورت عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتی اور کہتی، کون مجھے کپڑا دے گا؟ (تو ملنے والے) اس کپڑے کو اپنی شرمگاہ پر ڈالتی اور طواف کرتے ہوئے اس قسم کے اشعار پڑھتی: « اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ كُلُّهٗ، وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا اُحِلُّهٗ » ”آج (میرے) جسم کا کچھ حصہ یا سارا جسم ہی ننگا ہوگا، البتہ جو ننگا ہوگا اسے میں کسی کے لیے حلال قرار نہیں دوں گی۔“ اس (رسم) کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ ”ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو۔“ [مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قوله تعالى : ﴿ خذوا زينتكم عند كل مسجد ﴾ : ٣٠٢٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حج میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے قبل ان کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا، مجھے قربانی کے دن چند آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا کہ میں لوگوں میں یہ اعلان کر دوں کہ اس سال کے بعد نہ کوئی مشرک حج کرے گا اور نہ کوئی شخص برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرے گا۔ [بخاری، کتاب الحج، باب لا یطوف بالبیت عریان ولا یحج مشرك : ١٦٢٢۔ مسلم، کتاب الحج، باب لا یحج البیت مشرك : ١٣٤٧]

اس آیتِ کریمہ اور اس کی تفسیر میں وارد سنت نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز خصوصاً جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے

وقت زینت کو اختیار کرنا اور خوشبو اور مسواک کا استعمال کرنا چاہیے، اس لیے کہ خوشبو بھی زینت ہے اور مسواک سے زینت کی تکمیل ہوتی ہے اور بہترین لباس سفید رنگ کا لباس ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سفید لباس زیب تن کیا کرو، کیونکہ یہ تمھارا بہترین لباس ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو اور بہترین سرمہ اثمد ہے، کیونکہ یہ نظر کو تیز کرتا اور بالوں کو اگاتا ہے۔'' [مسند أحمد : ۲۴۷/۱، ح : ۲۲۲۳۔ أبوداوٗد، کتاب الطب، باب في الکحل : ۳۸۷۸۔ ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء ما یستحب من الأکفان : ۹۹۴]

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا : اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کھانے اور پینے کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ اس کے بغیر آدمی زندہ نہیں رہ سکتا اور انھیں حد سے تجاوز کرنے سے منع کیا ہے، آیت میں ''اسراف'' سے اکل حرام، فضول خرچی اور کھانے پینے میں بداحتیاطی سبھی مراد ہیں۔ فضول خرچی اللہ کے نزدیک مبغوض صفت ہے، جو انسان کو محتاجی تک پہنچا دیتی ہے اور کھانے پینے میں بداحتیاطی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (حلال چیزوں میں سے) جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پیو، مگر دو باتوں سے ضرور بچو، اسراف اور تکبر سے۔ [بخاری، کتاب اللباس، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ قل من حرم ...... ﴾ قبل الحدیث : ۵۷۸۳]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اپنا کپڑا تکبر کی وجہ سے لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ قل من حرم زینة اللہ التی أخرج لعبادہ ﴾ : ۵۷۸۳۔ مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب : ۲۰۸۵]

سیدنا مقدام بن معدی کرب الکندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''ابن آدم نے اپنے پیٹ سے برا اور کوئی برتن نہیں بھرا، حالانکہ ابن آدم کے لیے ایسے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں اور اگر کوئی ضرور ہی کھانے والا ہو تو اسے چاہیے کہ ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے رکھے۔'' [مسند أحمد : ۱۳۲/۴، ح : ۱۷۱۹۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ۶۷۶۸۔ ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی کراھیة کثرة الأکل : ۲۳۸۰]

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

''تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟ کہہ دے یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں، جبکہ قیامت کے دن (ان کے لیے) خالص ہوں گی، اسی طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔''

مشرکین نے جس طرح طواف کے وقت لباس پہننے کو ناپسند قرار دے رکھا تھا اسی طرح بعض حلال چیزیں بھی بطور

تقربِ الٰہی اپنے اوپر حرام کر لی تھیں، نیز بہت سی حلال چیزیں اپنے بتوں کے نام وقف کر دینے کی وجہ سے حرام گردانتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کی زینت کے لیے (مثلاً لباس وغیرہ) اور کھانے پینے کے لیے جو عمدہ چیزیں بنائی ہیں، انھیں کون حرام کرنے والا ہے؟

اس آیت میں ان لوگوں کی سخت تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے ترک استعمال کو درویشی سمجھتے ہیں اور گھٹیا قسم کا کھانا کھانے اور لباس پہننے ہی کو بڑی نیکی سمجھتے ہیں اور ان صوفیوں کی بھی جو خود ساختہ وظیفے بتانے کے ساتھ ساتھ جاندار اور جاندار سے حاصل ہونے والی ہر چیز مثلاً دودھ، گھی، شہد وغیرہ کا کھانا منع کر دیتے ہیں اور اسے ترک حیوانات جلالی و جمالی کا نام دے رکھا ہے، جو دراصل ہندو سادھوؤں اور جوگیوں کا مذہب ہے، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمتوں کے اثرات دیکھے جائیں۔'' [ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء أن اللہ تعالٰی یحب ...... الخ : ۲۸۱۹]

مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے حرام کر لینے سے اللہ کی حلال کردہ چیزیں حرام نہیں ہو جائیں گی، وہ حلال ہی رہیں گی۔ یہ حلال وطیب چیزیں اصلاً اللہ نے اہل ایمان ہی کے لیے بنائی ہیں، گو کفار بھی ان سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں، بلکہ بعض دفعہ دنیوی چیزوں اور آسائشوں کے حصول میں وہ مسلمانوں سے زیادہ کامیاب نظر آتے ہیں، لیکن یہ سب عارضی ہے، قیامت والے دن یہ نعمتیں صرف اہل ایمان کے لیے ہوں گی۔ کیونکہ کافروں پر جس طرح جنت حرام ہو گی اسی طرح جنتی ماکولات و مشروبات بھی حرام ہوں گے۔ دنیا میں یہ نعمتیں کفار کو اس لیے مل رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی ھوان الدنیا : ۲۳۲۰]

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝۳۳

''کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے۔''

اس آیت کریمہ میں اساسی محرمات اور بنیادی گناہوں کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ ’’فواحش‘‘ سے مراد وہ بڑے گناہ ہیں جن کا تعلق شرمگاہوں سے ہوتا ہے اور ’’اثم‘‘ سے مراد ہر قسم کا گناہ ہے اور ’’بغی‘‘ سے مراد لوگوں پر ظلم و زیادتی ہے اور اللہ پر افترا پردازی یہ ہے کہ کسی کو اس کا بیٹا بنایا جائے، یا حلت و حرمت کے خود ساختہ احکام کو اللہ کی طرف منسوب کیا جائے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ : یہاں اللہ نے کفار کو سخت تنبیہ کی کہ جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کو تم نے حلال کر لیا اور جن چیزوں کو اللہ نے حلال کیا تھا ان کو حرام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کو حرام کیا تھا، لیکن تم اس کو حلال سمجھتے ہو اور پھر ڈھٹائی کے ساتھ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب بھی کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قبیح حرکت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَاۤ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۸] ’’اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ کہہ دے بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کے ذمے وہ بات لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱٤۸] ’’عنقریب وہ لوگ کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شریک بناتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ کہہ کیا تمھارے پاس کوئی علم ہے کہ تم اسے ہمارے لیے نکالو، تم تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کر رہے اور تم اس کے سوا کچھ نہیں کہ انکل دوڑاتے ہو۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ سے زیادہ باغیرت اور کوئی نہیں، اسی لیے اس نے ظاہر اور پوشیدہ بے حیائی کی تمام باتوں کو حرام قرار دیا ہے اور جس قدر اللہ تعالیٰ کو مدح پسند ہے، کسی اور کو نہیں۔‘‘ [مسند أحمد : ۱/ ۳۸۱، ح : ۳٦۱۵۔ بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ : ۵۲۲۰۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللہ تعالٰی و تحریم الفواحش : ۲۷٦۰]

وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ : ’’اَلْبَغْیَ‘‘ سے مراد ناحق زیادتی کرنا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے اپنے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو تو وہ (اس دنیا ہی میں) اس سے معاف کروا لے، کیونکہ وہاں درہم و دینار نہیں، اس سے پہلے کہ اس کے بھائی کے لیے اس کی نیکیاں لے لی جائیں اور اگر نیکیاں نہ ہوں تو اس کے بھائی کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامۃ : ٦۵۳٤]

﴿ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ ﴿۳۴﴾

''اور ہر امت کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو وہ ایک گھڑی نہ پیچھے ہوتے ہیں اور نہ آگے ہوتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر زمانے کے رہنے والوں کی موت و ہلاکت کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، جب وہ گھڑی آ جائے گی تو اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا۔ کبھی اللہ کسی سرکش قوم کو دنیا میں عذاب دے کر ہلاک کر دیتا ہے اور کبھی کسی کو چھوڑ دیتا ہے، یہاں تک کہ اس کے افراد طبعی موت مر جاتے ہیں اور ان کا عذاب آخرت کے لیے اٹھا رکھا جاتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں نافرمان امتوں اور قوموں کی ہلاکت ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔

﴿ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ ﴿۳۶﴾

''اے آدم کی اولاد! اگر کبھی تمھارے پاس واقعی تم میں سے کچھ رسول آئیں، جو تمھارے سامنے میری آیات بیان کریں تو جو شخص ڈر گیا اور اس نے اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور انھیں ماننے سے تکبر کیا، وہی آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے بنی آدم کو خبر دی ہے کہ وہ اپنے انبیاء و رسل ان کے پاس بھیجے گا، جو اس کی آیتیں انھیں سنایا کریں گے۔ تو جو کوئی تقویٰ اور اصلاح کی راہ اختیار کرے گا، قیامت کے دن اسے کوئی خوف و غم لاحق نہیں ہوگا اور جو کوئی اس کی آیتوں کو جھٹلائے گا اور کبر و عناد سے کام لے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۴۸] ''اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے، پھر جو شخص ایمان لے آئے اور اصلاح کر لے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۳۸، ۳۹] ''ہم نے کہا سب کے سب اس سے اتر جاؤ، پھر اگر کبھی تمھارے پاس میری طرف سے واقعی کوئی ہدایت آ جائے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا سو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور

جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے گرد روشنی ہوئی تو اس میں کیڑے اور یہ جانور جو آگ میں ہیں، گرنے لگے اور وہ شخص ان کو روکنے لگا، لیکن وہ نہ رکے اور اس میں گرنے لگے۔ یہ مثال ہے میری اور تمھاری، میں تمھیں تمھاری کمر سے پکڑ کر جہنم سے روکنے والا ہوں اور کہتا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ، جہنم کے پاس سے چلے آؤ، لیکن تم نہیں مانتے، اسی میں گھستے چلے جاتے ہو۔" [مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقتہ ﷺ ...... الخ : ۱۸/ ۲۲۸٤]

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

"پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں لکھے ہوئے میں سے ان کا حصہ ملے گا، یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے آئیں گے، جو انھیں قبض کریں گے تو کہیں گے کہاں ہیں وہ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے تھے؟ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے اور وہ اپنے آپ پر شہادت دیں گے کہ واقعی وہ کافر تھے۔"

اللہ پر افترا پردازی کرنے والوں اور اس کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کا مزید حال بیان کیا جا رہا ہے کہ ان سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود ان کے لیے دنیا میں جو عمر، روزی اور اعمال خیر و شر لکھ دیے گئے ہیں انھیں وہ اللہ کی طرف سے ضرور پائیں گے۔ پھر جب ان کی موت کا وقت آ جائے گا اور فرشتے ان کی روحوں کو قبض کر کے جہنم کی طرف لے جائیں گے، تو بطور زجر و توبیخ ان سے کہیں گے کہ کہاں ہیں تمھارے وہ معبود جن کی تم عبادت کرتے تھے؟ آج وہ تمھیں اس عذاب نار سے کیوں نہیں بچا لیتے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ وہ تو غائب ہو گئے، اب تو ہمیں ان سے کوئی امید نہیں ہے اور اپنے بارے میں اعتراف کریں گے کہ واقعی ہم دنیا میں کافر تھے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ : یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے، یا اس کی نازل کردہ آیات کو جھٹلائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ [یونس : ۶۹، ۷۰] "کہہ دے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا

فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾ [لقمان : ۲۳، ۲٤] ''اور جس نے کفر کیا تو اس کا کفر تجھے غم میں نہ ڈالے، ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے، پھر ہم انھیں بتائیں گے جو کچھ انھوں نے کیا۔ بے شک اللہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ ہم انھیں تھوڑا سا سامان دیں گے، پھر انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔''

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ : سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (تدفین کے لیے) نکلے۔ جب ہم قبرستان پہنچے تو قبر ابھی تیار نہیں ہوئی تھی، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد (اس قدر خاموشی سے) بیٹھ گئے، گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے۔ آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا اور فرمایا: ''عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔'' آپ نے یہ بات دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمائی ...... پھر فرمایا: ''کافر آدمی جب دنیا سے کوچ کرنے لگتا ہے اور آخرت کی طرف روانہ ہوتا ہے تو اس کی طرف سیاہ چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان کے پاس ٹاٹ (کے کفن) ہوتے ہیں اور وہ اس سے حد نگاہ کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے خبیث روح! نکل (اور چل) اللہ کے غصے اور غضب کی طرف۔ تو روح جسم کے اندر چھپتی پھرتی ہے اور فرشتہ اسے اس طرح باہر کھینچتا ہے جیسے کانٹے دار لوہے کی سیخ گیلی اون سے باہر نکالی جاتی ہے۔ جب فرشتہ اس کی روح نکال لیتا ہے تو دوسرے فرشتے لمحہ بھر کے لیے بھی اسے ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے، بلکہ اسے ٹاٹ (کے کفن) میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس روح سے زمین پر کسی مردار سے اٹھنے والی سڑاند جیسی بدبو آ رہی ہوتی ہے۔ فرشتے اسے لے کر اوپر (آسمان کی طرف) جاتے ہیں۔ (راستے میں) جہاں کہیں ان کا گزر فرشتوں پر ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کس خبیث (روح) کی بدبو ہے؟ جواب میں فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے۔ وہ اس کا وہ بدترین نام لیتے ہیں جو دنیا میں لیا جاتا تھا، یہاں تک کہ فرشتے اسے لے کر آسمان دنیا تک لے جاتے ہیں، فرشتے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لیے درخواست کرتے ہیں، لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا۔'' [مسند أحمد : ٤ / ۲۸۷، ۲۸۸، ح : ۱۸٥٦۱]

قَالُوْۤا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ : یہ آیت صریح نص ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی پکارنا، اس سے مدد مانگنا، فریاد کرنا، استغاثہ کرنا، اسے غوث یا مشکل کشا کہنا یا سمجھنا کفر ہے۔ چاہے وہ کتنی بڑی ہستی یا کوئی فرشتہ یا ولی ہو۔ قیامت کے دن وہ حضرات ان کو منہ بھی نہیں دکھائیں گے اور اللہ

کے سوا کسی کو پکارنے والے خود اپنے آپ پر شہادت دیں گے کہ واقعی ہم کافر اور ایمان سے محروم تھے۔

افسوس ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ایسی واضح آیات کے ہوتے ہوئے مسلمان کہلانے والے بعض علماء اور پیر اور ان کے پیروکار غیر اللہ کو پکارتے اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں، کوئی ''یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ'' کہتا ہے، کوئی یا علی مدد کہتا ہے، کوئی شیخ عبد القادر کو مدد کے لیے پکارتا ہے، پھر بھی یہ لوگ اپنے آپ کو پکے مسلمان اور موحدین کو کافر قرار دیتے ہیں۔ بہر حال قیامت کچھ دور نہیں۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع ۸

''فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔''

''اُمَمٌ'' امت کی جمع ہے اور یہاں گزشتہ قوموں کے کفار مراد ہیں۔ جب بھی کوئی قوم جہنم میں داخل ہوگی تو ان لوگوں پر لعنت بھیجے گی جو پہلے سے جہنم میں ہوں گے اور کہے گی کہ ہماری گمراہی کا سبب تم ہی تو تھے۔ آیت میں ''اُوْلٰی'' سے مراد وہ کافر جن و انس ہیں جن کی لوگ کفر و شرک میں پیروی کرتے تھے اور ''اُخْرٰی'' سے مراد ان کے ماننے والے ہیں۔ سرادارانِ کفر و شرک اپنے ماننے والوں سے کہیں گے کہ تم لوگوں نے کفر و گمراہی کو چھوڑ تو نہیں دیا تھا کہ ہمارے مقابلے میں تمھارا جرم ہلکا ہو گیا۔ تم بھی ویسے ہی گمراہ ہوئے جیسے ہم ہوئے، اس لیے ہماری طرح تم بھی عذاب کے مستحق ہو، تو لو اپنے کیے کی پاداش میں جہنم کا عذاب چکھو۔

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا : ''اُخت'' کا معنی بہن ہوتا ہے، یعنی وہ اپنی پہلی ہم مذہب امت پر لعنت کرے گی جو اس سے پہلے جہنم میں داخل ہو چکی ہوگی۔ مثلاً یہودی دوسرے یہودیوں پر، دہریے دوسرے دہریوں پر، نصاریٰ دوسرے نصاریٰ پر، مشرکین دوسرے مشرکین پر اور غیر اللہ کو پکارنے والے دوسرے غیر اللہ کو پکارنے والوں پر لعنت کریں گے،

جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ [العنکبوت : ۲۵] ''پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض کا انکار کرے گا اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کرے گا۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴾ [البقرۃ : ۱۶۶، ۱۶۷] ''جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے کاش! ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہو تو ہم ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں، جیسے یہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ اس طرح اللہ انھیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ کسی صورت آگ سے نکلنے والے نہیں۔''

رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ : یعنی جہنم میں بعد میں داخل ہونے والے پہلے داخل ہونے والوں کے بارے میں، یا پیروی کرنے والے عوام اپنے سرداروں اور پیشواؤں کے بارے میں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! انھیں جہنم میں دگنی سزا دے، جیسا کہ اللہ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۶۶ تا ۶۸] ''جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے، کہیں گے اے کاش کہ ہم نے اللہ کا کہنا مانا ہوتا اور ہم نے رسول کا کہنا مانا ہوتا۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں اصل راہ سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! انھیں دوگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص دنیا میں ناحق (ظلم سے) مارا جاتا ہے تو اس کے خون کے وبال کا ایک حصہ آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) پر پڑتا ہے، کیونکہ اس نے سب سے پہلے ناحق خون کی بنا قائم کی تھی۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریتہ : ۳۳۳۵]

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ : یعنی ہم ایسا ہی کریں گے اور ہر ایک کو اس کے حسب حال سزا دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴾ [النحل : ۸۸] ''وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انھیں عذاب پر عذاب زیادہ دیں گے، اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔'' میدان محشر میں ان کے حال کے متعلق ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ

وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [سبا : ۳۲، ۳۳] ”وہ لوگ جو بڑے بنے تھے، ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے گئے، کہیں گے کیا ہم نے تمھیں ہدایت سے روکا تھا، اس کے بعد کہ وہ تمھارے پاس آئی؟ بلکہ تم مجرم تھے۔ اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے، ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہیں گے بلکہ (تمھاری) رات اور دن کی چالبازی نے (ہمیں روکا) جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں۔ اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب عذاب دیکھیں گے اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں جنھوں نے کفر کیا، طوق ڈال دیں گے۔ انھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے۔ پھر لوگ اس کے بعد اس کام پر عمل کریں تو اس کو اتنا ثواب ہوگا جتنا عمل کرنے والوں کو ہوگا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی اور جو اسلام میں برا طریقہ جاری کرے (مثلاً بدعت یا گناہ کا کام) اور لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں تو تمام عمل کرنے والوں کے برابر گناہ اس پر لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کا گناہ کچھ کم نہ ہو گا۔“ [مسلم، کتاب العلم، باب من سنه سنة حسنة ...... الخ : ۱۰۱۷]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝

”بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور انھیں قبول کرنے سے تکبر کیا، ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا اور ان کے اوپر کے لحاف ہوں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔“

حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ : یہ عربی زبان کا محاورہ ہے جو کسی ناممکن العمل بات کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا ناممکن ہے، ویسے ہی شیطان سیرت آدمیوں کا جنت میں داخل ہونا ناممکن ہے اور جنت میں داخلہ تو دور کی بات ہے ایسے لوگوں کی روح کو جب فرشتے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں تو آسمان کا دروازہ ہی نہیں کھولا جاتا۔ جبکہ نیک لوگوں کا شان دار استقبال کیا جاتا ہے۔ بدکار لوگوں کی روح کو وہیں سے نیچے پھینک دیا جاتا ہے اور قبر کے امتحان میں ناکامی کے بعد اسے ”سجین“ میں قید کر دیا جاتا ہے۔

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جسے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاجر شخص کی روح کے قبض کیے جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''موت کے فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں اور وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں تو وہ جماعت کہتی ہے کہ یہ کس خبیث (روح) کی بد بو ہے؟ فرشتے انھیں بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے اور وہ اس کا وہ بدترین نام لیتے ہیں جس کے ساتھ اسے دنیا میں بلایا جاتا تھا، حتیٰ کہ فرشتے اس کی روح کو لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ آسمان (کا دروازہ) کھولنے کی درخواست کرتے ہیں، مگر اس کے لیے آسمان (کا دروازہ) نہیں کھولا جاتا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمانے کے بعد اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ﴾ [الأعراف : ٤٠] ''بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور انھیں قبول کرنے سے تکبر کیا، ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔'' [مسند أحمد : ٤/ ٢٨٨، ح : ١٨٥٦١]

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ : ارشاد فرمایا : ﴿ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۙ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ يَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٥٤، ٥٥] ''وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ بے شک جہنم یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے۔ جس دن عذاب انھیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا چکھو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتے، یہ لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے بد بختوں کے ذکر کے بعد سعادت مند لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جن لوگوں کے دل ایمان لے آئے اور انھوں نے اپنے اعضا کے ساتھ نیک عمل کیے تو یہ لوگ ان کے برعکس ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر اور انکار کیا۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ ایمان قبول کرنا اور اس کے مطابق عمل بہت آسان ہے۔

یہ جملہ معترضہ ہے، اس جملہ کو یہاں لانے سے مراد یہ ہے کہ جو کام فرض کیے گئے ہیں وہ آسان اور انسانی طاقت کے اندر ہیں، لہٰذا ہر شخص کو ان کے بجا لانے کی کوشش کرنی چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا

﴿ وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [التغابن : ۱۶] ''سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو اور سنو اور حکم مانو اور خرچ کرو، تمھارے اپنے لیے بہتر ہوگا اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب میں تمھیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے بچا کرو اور جب کسی کام کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس کی تعمیل کیا کرو۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ۷۲۸۸۔ مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر : ۱۳۳۷]

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں داخل کرے گا اور اہل دوزخ کو دوزخ میں داخل کرے گا، پھر ان دونوں کے درمیان ایک منادی کھڑا ہو کر یہ اعلان کرے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی، ہر شخص جس حالت میں ہے اب وہ اسی حالت میں ہمیشہ رہے گا۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ۲۸۵۰]

وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ نُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

''اور ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہوگا ہم نکال دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم کبھی نہ تھے کہ ہدایت پاتے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔ اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔''

جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کے دلوں سے کینہ و حسد اور بغض و عداوت کو یکسر نکال دے گا، اس لیے کہ اگر وہاں بھی دنیا کی طرح ان کے دل آپس میں صاف نہیں ہوں گے تو جنت کی نعمتیں کامل نہیں ہوں گی اور جنتی اللہ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے، اے اللہ! تو نے ہم پر احسان کیا کہ ہمیں ایمان و عمل صالح کی توفیق دی، جس کے سبب آج ہم جنتوں کی بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ : یعنی ہم ان کے سینوں کو حسد اور بغض سے پاک کر دیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ

مُتَقٰبِلِيْنَ ﴾ [الحجر : ٤٥ تا ٤٧] ”بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اس میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ۔ اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہو گی، ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوں گی، وہ نہ اس میں تھوکیں گے، نہ ان کی ناک سے کوئی آلائش آئے گی اور نہ وہ پیشاب و پاخانہ کریں گے۔ ان کے برتن سونے کے ہوں گے، کنگھے سونے چاندی کے ہوں گے، انگیٹھیوں کا ایندھن عود کا ہو گا، پسینا مشک جیسا خوشبودار ہو گا اور ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی، جن کا حسن ایسا ہو گا کہ پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا، نہ جنتیوں میں آپس میں اختلاف ہو گا اور نہ بغض و عناد، ان کے دل ایک ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ پاک کی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہا کریں گے۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة : ٣٢٤٥۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فی صفات الجنة وأهلها : ٢٨٣٤/١٧]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب مومن دوزخ سے نجات پا جائیں گے تو انھیں دوزخ اور جنت کے درمیان ایک پل پر کھڑا کیا جائے گا۔ وہاں وہ آپس کی ان زیادتیوں کا بدلہ لیں گے جو دنیا میں انھوں نے ایک دوسرے پر کی تھیں، یہاں تک کہ جب انھیں پاک صاف کر دیا جائے گا تو پھر جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی، اس ذات کی قسم، جس کے دست مبارک میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! جنتی اپنے جنت کے گھر کو دنیا کے گھر سے کہیں زیادہ پہچانتا ہو گا۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب قصاص المظالم : ٢٤٤٠]

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا١ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ : یعنی یہ ہدایت جس سے ہمیں ایمان اور عمل صالح کی زندگی نصیب ہوئی اور پھر انھیں بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا درجہ بھی حاصل ہوا، یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور اس کا فضل ہے۔ اگر یہ رحمت اور فضل الٰہی نہ ہوتا تو ہم یہاں تک نہ پہنچ سکتے۔ اسی مفہوم کی یہ حدیث ہے، جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ بات اچھی طرح جان لو کہ تم میں سے کسی کو محض اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا، جب تک کہ اللہ کی رحمت نہ ہو گی۔“ صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ! آپ بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں، میں بھی اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک کہ رحمت الٰہی مجھے اپنے دامن میں نہیں سمیٹ لے گی۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل : ٦٤٦٣۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين و أحكامهم، باب لن يدخل أحد الجنة بعمله بل برحمة الله تعالى : ٢٨١٦/٧٢]

وَ نُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ : ”اُوْرِثْتُمُوْهَا“ یہ کلمہ ”میراث“ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنت عمل صالح کے بدلے میں نہیں ملے گی، بلکہ وہ ایک سبب ہو گا، جس طرح وراثت بغیر کسب و محنت کے

ملتی ہے اور نسب اس کا سبب ہوتا ہے۔ آیت کے اس حصے کی تفسیر کرتے ہوئے سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک منادی ندا دے گا! (اے اہل جنت! اب) تم تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں پڑو گے، تم زندہ رہو گے، تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی، تم جوان رہو گے، تمھیں کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا، تم عیش میں زندگی گزارو گے، تمھیں کبھی حزن و ملال نہیں ہوگا۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی دوام نعیم أهل الجنة : ۲۸۳۷]

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

''اور جنت والے آگ والوں کو آواز دیں گے کہ ہم نے تو واقعی وہ وعدہ سچا پا لیا ہے جو ہم سے ہمارے رب نے کیا تھا، تو کیا تم نے وہ وعدہ سچا پا لیا جو تمھارے رب نے تم سے کیا تھا؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ جو اللہ کے راستے سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔''

جب جنتی اور جہنمی سبھی اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے تو جنتی لوگ جہنمیوں کی حسرت و یاس بڑھانے کے لیے انھیں پکار کر یہ بات کہیں گے کہ تمھارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا کیا وہ تمھیں مل گیا؟ ہمیں تو وہ مل گیا جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد انھیں مزید ذہنی تکلیف پہنچانے کے لیے اللہ کی طرف سے ایک منادی پکار کر کہے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو، جو اپنے آپ کو اور دوسروں کو اللہ کے دین سے روکتے تھے اور اس میں تحریف پیدا کرتے اور یوم آخرت کے منکر تھے۔

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا : اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے، جو نیک عمل کرتے ہیں، وعدہ کیا تھا کہ انھیں جنت ملے گی۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۙ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [لقمان: ۸، ۹] ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے نعمت کے باغات ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہنے والے۔ اللہ کا وعدہ ہے سچا اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ

جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ مَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیۡلًا ﴾ [النساء: ۱۲۲] ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، عنقریب ہم انھیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہمیشہ۔ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے۔''

کافروں سے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کا وعدہ کیا تھا، یہ وعدہ بھی اللہ نے پورا کر دیا، جیسا کہ فرمایا: ﴿ ثُمَّ قِیۡلَ لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡخُلۡدِ ۚ هَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡسِبُوۡنَ ۝ وَ یَسۡتَنۡۢبِـُٔوۡنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلۡ اِیۡ وَ رَبِّیۡۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ ﴾ [یونس : ۵۲، ۵۳] ''پھر ان لوگوں سے جنھوں نے ظلم کیا، کہا جائے گا چکھو ہیشگی کا عذاب، تمھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو تم کمایا کرتے تھے۔ اور وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا یہ سچ ہی ہے؟ تو کہہ ہاں! مجھے اپنے رب کی قسم! یقیناً یہ ضرور سچ ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیۡ كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ۝ اَفَسِحۡرٌ هٰذَاۤ اَمۡ اَنۡتُمۡ لَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ اِصۡلَوۡهَا فَاصۡبِرُوۡۤا اَوۡ لَا تَصۡبِرُوۡا ۚ سَوَآءٌ عَلَیۡكُمۡ ؕ اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴾ [الطور: ۱۴ تا ۱۶] ''یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟ اس میں داخل ہو جاؤ، پھر صبر کرو یا صبر نہ کرو، تم پر برابر ہے، تمھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔''

یہی بات نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ بدر میں جو کافر مارے گئے تھے اور ان کی لاشیں ایک کنویں میں پھینک دی گئی تھیں، انھیں خطاب کرتے ہوئے کہی تھی، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن کنویں میں گرے ہوئے مقتول کفار قریش کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''اے ابو جہل بن ہشام! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! بھلا جو وعدہ تمھارے پروردگار نے تم سے کیا تھا، کیا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ میرے پروردگار نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا میں نے تو اسے سچ پایا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیسے سنتے ہیں اور کیسے جواب دیں گے، وہ تو مردہ لاشے ہیں؟ فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان سے جو بات کہہ رہا ہوں، اسے تم ان کی نسبت زیادہ سننے والے نہیں ہو، لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹۷۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه : ۲۸۷۴]

الَّذِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ یَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا : یعنی اللہ کے راستے (اسلام) میں کجی تلاش کرتے ہیں اور اس میں شکوک و شبہات پیدا کر کے لوگوں کو اس سے نفرت دلاتے ہیں یا لوگوں کو دھمکی دے کر راہ حق سے روکتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ راہ سیدھی نہیں، صحیح راہ وہ ہے جس پر ہم چل رہے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ وَیۡلٌ لِّلۡكٰفِرِیۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِیۡدِ ۝ الَّذِیۡنَ یَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا عَلَی الۡاٰخِرَةِ وَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [إبراهيم : ۲، ۳] ''اس اللہ کے (راستے کی طرف) کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب کے باعث بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔'' جب ان کے دلوں میں کجی پیدا ہو جاتی ہے، تو پھر وہ اللہ کے دین میں پر فریب اعتراضات کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں کجی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آیات متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ؔۚ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [آل عمران : ۷] ''وہی ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب اتاری، جس میں سے کچھ آیات محکم ہیں، وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، پھر جن لوگوں کے دلوں میں تو کجی ہے وہ اس میں سے ان کی پیروی کرتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، فتنے کی تلاش کے لیے اور ان کی اصل مراد کی تلاش کے لیے، حالانکہ ان کی اصل مراد نہیں جانتا مگر اللہ اور جو علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر جو عقلوں والے ہیں۔''

وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝ وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

''اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اور (اس کی) بلندیوں پر کچھ مرد ہوں گے، جو سب کو ان کی نشانی سے پہچانیں گے اور وہ جنت والوں کو آواز دیں گے کہ تم پر سلام ہے۔ وہ اس میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور وہ طمع رکھتے ہوں گے۔ اور جب ان کی نگاہیں آگ والوں کی طرف پھیری جائیں گی تو کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ مت کر۔''

جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار حائل ہوگی، جسے قرآن کریم میں ''سور'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے اندر کی طرف اللہ کی رحمت اور جنت ہوگی، اور باہر کی طرف جہنم اور اس کا عذاب۔ اسی حجاب کو ''اعراف'' کہا گیا ہے، جو عرف کی جمع ہے، جس کا اطلاق ہر اونچی جگہ پر ہوتا ہے، اس لیے اعراف سے مراد جنت و جہنم کے درمیان کی دیوار کی اونچی جگہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ یہ لوگ اہل جنت اور اہل جہنم سب کو ان کی نشانیوں

سے پہچان لیں گے اور ان لوگوں کو سلام کریں گے جن کو جنت کی بشارت دی جا چکی ہو گی، ابھی اس میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، لیکن اس کی خواہش ان کے دلوں میں کروٹ لے رہی ہو گی، اصحاب الاعراف جب جہنمیوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں گے تو ان جہنمیوں کو پہچان لیں گے جنھیں دنیا میں انھوں نے کفر و شرک اور اللہ سے بغاوت و سرکشی کرتے ہوئے دیکھا تھا، تو مارے خوف کے جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے پکار اٹھیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں ظالموں کے ساتھ جہنم میں داخل نہ کر۔

وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

”اور ان بلندیوں والے کچھ مردوں کو آواز دیں گے، جنھیں وہ ان کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے، کہیں گے تمھارے کام نہ تمھاری جماعت آئی اور نہ جو تم بڑے بنتے تھے۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق تم نے قسمیں کھائی تھیں کہ اللہ انھیں کوئی رحمت نہیں پہنچائے گا؟ جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔“

اصحابِ اعراف سرداران کفر و شرک کو پکار کر کہیں گے، جنھیں ان کی نشانیوں سے پہچان لیں گے کہ کہاں گئی تمھاری جماعت اور تمھارا خاندان و قبیلہ؟ اور کہاں ہے آج تمھارا تکبر؟ پھر جنت کی طرف دیکھیں گے تو وہاں ان کمزور لوگوں کو دیکھیں گے جنھیں کفار دنیا میں رذیل و ذلیل سمجھتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے انھیں چھوڑ کر ان رذیلوں کو کیسے نوازے گا، تو انھیں مخاطب کر کے کہیں گے کہ تم لوگ اب جنت میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ کے لیے وہیں رہو، اب تمھیں کوئی غم و خوف لاحق نہیں ہو گا۔

مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، پس اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم، اے میرے رب! کبھی نہیں۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقين وأحكامهم، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار …… الخ : ٢٨٠٧]

وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿۵۰﴾

”اور آگ والے جنت والوں کو آواز دیں گے کہ ہم پر کچھ پانی بہا دو، یا اس میں سے کچھ جو اللہ نے تمھیں رزق دیا ہے۔ وہ کہیں گے بے شک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔“

اس سے مقصود اہل جہنم کی انتہائی رسوائی بیان کرنا ہے کہ دنیا میں تو کمزور مسلمانوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں چھوڑ کر انھیں کیونکر اپنی رحمت سے نوازے گا، لیکن اب حال یہ ہے کہ اپنی انتہائی بے بسی کے عالم میں جنتیوں کو پکاریں گے اور مکمل عجز و انکسار کے ساتھ ان سے کہیں گے کہ ہمیں اس پانی میں سے تھوڑا سا دے دو جو اللہ نے بطور رحمت تمھیں عطا کیا ہے، تاکہ ہم لوگ آگ کی تپش اور پیاس کی شدت سے نجات پائیں، یا تمھیں جو کھانے اور پینے کی اشیا ملی ہیں ان میں سے کچھ دے دو۔ تو جنتی کہیں گے کہ اللہ نے ان دونوں چیزوں کو جہنمیوں پر حرام کر دیا ہے۔ جہنمیوں نے اللہ کے دین کو کھیل اور مذاق بنا لیا تھا اور دنیا اور اس کی زیب و زینت میں پھنس کر آخرت سے غافل ہو گئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کہیں گے کہ آج ہم بھی ان کے ساتھ اس آدمی جیسا معاملہ کریں گے جو انھیں بھول گیا ہو، انھیں ہمیشہ کے لیے جہنم میں چھوڑ دیں گے، جس طرح انھوں نے آج کے دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا اور جس طرح وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ : کافروں کو جہنم میں پانی بھی ملے گا اور کھانا بھی، لیکن وہ پانی اور کھانا اللہ کا عذاب ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴾ [محمد: ۱۵] ”اور انھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، تو وہ ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴾ [الدخان: ۴۳ تا ۴۶] ”بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔“ اور فرمایا: ﴿ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَ لَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴾ [الغاشية : ۳ تا ۷] ”محنت کرنے والے، تھک جانے والے۔ گرم آگ میں داخل ہوں گے۔ وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے۔ ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا مگر ضریع سے۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے کچھ فائدہ دے گا۔“

اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ : جہنمیوں کے برعکس اہل جنت دائمی نعمتوں میں عیش کر رہے ہوں گے، انھیں پانی بھی ملے گا اور عمدہ سے عمدہ کھانا بھی ملے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ﴾ [محمد : ۱۵] ”اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا۔“ اور فرمایا: ﴿ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الحج : ۵۰] ”تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور

انھوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے سراسر بخشش اور باعزت رزق ہے۔“

قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ : جنت کی نعمتیں کافروں کو کبھی نہیں ملیں گی، جنت کی نعمتیں تو خالص طور پر مومنوں کے لیے ہوں گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۲] ”تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟ کہہ دے یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں، جبکہ قیامت کے دن (ان کے لیے) خالص ہوں گی، اسی طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔“

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَ مَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ۝۵۱

”وہ جنھوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنا لیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا تو آج ہم انھیں بھلا دیں گے، جیسے وہ اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے اور جیسے وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔“

فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے فرمائے گا، کیا میں نے تیری عزت افزائی نہیں کی تھی؟ کیا میں نے تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا میں نے گھوڑے اور اونٹ تیرے لیے مسخر نہیں کر دیے تھے اور تجھے چھوڑ نہیں دیا تھا کہ تو عزت و وقار کے ساتھ جس طرح چاہے کھائے اور پیے؟ بندہ عرض کرے گا، ہاں! یہ سب کچھ درست ہے، تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تجھے یقین تھا کہ تو ایک دن میرے ساتھ ملاقات کرے گا؟ بندہ جواب دے گا نہیں، میرے پروردگار! مجھے یہ یقین نہیں تھا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں بھی تجھے بھلا دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔“ [مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر : ۲۹٦۸۔ مسند أحمد : ۲/ ٤۹۲، ح : ۱۰۳۸۸۔ ابن حبان : ۷٤٤٥]

یہاں نسیان کا معنی چھوڑ دینا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بھولتا ہی نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈال کر ان کی کوئی خبر نہیں لیں گے، خواہ کتنا ہی پکاریں، ان پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝۵۲

”اور بلاشبہ یقیناً ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جسے ہم نے علم کی بنا پر خوب کھول کر بیان کیا ہے، ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت بنا کر جو ایمان رکھتے ہیں۔“

یہ اللہ تعالیٰ جہنمیوں کے ضمن ہی میں فرما رہا ہے کہ ہم نے تو اپنے علم کے مطابق ایسی کتاب بھیج دی تھی جس میں ہر

چیز کوکھول کر بیان کر دیا تھا، ان لوگوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا تو ان کی بد قسمتی، ورنہ جو لوگ اس کتاب پر ایمان لائے وہ ہدایت و رحمت الٰہی سے فیض یاب ہوئے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ : "فَصَّلْنٰهُ" کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کی آیات و احکام کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے، مندرجہ ذیل آیت سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے، فرمایا: ﴿ الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ﴾ [ھود : ۱] "الٓرٰ۔ ایک کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں، پھر انھیں کھول کر بیان کیا گیا ایک کمال حکمت والے کی طرف سے جو پوری خبر رکھنے والا ہے۔"

هُدًى : یہ کتاب دنیا کے تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ ﴾ [البقرۃ : ۱۸۵] "رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔"

وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۵۱] "بے شک اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بڑی رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۲] "اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے۔"

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَاۤ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۟

"وہ اس کے انجام کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ جس دن اس کا انجام آ پہنچے گا تو وہ لوگ جنھوں نے اس سے پہلے اسے بھلا دیا تھا، کہیں گے یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے، تو کیا ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والے ہیں کہ وہ ہمارے لیے سفارش کریں، یا ہمیں واپس بھیجا جائے تو ہم اس کے بر خلاف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے۔ بلاشبہ انھوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔"

اس میں جھٹلانے والوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ قرآن میں جس عذاب (دنیوی و اخروی) کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے کیا وہ اس کے پیش آنے کا انتظار کر رہے ہیں؟ اس کے بعد فرمایا، جب قیامت کا دن آ جائے گا تو جو لوگ اسے اپنی دنیاوی زندگی میں فراموش کر چکے ہوں گے اب اپنے کفر کا اعتراف کر لیں گے اور کہیں گے کہ ہمارے رب کے انبیاء نے تو تمام حق باتوں کو کھول کھول کر بیان کر دیا تھا، یعنی یہ جس انجام کے منتظر تھے، اس کے سامنے آ جانے کے بعد اعترافِ حق کرنے

یا دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کی آرزو اور کسی سفارشی کی تلاش، یہ سب چیزیں بے فائدہ ہوں گی۔ وہ معبود بھی ان سے گم ہو جائیں گے جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے، وہ ان کی مدد کر سکیں گے نہ سفارش اور نہ عذاب جہنم سے چھڑا ہی سکیں گے۔

فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ : یعنی نہ اس دن سفارش کام آئے گی اور نہ دنیا میں واپس لوٹایا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ٤٨] ”اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ٢٥٤] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔“

اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٢٧، ٢٨] ”اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان کے لیے ظاہر ہو گیا جو وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔“

قَدْ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ : کفار کی افترا پردازیوں کی فہرست بڑی طویل ہے، ان میں سے بعض کا ذکر قرآن مجید میں ہے، جیسے اولاد کو قتل کرنا اور بعض جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لینا، نیز اپنے شریکوں کی نذر و نیاز کرنا وغیرہ، ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٣٧، ١٣٨] ”اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کو مار ڈالنا ان کے شریکوں نے خوش نما بنا دیا، تاکہ وہ انھیں ہلاک کریں اور تاکہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کریں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔ اور انھوں نے کہا یہ چوپائے اور کھیتی ممنوع ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں کھائے گا جسے ہم چاہیں گے، ان کے خیال کے مطابق اور کچھ چوپائے ہیں جن کی پیٹھیں حرام

کی گئی ہیں اور کچھ چوپائے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے، اس پر جھوٹ باندھتے ہوئے۔ عنقریب وہ انھیں اس کی جزا دے گا جو وہ جھوٹ باندھتے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآىِٕبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ [المائدة : ۱۰۳] "اللہ نے نہ کوئی کان چھٹی اونٹنی مقرر فرمائی ہے اور نہ کوئی سانڈ چھٹی ہوئی اور نہ کوئی اوپر تلے بچے دینے والی مادہ اور نہ کوئی بچوں کا باپ اونٹ اور لیکن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔"

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾

"بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔"

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ : اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سماوی وارض اور جو کچھ ان کے مابین ہے اسے چھ دنوں میں پیدا فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ؀ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ؀ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ؀ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴾ [الم تنزيل : ۴ تا ۷] "اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، اس کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر وہ (معاملہ) اس کی طرف ایسے دن میں اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ہزار سال ہے، اس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو۔ وہی غائب اور حاضر کو جاننے والا، سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔ جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "اللہ نے مٹی کو ہفتے کے دن پیدا کیا اور اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، درختوں کو اس میں پیر کے دن پیدا کیا، بری چیزوں (یعنی ظلمت و تاریکی وغیرہ) کو منگل کے دن اور نور (یعنی اعلیٰ و پاکیزہ چیزوں) کو بدھ کے دن، جاندار چیزوں کو جمعرات کے دن پیدا کر کے

اس میں پھیلا دیا اور آدم علیہ السلام کو آخری مخلوق کے طور پر جمعہ کے دن کی آخری گھڑیوں میں عصر اور رات کے درمیان کی کسی گھڑی میں پیدا فرمایا تھا۔" [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب ابتداء الخلق و خلق آدم : ۲۷۸۹۔ مسند أحمد : ۳۲۷/۲، ح : ۸۳۶۲]

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ : یہ جملہ قرآن میں سات مقامات پر آیا ہے، اس کے معنی عرش پر بلند ہونے کے ہیں، سلف صالحین کا ہر دور میں یہی مسلک رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح اس کے مقام اعلیٰ اور عظمت وجلال کے لائق ہے، نہ اس کا انکار کیا جا سکتا ہے، نہ اسے تشبیہ دی جا سکتی ہے اور نہ اس کی کیفیت بیان کی جا سکتی ہے۔

صحیح احادیث میں اللہ تعالیٰ کے عرش کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان اور اوپر کی ہر چیز کو محیط ہے۔ پس صحیح عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے الگ عرش پر ہے، تاہم اس کا علم اور اس کی قدرت سب پر حاوی ہے، اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا : یعنی رات کی تاریکی دن کی روشنی سے اور دن کی روشنی رات کی تاریکی سے ختم ہو جاتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے تیز دوڑتا چلا آتا ہے اور اس میں کوئی تاخیر نہیں ہوتی، بلکہ جونہی رات ختم ہوتی ہے تو فوراً ہی دن آ جاتا ہے اور دن ختم ہوتا ہے تو رات اپنے سائے ڈال دیتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝ وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴾ [یٰس : ۳۷ تا ۴۰] "اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ اتارتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔ اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔ اور چاند، ہم نے اس کی منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک کہ وہ دوبارہ پرانی (کھجور کی) ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔"

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ : یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وقت اور راستہ ان کے لیے مقرر فرمایا ہے وہ اسی پر چلتے رہتے ہیں اور بال برابر اس سے ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز حدیبیہ میں پڑھائی اور رات کو بارش ہوئی تھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "تم جانتے ہو کہ تمھارے پروردگار نے کیا فرمایا؟" انھوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ میرے بندوں میں سے بعض کی صبح تو ایمان پر ہوئی اور بعض کی کفر پر۔

جس نے یہ کہا کہ یہ بارش ہم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے رزق اور اس کے فضل سے ہوئی ہے تو وہ ستارے کے بارش برسانے کا منکر ہوا اور مجھ پر ایمان لایا اور جس نے کہا کہ بارش فلاں ستارے کی گردش کی وجہ سے ہوئی تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستارے پر ایمان لایا۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية : ۴۱۴۷۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب كفر منقال مطرنا بالنوء : ۷۱]

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ : یعنی جس طرح خلق (پیدا کرنے) میں اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح حکم بھی اسی کا ہے، کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں۔ خواہ تکوینی حکم ہو جو ساری کائنات میں چلتا ہے، یا تشریعی یعنی شریعت کا (قانون) جو اس نے اپنے بندوں کو ایک حد تک اختیار دے کر دیا ہے اور جس پر عمل کے مطابق جنت یا جہنم کی جزا یا سزا ملے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل: ۱۱۱] ''اور کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے نہ کوئی اولاد بنائی ہے اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ عاجز ہو جانے کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کی بڑائی بیان کر، خوب بڑائی بیان کرنا۔''

تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۶۱] ''بہت برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا۔''

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

''اپنے رب کو گڑ گڑا کر اور خفیہ طور پر پکارو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

جب اللہ تعالیٰ قادر مطلق، خالق کائنات اور حاکم ہے تو اس کے بندوں کا یہ فرض ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور ظاہر و پوشیدہ ہر حال میں صرف اسی کو پکاریں اور اسی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴾ [الأعراف: ۲۰۵] ''اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور خوف سے اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے صبح و شام یاد کر اور غافلوں سے نہ ہو۔''

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ تکبیر و تہلیل کے دوران میں ہماری آوازیں بلند ہوئیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! اطمینان اور سکون اختیار کرو کہ تم نہ تو کسی بہرے کو پکارتے ہو اور نہ کسی غائب کو، بلکہ جس کو تم پکارتے ہو بے شک وہ سننے والا بھی ہے اور قریب بھی۔'' [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب ما يكره من رفع الصوت في التكبير : ۲۹۹۲۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر : ۲۷۰۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر میں ہے، بال اس کے بکھرے ہوئے ہیں اور جسم و لباس غبار آلود ہے۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور اے رب! اے رب! (کہہ کر دعا کرتا ہے) لیکن اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور اس کی پرورش حرام سے ہو رہی ہے تو ایسی صورت میں اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب : ۱۰۱۵]

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ : حد سے بڑھنا اللہ تعالیٰ کو کسی صورت پسند نہیں، اس میں اللہ کے ساتھ شرک یا کسی پر ظلم کرنا بھی شامل ہے اور ایسی چیز کی دعا کرنا جو ناممکن ہو، مثلاً ہمیشہ زندہ رہوں، یا مجھے آخرت میں انبیاء کا مرتبہ حاصل ہو جائے، یا ایسی چیز کی دعا کرنا جس کے متعلق علم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا مانگنا پسند ہے، جیسے نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے لیے دعا بھی حد سے تجاوز تھا۔

سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے (ایک بار) اپنے بیٹے کو دعا کرتے ہوئے سنا (جو یوں کہہ رہا تھا) اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جب میں جنت میں داخل ہوں تو مجھے اس کی دائیں جانب سفید محل عنایت ہو۔ اس پر سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بیٹے! اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو۔ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: ''میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو طہارت میں اور دعا مانگنے میں حد سے زیادہ مبالغہ کریں گے۔'' [أبو داوٗد، كتاب الطهارة، باب الإسراف في الوضوء : ۹٦۔ ابن ماجه، كتاب الدعاء، باب كراهية الاعتداء في الدعاء : ۳۸٦٤]

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۶

''اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ اور اسے خوف اور طمع سے پکارو، بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔''

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا : اللہ تعالیٰ نے زمین میں فساد برپا کرنے اور اصلاح کے بعد خرابی پیدا کرنے سے منع کیا ہے، کیونکہ اگر معاملات درست اور صحیح سمت پر چل رہے ہوں، پھر ان میں خرابی پیدا کر دی جائے تو یہ صورت حال بندگانِ الٰہی کے لیے بہت نقصان دہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور عجز و انکسار کے ساتھ صرف اسی سے دعا کی جائے۔

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا : یعنی دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ہو اور دل میں دعا کی قبولیت کی طمع بھی۔ اسی

طرح جہنم سے خوف بھی ہو اور جنت کی طمع بھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۵۶، ۵۷] ''کہہ پکارو ان کو جنھیں تم نے اس کے سوا گمان کر رکھا ہے، پس وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ بدلنے کے۔ وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؗ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۵، ۱۶] ''ہماری آیات پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب انھیں ان کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ : یعنی اس کی رحمت ان نیکی کرنے والوں ہی کے لیے خاص ہے جو اس کے احکام کی اطاعت بجا لاتے اور جن کاموں سے اس نے منع فرمایا ہے، انھیں ترک کر دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۵۶] ''اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو میں اسے ان لوگوں کے لیے ضرور لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور (ان کے لیے) جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر : ۵۳] ''کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ہرگز نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ عز و جل سے اچھا گمان رکھتا ہو۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب الأمر بحسن الظن بالله تعالٰی : ۲۸۷۷]

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى

لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۵۷﴾

''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان کیا کہ وہ قیامت کے دن مردوں کو اسی طرح زندہ کرے گا، جس طرح بارش کے پانی کے ذریعے مردہ زمین میں زندگی ڈالتا ہے اور طرح طرح کے پھل اور پودے پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب بارش برسانا چاہتا ہے تو ہوائیں ان بھاری بادلوں کو لاتی ہیں جو پانی کی کثرت کے باعث بہت بوجھل ہو کر زمین کے قریب ہو جاتے ہیں اور گھٹاؤں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور انھیں ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیا جاتا ہے۔ پھر اس بارش کے پانی سے اللہ تعالیٰ مختلف جگہوں میں مختلف قسم کے پھل اور پودے پیدا کرتا ہے، حالانکہ پانی ایک ہوتا ہے، لیکن ہر زمین کی خاصیت اور ہر علاقے کی ضرورت کے مطابق پھلوں اور کھیتیوں کی قسمیں بدلتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم قیامت کے دن مردوں کو بھی اسی طرح زندہ کریں گے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَ يَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الروم: ٤٨ تا ٥٠] ''اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں، پھر وہ اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے جیسے چاہتا ہے اور وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ پس تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر جب وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے تو اچانک وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ حالانکہ بے شک وہ اس سے پہلے کہ ان پر برسائی جائے، اس سے پہلے یقیناً ناامید تھے۔ سو اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بے شک وہی یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب تیز آندھی آتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَ خَيْرَ مَا فِيْهَا وَ خَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ » ''اے اللہ! میں اس ہوا کی بہتری اور جو اس کے اندر ہے، اس کی بہتری اور جو اس میں بھیجا گیا ہے اس کی بہتری مانگتا ہوں اور اس ہوا کی برائی سے اور جو اس کے اندر ہے اس کی برائی سے اور جو چیز اس کے ساتھ بھیجی گئی ہے، اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آسمان پر بادل اور بجلی کڑکتی

تو (خوف سے) آپ کا رنگ بدل جاتا، آپ کبھی باہر نکلتے اور کبھی اندر آتے، کبھی آگے جاتے اور کبھی پیچھے ہوتے۔ پھر اگر بارش برسنے لگتی تو آپ کی گھبراہٹ جاتی رہتی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس بات کو آپ کے چہرۂ مبارک سے پہچان لیا تو آپ سے اس سے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو جیسے عاد کی قوم نے کہا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ﴾ [الأحقاف : ۲٤] ''تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے (حالانکہ وہ ان پر آنے والا عذاب تھا)۔'' [مسلم، کتاب صلوۃ الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیۃ الریح والغیم والفرح بالمطر : ۱۵/۸۹۹۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قولہ : ﴿ وهو الذی یرسل الریاح ﴾ : ۳۲۰۶]

كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ : بارش کے ساتھ مردہ زمین کی زندگی کو آخرت میں مردوں کو زندہ کرنے کی دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے یعنی جس ذات پاک نے مردہ زمین کو دم بھر میں زندہ کر دیا وہ انسان کو بھی ان کے مر جانے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکتی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر صور میں پھونکا جائے گا، جو اس کی آواز سنے گا وہ اپنی گردن ایک طرف جھکا دے گا اور دوسری طرف سے اونچی کر دے گا (یعنی گر پڑے گا)۔ سب سے پہلے صور کی آواز وہ شخص سنے گا جو اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا، وہ بے ہوش ہو جائے گا اور پھر دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو شبنم کا کام دے گی، اس سے لوگوں کے بدن تیار ہو جائیں گے، پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ فوراً اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔'' [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعۃ، باب فی خروج الدجال : ۲۹٤۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا جس سے لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعۃ، باب ما بین نفختین : ۲۹۵۵]

وَ الْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَ الَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾

''اور جو شہر پاکیزہ ہے اس کی کھیتی اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے (اس کی کھیتی) ناقص کے سوا نہیں نکلتی۔ اس طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں جو شکر کرتے ہیں۔''

جو زرخیز زمین ہوتی ہے اسی میں اللہ کے حکم سے پودے اچھے اور نفع بخش نکلتے ہیں اور جو خراب ہوتی ہے، جیسے

کالے پتھروں والی یا بنجر زمین، اس میں اچھے پودے پیدا نہیں ہوتے اور جو پیدا ہوتے ہیں وہ نفع بخش نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ذریعے مومن و کافر کا حال بیان کیا ہے، اسی کو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے، سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جس علم و ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے، اس کی مثال اس موسلا دھار بارش کی سی ہے جو زمین پر برسی، تو اس میں سے کچھ ایسی صاف زمین تھی، جس نے پانی کو قبول کیا اور بہت زیادہ گھاس اور جڑی بوٹیاں اگائیں۔ زمین کے کچھ قطعات ایسے تھے جنھوں نے پانی کو روک لیا تو اس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا، انھوں نے اسے پیا، پلایا اور اسے زراعت کے لیے استعمال کیا، تاہم زمین کے کچھ ٹکڑے چٹیل میدان تھے، جن پر بارش تو برسی مگر انھوں نے نہ تو پانی روکا اور نہ گھاس ہی اگائی۔ یہی مثال ہے اس شخص کی جو اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرے اور اسے وہ چیز نفع پہنچائے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اسے وہ سیکھے بھی اور سکھائے بھی اور یہی مثال ہے اس شخص کی جو اس کے ساتھ سر ہی نہ اٹھائے اور نہ اللہ کی اس ہدایت کو قبول کرے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹۔ مسلم، کتاب الفضائل ، باب بیان مثل ما بعث النبی ﷺ من الهدی والعلم : ۲۲۸۲]

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾

''بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، بے شک میں تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا بے شک ہم یقیناً تجھے کھلی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔ اس نے کہا اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں اور لیکن میں جہانوں کے رب کی طرف سے ایک رسول ہوں۔ میں تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمھاری خیر خواہی کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اور کیا تم نے عجیب سمجھا کہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے تم میں سے ایک آدمی پر ایک نصیحت آئی، تاکہ وہ تمھیں ڈرائے اور تاکہ تم بچ جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا
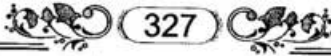
جائے۔ پھر انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے، بچا لیا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ یقیناً وہ اندھے لوگ تھے۔"

اوپر بیان فرمایا کہ ہدایت الٰہی اور اس کی برکات سے فائدہ اٹھانے یا نہ اٹھانے میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں، ایک پاکیزہ فطرت جو ہدایت الٰہی اور اس کی برکات سے خود بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کے علم و عمل سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ دوسرے وہ جو شرارت پسند اور بدفطرت ہوتے ہیں، یہ لوگ ہدایت کی بارش سے فائدہ اٹھانے کی بجائے جھاڑیاں اور کانٹے بن کر نکل آتے ہیں، ان کے دلوں کی زمین چونکہ شور ہوتی ہے، اس لیے ان پر رحمت کی بارش فائدہ بخش نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد اب یہاں تاریخی شواہد کے طور پر پہلی قوموں کے واقعات بیان کر کے گویا تاریخی ثبوت پیش کیا ہے کہ ہمیشہ سے لوگ دو قسم کے چلے آئے ہیں۔

نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے جب اس کی قوم کے چند نیک لوگ فوت ہو گئے تو انھوں نے شیطان کی ترغیب پر ان کے مجسمے بنا کر انھیں ان کی مجالس میں، جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے، نصب کر دیا، پھر مرور زمانہ کے ساتھ لوگ بزرگوں کے ان مجسموں کی پوجا کرنے لگے اور جب ان کا شرک حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھیجا، تاکہ پھر سے انھیں ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیں۔ چنانچہ جب انھوں نے اپنی دعوت کا اعلان کیا تو ان کی قوم کے سرداروں نے انھیں سخت گمراہ قرار دیا۔ نوح علیہ السلام نے کہا کہ میں گمراہ نہیں بلکہ اللہ کا رسول ہوں، تمھیں اس کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور میں تمھارے لیے مخلص ہوں اور اللہ کی جانب سے میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ لیکن ان کی قوم ان کی تکذیب و مخالفت میں تیز تر ہوتی گئی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے مومن ساتھیوں کو بچا لیا اور ان کے دشمنوں کو طوفان کے ذریعے ہلاک کر دیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا، نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک لمبی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اہل محشر جب نوح علیہ السلام کے پاس سفارش کی غرض سے جائیں گے تو ان سے اس طرح خطاب کریں گے، آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں اور اللہ نے آپ کو 'شکر گزار بندے' کا لقب دیا۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر : ﴿ ذرية من حملنا مع نوح إنه كان عبدًا شكورًا ﴾ : ۴۷۱۲۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ۱۹۳]

نوح علیہ السلام مشرک قوم کی طرف بھیجے گئے تھے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ (سورۂ نوح میں مذکور بت) ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے قوم کے دلوں میں بات ڈالی کہ ان کی مجالس میں جن میں وہ بیٹھا کرتے تھے ان کے مجسمے نصب کر دو اور ان کے نام پر ان کے نام رکھ دو۔ انھوں نے ایسے ہی کیا اور ان کی عبادت نہیں کی جاتی تھی، یہاں تک کہ جب وہ نسل فوت ہو گئی اور

علم مٹ گیا تو ان کی عبادت شروع ہو گئی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ودا ولا سواعا ......الخ ﴾ : ٤٩٢٠]

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ﴾ [ھود : ۲۷] ''تو اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا تھا، ہم تجھے نہیں دیکھتے مگر اپنے جیسا ایک بشر۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴾ [المطففین : ۳۲] ''اور جب انھیں دیکھتے تو کہا کرتے تھے بلاشبہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔''

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : رسول کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ مبلغ، فصیح، ناصح اور اللہ کے دین کا ایسا عالم ہوتا ہے کہ ان صفات میں اللہ کی مخلوق میں سے کوئی اور پیغمبر کا مقابلہ نہیں کر سکتا، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے عرفہ کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا، جبکہ وہ بہت کثیر تعداد میں جمع تھے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(اے لوگو!) تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟'' سب نے جواب دیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا، اپنے فرض کو ادا فرما دیا اور امت کی خیر خواہی کی، تو آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ : ۱۲۱۸]

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾

"اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو (بھیجا)، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم نہیں ڈرتے؟ اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنھوں نے کفر کیا، کہا بے شک ہم یقیناً تجھے ایک طرح کی بے وقوفی میں (مبتلا) دیکھ رہے ہیں اور بے شک ہم یقیناً تجھے جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں۔ اس نے کہا اے میری قوم! مجھ میں کوئی بے وقوفی نہیں اور لیکن میں سارے جہانوں کے رب کی طرف سے ایک رسول ہوں۔ میں تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمھارے لیے ایک امانت دار، خیر خواہ ہوں۔ اور کیا تم نے عجیب سمجھا کہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے تم میں سے ایک آدمی پر ایک نصیحت آئی، تاکہ وہ تمھیں ڈرائے اور یاد کرو جب اس نے تمھیں نوح کی قوم کے بعد جانشین بنایا اور تمھیں قد و قامت میں زیادہ پھیلاؤ دیا۔ سو اللہ کی نعمتیں یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ انھوں نے کہا، کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم اس اکیلے اللہ کی عبادت کریں اور انھیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ تو جس کی دھمکی تو ہمیں دیتا ہے وہ ہم پر لے آ، اگر تو سچوں میں سے ہے۔ اس نے کہا یقیناً تم پر تمھارے رب کی طرف سے ایک عذاب اور غضب آ پڑا ہے، کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، جن کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ تو انتظار کرو، بے شک میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے، اپنی رحمت سے نجات دی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ایمان والے نہ تھے۔"

ان آیات میں ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ لوگ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے۔ زبردست جسمانی قوت کے مالک تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ہود علیہ السلام اسی قوم کے ایک شریف خاندان سے تھے، جنھیں اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے نبی بنا کر بھیجا تھا۔ لیکن جس طرح وہ لوگ جسمانی طور پر بڑے سخت تھے، اسی طرح ان کے دل بھی بہت سخت تھے۔ انھوں نے ہود علیہ السلام کو احمق اور بے وقوف قرار دیا اور جھوٹا بتایا اور ہزار کوششوں کے باوجود راہِ راست پر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں طوفانی ہوا کے ذریعے ہلاک کیا تھا جو آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل چلتی رہی تھی۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ﴾ [ص: ۵] "کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟"

اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ : سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دین خیر خواہی کرنے (کا نام) ہے۔" ہم نے پوچھا، کس کی خیر خواہی؟ آپ نے فرمایا: "اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں

کے حکمرانوں کی اور عام مسلمانوں کی۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن الدین النصیحۃ : ۵۵]

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ [بخاری، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : الدین النصیحۃ : ۵۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن الدین النصیحۃ : ۵۶]

وَ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً : ارشاد فرمایا : ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴾ [الفجر : ٦ تا ٨] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کس طرح کیا۔ (وہ عاد) جوارم (قبیلہ کے لوگ) تھے، ستونوں والے۔ وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔'' اور فرمایا : ﴿ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴾ [حٰم السجدۃ : ١٥] ''پھر جو عاد تھے وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے اور انھوں نے کہا ہم سے قوت میں کون زیادہ سخت ہے؟ اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے انھیں پیدا کیا، قوت میں ان سے کہیں زیادہ سخت ہے اور وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔''

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا : ارشاد فرمایا : ﴿ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِيْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [ھود : ٥٣] ''انھوں نے کہا اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آیا اور ہم اپنے معبودوں کو تیرے کہنے سے ہرگز چھوڑنے والے نہیں اور نہ کسی طرح تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔'' اور فرمایا : ﴿ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [الأنفال : ٣٢] ''اور جب انھوں نے کہا اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔''

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ : ارشاد فرمایا : ﴿ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴾ [الحاقۃ : ٦ تا ٨] ''اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟''

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ

بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝

”اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔ بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمھارے لیے ایک نشانی کے طور پر ہے، سو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے کسی برے طریقے سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ تمھیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا۔ اور یاد کرو جب اس نے تمھیں عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمھیں زمین میں جگہ دی، تم اس کے میدانوں میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو مکانوں کی صورت میں تراشتے ہو۔ سو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ۔ اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے، ان لوگوں سے کہا جو کمزور گنے جاتے تھے، ان میں سے انھیں (کہا) جو ایمان لے آئے تھے، کیا تم جانتے ہو کہ واقعی صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا بے شک ہم جو کچھ دے کر اسے بھیجا گیا ہے اس پر ایمان لانے والے ہیں۔ وہ لوگ جو بڑے بنے ہوئے تھے، انھوں نے کہا بے شک ہم جس پر تم ایمان لائے ہو، اس کے منکر ہیں۔ تو انھوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہو گئے اور انھوں نے کہا اے صالح! لے آ ہم پر جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے، اگر تو رسولوں سے ہے۔ تو انھیں زلزلے نے پکڑ لیا تو انھوں نے اپنے گھر میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ تو وہ ان سے واپس لوٹا اور اس نے کہا اے میری قوم! بلاشبہ یقیناً میں نے تمھیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمھاری خیر خواہی کی اور لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔“

ان آیات میں صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ ثمود عربوں کا ایک قبیلہ تھا، یہ لوگ ثمود بن عامر بن

ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے۔ ان کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے اور قوم عاد کے بعد تھا۔ یہ بہت ہی طاقت ور لوگ تھے۔ اپنی جسمانی طاقت اور قوت بازو کے زور سے پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر اپنے مکانات بنایا کرتے تھے۔ صالح علیہ السلام اسی قوم کے ایک شریف خاندان سے تھے۔ اللہ نے انھیں اس قوم کی ہدایت کے لیے نبی بنا کر بھیجا تھا۔ انھوں نے اپنی قوم کو تمام انبیاء کی طرح توحید کی دعوت دی، لیکن بہت کم اور کمزور لوگوں نے ان کی بات مانی۔ جب صالح علیہ السلام نے انھیں مزید ڈرایا اور اللہ کا خوف دلایا تو انھوں نے ایک نشانی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ وہ نشانی ایک اونٹنی ہو جو پہاڑ سے نکل کر سامنے آ جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، لیکن پھر بھی بہت ہی کم لوگ ایمان لائے اور اکثر و بیشتر نے تمرد اور سرکشی کی راہ اختیار کی اور اس اونٹنی کو قتل کر دیا۔ تو صالح علیہ السلام نے کہا کہ اب تم لوگ اللہ کے عذاب کا انتظار کرو اور تین دن تک اپنے گھروں میں فائدہ اٹھا لو۔ تیسرے دن صبح کے وقت ایک عظیم فرشتے نے ان کے درمیان ایسی چیخ ماری کہ ان کے دل اور ان کی روحیں ہل گئیں اور سب کے سب مر گئے۔ اس کے بعد صالح علیہ السلام نے لاشوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا کہ اے میری قوم! میں نے تمھیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تمھاری خیر خواہی میں کوئی کمی نہیں کی تھی، لیکن تم لوگ اپنے خیر خواہوں کو کبھی پسند نہیں کرتے تھے، پھر وہاں سے چلے گئے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک میں لوگوں کے پاس فروکش ہوئے تو آپ ثمود کے گھروں کے پاس مقام حجر میں قیام پذیر ہوئے۔ لوگوں نے ان کنوؤں سے پانی پیا جہاں سے ثمود پیتے تھے، اسی پانی کے ساتھ آٹا بھی گوندھا اور ہانڈیاں بھی پکا لی تھیں، تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر انھوں نے ہانڈیوں کو گرا دیا اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیا، پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے اور اس کنویں کے پاس پڑاؤ ڈالا جس سے (صالح علیہ السلام کی) اونٹنی پانی پیتی تھی۔ آپ نے ان لوگوں کے گھروں میں جانے سے منع فرما دیا، جن پر عذاب نازل ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''بے شک میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر نازل ہوا تھا، لہٰذا ان کے گھروں میں نہ جاؤ۔'' [مسند أحمد : ۱۱۷/۲، ح : ۵۹۸۹۔ مسلم ، کتاب الزهد، باب النهی عن الدخول علی أهل الحجر : ۲۹۸۱]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حجر میں فرمایا تھا: ''ان لوگوں کے گھروں میں نہ جاؤ جن پر عذاب نازل ہوا تھا، الا یہ کہ روتے ہوئے اور اگر تمھیں رونا نہ آئے تو پھر وہاں نہ جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔'' [مسند أحمد : ۷٤/۲، ح : ٥٤٤٠۔ بخاری، کتاب الصلاة، باب الصلوة فی مواضع الخسف والعذاب : ٤٣٣۔ مسلم، کتاب الزهد، باب النهی عن الدخول علی أهل الحجر: ۲۹۸۰]

فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جٰثِمِينَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴾ [هود : ٦٦] ''پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح کو اور ان

لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی طرف سے عظیم رحمت کے ساتھ بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی۔
بے شک تیرا رب ہی بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔"

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے آسمان کے نیچے ان سب کو ہلاک کر دیا، صرف ایک شخص بچا جو حرم میں تھا۔" پوچھا گیا، وہ کون تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ ابو رغال تھا، لیکن جیسے ہی وہ حرم سے نکلا عذاب نے اسے بھی پکڑ لیا۔" [مستدرك حاكم : ۲/ ۳۲۰ : ۳۲۴۸۔ مسند أحمد : ۳/ ۲۹٦، ح : ۱٤۱٦۸۔ ابن حبان : ٦۱۹۷]

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے بعد مقتولین قریش کے سامنے، جن کی لاشیں کنویں میں ڈال دی گئی تھیں، ایسا ہی کہا تھا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بدر پر فتح و نصرت حاصل ہو گئی تو آپ نے وہاں تین دن قیام فرمایا، پھر آپ نے حکم دیا اور تیسرے دن کے آخری پہر میں آپ کی سواری تیار کر دی گئی تو آپ اس پر سوار ہو کر چل پڑے، پھر آپ بدر کے کنویں کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا: "اے ابو جہل بن ہشام! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم سے تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچ پایا ہے؟ مجھ سے تو میرے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا میں نے اسے سچ پا لیا ہے۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ کیسے سنیں گے اور کیونکر جواب دیں گے، یہ تو مر چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس وقت ان سے جو بات کر رہا ہوں، تم ان کی نسبت زیادہ نہیں سن رہے، لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔" [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹۷٦۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد من الجنة والنار : ۲۸۷٤]

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

"اور لوط کو (بھیجا)، جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم اس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی۔ بے شک تم تو عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو، بلکہ تم حد سے گزرنے والے

لوگ ہو۔ اور اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا انھیں اپنی بستی سے نکال دو، بے شک یہ ایسے لوگ ہیں جو بہت پاک بنتے ہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بچا لیا مگر اس کی بیوی، وہ پیچھے رہنے والوں میں سے تھی۔ اور ہم نے ان پر بارش برسائی، ایک زبردست بارش۔ پس دیکھ مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟''

ان آیات میں لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ لوط علیہ السلام ہاران بن آزر کے بیٹے اور ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ان پر ایمان لانے کے بعد ہجرت کر کے ان کے ساتھ شام چلے گئے تھے، لیکن بعد میں وادی اردن کی بستی ''سدوم'' میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس بستی والوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا۔ وہ لوگ کفر و شرک کے علاوہ لواطت جیسی خبیث ترین بیماری، جو ان سے پہلے دنیا میں نہیں پائی گئی تھی، میں مبتلا تھے۔ لوط علیہ السلام نے انھیں توحید کی دعوت دی اور اس مہلک اخلاقی مرض سے بھی نجات دلانے کی کوشش کی، لیکن انھوں نے ان کی ایک نہ سنی، ان کا مذاق اڑایا اور اپنے خبثِ ظاہر و باطن پر اصرار کیا۔ لیکن جب لوط علیہ السلام کو اس بستی سے نکال دینے کی دھمکی دی تو اللہ کا عذاب ان پر واجب ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی پر پتھروں کی بارش کر دی اور پھر انھیں الٹ دیا اور اس طرح تمام کے تمام لوگ ہلاک ہو گئے۔ صرف لوط علیہ السلام اور ان کے چند مومن ساتھی بچ گئے، جو اللہ کے حکم سے پہلے ہی اس بستی سے نکل گئے تھے۔

<u>اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ</u> : یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھاری خواہش نفس پوری کرنے کے لیے جو بیویاں بنائی ہیں انھیں چھوڑ کر مردوں سے خواہش نفس پوری کرتے ہو۔ یہ تمھاری فطرت مسخ ہونے کی دلیل ہے، پھر بیویوں سے حاجت پوری کرنے میں خواہش نفس کے ساتھ بہت سی حکمتیں وابستہ ہیں، اولاد کی طلب، گھر کی رونق، ذلی سکون، میاں بیوی کی باہمی دوستی کے ساتھ ایک دوسرے پر رحم اور شفقت، جبکہ تمھارا مردوں کے پاس جانا صرف خواہش نفس پوری کرنے کے لیے ہے جو نہایت کمینگی کی بات ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۶۵، ۱۶۶] ''کیا سارے جہانوں میں سے تم مردوں کے پاس آتے ہو۔ اور انھیں چھوڑ دیتے ہو جو تمھارے رب نے تمھارے لیے تمھاری بیویاں پیدا کی ہیں، بلکہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو۔''

اس وقت امریکہ اور یورپ کی اقوام نے ہم جنس پرستی کو جائز قرار دے کر مرد کی مرد اور عورت کی عورت کے ساتھ شادی کو قانونی تحفظ دے رکھا ہے۔ اب ان کی کوشش یہ ہے کہ مسلم معاشرے میں بھی اس فعل کو جرم نہ سمجھا جائے اور اس کے لیے وہ اپنے تمام وسائل استعمال کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حق پر قائم رہنے کی اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے کفار کی اللہ تعالیٰ سے علانیہ بغاوت کو کچلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ اب اللہ تعالیٰ کا قانون آسمانی عذاب کی

ئے مسلمانوں کے ہاتھوں سزا دینا ہے۔

فَأَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۷۰، ۱۷۱] ''تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی۔ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہنے والوں سے تھی۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [الذاریات : ۳۵، ۳۶] ''سو ہم نے اس (بستی) میں ایمان والوں سے جو بھی تھا نکال لیا۔ تو ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی نہ پایا۔''

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴾ [القمر : ۳۴] ''بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، انھیں ہم نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴾ [ھود : ۸۲، ۸۳] ''پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس کے اوپر والے حصے کو اس کا نیچا کر دیا اور ان پر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھر برسائے۔ جو تیرے رب کے ہاں سے نشان لگائے ہوئے تھے اور وہ ان ظالموں سے ہرگز کچھ دور نہیں۔''

اسلام کی نظر میں فعل لوط ایک بہت ہی بڑا گناہ ہے، اس کی دنیاوی سزا کے بارے میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے تم قوم لوط جیسا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۳۰۰، ح : ۲۷۳۰۔ أبو داوٗد، کتاب الحدود، باب فیمن عمل عمل قوم لوط : ۴۴۶۲۔ ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد اللوطی: ۱۴۵۶۔ ابن ماجه، کتاب الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط : ۲۵۶۱]

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸۵ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۸۶ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ

وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

’’اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا)، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی۔ پس ماپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم مومن ہو۔ اور ہر راستے پر نہ بیٹھو کہ دھمکاتے ہو اور اللہ کے راستے سے روکتے ہو اس کو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہو۔ اور یاد کرو جب تم بہت کم تھے تو اس نے تمھیں زیادہ کر دیا اور دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ اور اگر تم میں سے کچھ لوگ اس پر ایمان لے آئے ہیں جو دے کر مجھے بھیجا گیا ہے اور کچھ لوگ ایمان نہیں لائے تو صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔‘‘

ان آیات میں شعیب علیہ السلام اور ان لوگوں کا واقعہ مذکور ہے جن کی طرف اللہ نے انھیں نبی بنا کر بھیجا تھا۔ مدین ایک قبیلے کا نام تھا، جس کی نسبت مدین بن ابراہیم خلیل کی طرف تھی اور شعیب علیہ السلام اسی قبیلہ کے ایک فرد تھے۔ ان کا شہر حجاز کے راستہ میں ’’معان‘‘ کے قریب واقع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو دو قوموں کی طرف بھیجا تھا۔ اصحاب مدین کی طرف جنھیں اللہ نے چیخ کے ذریعے ہلاک کر دیا اور پھر اصحاب ایکہ کی طرف، جنھیں ایک بادل کے ذریعے ہلاک کیا، جس میں آگ کے شرارے تھے۔ شعیب علیہ السلام کی قوم شرک کے علاوہ دوسری سماجی گھناؤنی بیماریوں میں مبتلا تھی۔ یہ لوگ ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے، راستے میں لوگوں کو ڈرا دھمکا کر ان کا مال چھین لیتے تھے۔ ان سے جبری ٹیکس وصول کرتے تھے اور جو لوگ شعیب علیہ السلام کی باتیں سننے کے لیے آنا چاہتے تھے انھیں راستے میں روک کر طرح طرح سے بہکاتے تھے۔ شعیب علیہ السلام نے انھیں توحید کی طرف بلایا اور شرک سے ڈرایا اور جو دوسری اخلاقی اور اجتماعی بیماریاں ان میں پائی جاتی تھیں ان کی برائی بیان کر کے ان سے باز آ جانے کی ترغیب دی اور انھیں اللہ کی یہ نعمت یاد دلائی کہ ان کی تعداد بہت کم تھی، تو اللہ نے ان کی نسل میں برکت دی اور وہ کثیر تعداد میں ہو گئے۔

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ : یعنی میرے سچا ہونے کی واضح دلیل تم دیکھ چکے ہو، لہٰذا ضروری ہے کہ جو بات میں کہتا ہوں اسے صحیح سمجھو۔ یہاں ’’بَيِّنَةٌ‘‘ (واضح دلیل) سے مراد معجزہ ہے۔ مگر شعیب علیہ السلام کے معجزے کا قرآن کریم میں ذکر نہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ دے کر بھیجا گیا جس کے مطابق لوگ اس پر ایمان لائے اور مجھے جو (معجزہ) دیا گیا وہ وحی (یعنی قرآن) ہے، جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف فرمائی اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔‘‘ [بخاري، كتاب فضائل القرآن،

باب كيف نزل الوحي و أول ما نزل ؟ : ٤٩٨١۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ ...... الخ : ١٥٢]

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ...... اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ : اس سے معلوم ہوا کہ اس قوم میں شرک کے ساتھ دوسری خرابی ناپ تول میں لیتے وقت زیادتی اور دیتے وقت کمی تھی۔ اگر کوئی ان کی اس زیادتی کے خلاف احتجاج کرتا تو مل کر اس کی بے عزتی کرتے اور اسے مارتے پیٹتے، اس لیے شعیب علیہ السلام نے انھیں سمجھایا کہ ناپ تول ہر حال میں پورا کرو اور انبیاء اور صالحین کی محنت سے دنیا میں جو اصلاح ہوئی ہے اس کے بعد شرک اور بددیانتی اور ان کے ساتھ پیدا ہونے والی برائیوں کے ذریعے اس میں فساد مت پھیلاؤ۔ کیونکہ ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی تلف ہوتے ہیں اور لوگوں کے بھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المطففين : ١ تا ٦] ”بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ ایک بڑے دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے، اس پر قحط سالی، سخت محنت اور حکمرانوں کا ظلم و ستم مسلط کر دیا جاتا ہے۔“ [ابن ماجه، كتاب الفتن، باب العقوبات : ٤٠١٩۔ مستدرك حاكم : ٥٤٠/٤، ح : ٨٦٢٣]

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا : یہ لوگ راستوں پر ناکے لگا کر لوگوں سے زبردستی ٹیکس وصول کرتے۔ کبھی ڈرا دھمکا کر ان کی بے عزتی کرتے اور ان کا سب مال و اسباب چھین لیتے۔ اگر کوئی شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے کی طرف مائل نظر آتا تو اسے ہر طرح سے روکنے کی کوشش کرتے اور اسلام کے احکام میں طرح طرح کی خرابیاں نکال کر اور شبہے پیدا کر کے ثابت کرنے کی کوشش کرتے کہ یہ سیدھا نہیں بلکہ غلط راستہ ہے، جیسا کہ آج کل بھی نام کے مسلمان دانشور، صحافی، پروفیسر اور حکمران جو کفار سے مرعوب ہیں اسلام کے احکام کو وحشیانہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴾ [هود : ٨٩] ”اور اے میری قوم! میری مخالفت تمھیں اس کا مستحق ہرگز نہ بنا دے کہ تمھیں اس جیسی مصیبت آ پہنچے جو نوح کی قوم، یا ہود کی قوم، یا صالح کی قوم کو پہنچی اور

لوط کی قوم (بھی) ہرگز تم سے کچھ دور نہیں ہے۔‘‘

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ : یہ انھیں کفر پر صبر کا حکم نہیں، بلکہ انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴾ [هود : ۹۳] ’’اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو، بے شک میں (بھی) عمل کرنے والا ہوں۔ تم جلد ہی جان لو گے کہ کون ہے جس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کون ہے جو جھوٹا ہے، اور انتظار کرو، بے شک میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔‘‘
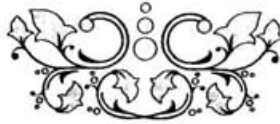
قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿۸۹﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۚ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۹۳﴾

”اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جو بڑے بنے ہوئے تھے، اے شعیب! ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ہمراہ ایمان لائے ہیں، اپنی بستی سے ضرور ہی نکال دیں گے، یا ہر صورت تم ہمارے دین میں واپس آ ؤ گے۔ اس نے کہا اور کیا اگرچہ ہم ناپسند کرنے والے ہوں؟ یقیناً ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا اگر ہم تمھاری ملت میں پھر آ جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دی اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ اس میں پھر آ جائیں مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو ہمارا رب ہے، ہمارے رب نے ہر چیز کا علم سے احاطہ کر رکھا ہے، ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا، اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔ اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا بے شک اگر تم شعیب کے پیچھے چلے تو بے شک تم اس وقت ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو۔ تو انھیں زلزلے نے پکڑ لیا، پھر انھوں نے اپنے گھر میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں رہے ہی نہ تھے، وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ اٹھانے والے تھے۔ پھر وہ ان سے واپس لوٹا اور اس نے کہا اے میری قوم! بلاشبہ یقیناً میں نے تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور میں نے تمھاری خیر خواہی کی، تو میں نہ ماننے والے لوگوں پر کیسے غم کروں۔“

شعیب علیہ السلام کی قوم نے ان کی دعوتِ توحید و اصلاح قبول کرنے سے انکار کر دیا اور انھیں اور مسلمانوں کو شہر بدر کرنے کی دھمکی دی، تو انھوں نے ان سے ناامید ہو کر اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! تو ہمارے اور ان کے درمیان اب فیصلہ کر دے، چنانچہ اللہ نے ان کو ہلاک کرنے کے لیے ایک ایسی بارش بھیجی جس میں آگ کے شرارے تھے اور اس کے

ساتھ آسمان سے ایک چیخ کی آواز آئی اور ان کے قدموں تلے سے زمین ہلنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب ہلاک ہو گئے، ان کے جسم ڈھیر ہو گئے اور ایسے ہو گئے جیسے پہلے ان کا وجود بھی نہ تھا، جبکہ پہلے تکبر میں آ کر اسی سرزمین سے انھوں نے شعیب اور مسلمانوں کو نکالنے کی دھمکی دی تھی۔ عذاب آ جانے اور ان سب کے ہلاک ہو جانے کے بعد جب شعیب علیہ السلام وہاں سے گزرے تو ان کی لاشوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اے میری قوم! میں نے تمھیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تمھارے ساتھ خیر خواہی کا جو تقاضا تھا وہ پورا کر دیا تھا، لیکن تم نے کفر کی راہ اختیار کی، اس لیے مجھے اب تمھارا یہ انجام دیکھ کر کوئی افسوس نہیں ہے اور شعیب علیہ السلام کا ان مردوں سے یہ خطاب ویسا ہی تھا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں کفار قریش کے مقتولین کو خطاب کیا تھا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن کنویں میں گرے ہوئے مقتول کفار قریش کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''اے ابوجہل بن ہشام، اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! بھلا جو وعدہ تمھارے پروردگار نے تم سے کیا تھا، کیا تم نے اسے سچا پایا؟ میرے پروردگار نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا میں نے تو اسے سچ پایا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیسے سنتے ہیں اور کیسے جواب دیں گے، وہ تو مردہ لاشے ہیں؟ فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان سے جو بات کہہ رہا ہوں، اسے تم ان کی نسبت زیادہ سننے والے نہیں ہو، لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹۷۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه : ۲۸۷٤]

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾

''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ گڑگڑائیں۔''

''بَاْسَآءُ'' وہ تکلیفیں جو انسان کے بدن کو لاحق ہوں یعنی بیماریاں اور ''ضَرَّآءُ'' سے مراد فقر اور تنگ دستی۔ مطلب یہ ہے کہ جس کسی بستی میں ہم نے رسول بھیجا، انھوں نے اس کی تکذیب کی تو اس پاداش میں ہم نے ان کو بیماری اور محتاجی میں مبتلا کر دیا، جس سے مقصد یہ تھا کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں اور اس کی بارگاہ میں گڑگڑائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [السجدة : ۲۱] ''اور یقیناً ہم انھیں قریب ترین عذاب کا کچھ حصہ سب سے بڑے عذاب سے پہلے ضرور چکھائیں گے، تاکہ وہ پلٹ آئیں۔''

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

"پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل کر دے دی، یہاں تک کہ وہ خوب بڑھ گئے اور انھوں نے کہا یہ تکلیف اور خوشی تو ہمارے باپ دادا کو (بھی) پہنچی تھی۔ تو ہم نے انھیں اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر ہم نے ان کی حالت کو بدحالی سے آسودگی میں، مرض اور بیماری سے صحت و عافیت میں اور فقر سے دولت مندی میں بدل دیا، تاکہ وہ شکر ادا کریں اور اللہ کی طرف رجوع کریں، مگر انھوں نے نہ تکلیف سے کوئی سبق سیکھا اور نہ آسودگی ہی سے، نہ وہ رنج کو دیکھ کر باز آئے اور نہ راحت کو دیکھ کر، بلکہ کہنے لگے کہ ہم بھی رنج و راحت سے اسی طرح دو چار ہوتے ہیں، جیسا کہ زمانہ قدیم میں ہمارے آبا و اجداد ان سے دو چار ہوتے رہے تھے، کیونکہ زمانے کے حالات بدلتے رہتے ہیں، کبھی کوئی حالت ہوتی ہے اور کبھی کوئی اور۔ وہ اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہے کہ یہ دونوں حالتیں تو اللہ کی طرف سے آزمائش ہیں۔

ان کفار کے برعکس مومنوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ آسودگی اور خوشحالی میں اللہ کا شکر بجالاتے ہیں، رنج اور تکلیف کی حالت میں صبر کرتے ہیں، سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن کا معاملہ بھی کتنا تعجب انگیز ہے کہ اس کا ہر معاملہ ہی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے اور کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے کوئی آسودگی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر بجالاتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور صبر کرنا بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔" [مسلم، کتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير : ۲۹۹۹]

الغرض، مومن وہ ہے جو رنج اور آسودگی دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائش کو سمجھ جائے۔

فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ : یعنی ہم نے انھیں اس طرح اچانک پکڑ لیا کہ انھیں نے اس کا شعور بھی نہ تھا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سیدنا عبید بن خالد سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچانک موت (کافر و فاجر کے لیے اللہ کی) ناراضی کی پکڑ ہے۔" [أبو داؤد، كتاب الجنائز، باب في موت الفجأة : ۳۱۱۰۔ مسند أحمد : ۴۲۴/۳، ح : ۱۵۵۰۳]

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّ هُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾

"اور اگر واقعی بستیوں والے ایمان لے آتے اور بچ کر چلتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے اور لیکن انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے انھیں اس کی وجہ سے پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔ تو کیا بستیوں والے

بے خوف ہو گئے کہ ہمارا عذاب ان پر راتوں رات آ جائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں۔ اور کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ہمارا عذاب ان پر دن چڑھے آ جائے اور وہ کھیل رہے ہوں۔ پھر کیا وہ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں، تو اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بیان فرمایا ہے کہ ایمان وتقویٰ ایسی چیز ہے کہ جس بستی کے لوگ اسے اپنا لیں تو ان پر اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے، یعنی حسب ضرورت انھیں آسمان سے بارش مہیا فرماتا ہے اور زمین اس سے سیراب ہو کر خوب پیداوار دیتی ہے۔ نتیجتاً خوشحالی وفراوانی ان کا مقدر بن جاتی ہے، لیکن اس کے برعکس تکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کرنے پر قومیں اللہ کے عذاب کی مستحق ٹھہر جاتی ہیں، پھر پتا نہیں ہوتا کہ شب وروز کی کس گھڑی میں عذاب آ جائے اور ہنستی کھیلتی بستیوں کو آن واحد میں کھنڈر بنا کر رکھ دے۔ اس لیے اللہ کی تدبیروں سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے، اس بے خوفی کا نتیجہ سوائے خسارے کے اور کچھ نہیں۔ یہاں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ بندے کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اپنے ایمان کے ضیاع سے بے خوف ہو جائے، وہ ہمیشہ اس بات سے ڈرتا رہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے ایسی آزمائش سے دوچار نہ کر دے کہ جس سے اس کا سرمایۂ ایمان سلب ہو جائے، اس لیے وہ ہمیشہ اللہ سے یہ دعا کرتا رہے: « يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ! ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ » "اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔" [ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء یا مقلب القلوب ......الخ : ۳۵۲۲]

اَوَ لَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

"اور کیا ان لوگوں کی رہنمائی جو زمین کے وارث اس کے رہنے والوں کے بعد بنتے ہیں، اس بات نے نہیں کی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کی وجہ سے انھیں سزا دیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں تو وہ نہیں سنتے۔"

اس آیت کریمہ میں بنی نوع انسان کے لیے ایک بڑی تنبیہ ہے کہ اس دنیا میں اللہ کے عذاب سے ہمیشہ ڈرتے ہوئے رہنا چاہیے اور ان قوموں کے انجام بد سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے جو پہلے گزر چکی ہیں۔ جس طرح اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انھیں گرفت میں لے لیا، اسی طرح ممکن ہے کہ ان لوگوں کو بھی ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے جو ان ہلاک کی گئی قوموں کے بعد آئے ہیں اور اسی سرزمین پر انھی کی طرح گناہ بھی کر رہے ہیں جس پر گزشتہ قومیں آباد تھیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۲۸] "پھر کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے،

جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں، بے شک اس میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً کئی نشانیاں ہیں۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴾ [السجدة : ٢٦] ’’اور کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں، تو کیا یہ نہیں سنتے؟‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴾ [مريم : ٩٨] ’’اور ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانے کے لوگوں کو ہلاک کر دیا، کیا تو ان میں سے کسی ایک کو محسوس کرتا ہے، یا ان کی کوئی بھنک سنتا ہے؟‘‘

وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو یہ سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ سارے دل پر چھا جاتا ہے۔‘‘ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ویل للمطففین : ٣٣٣٤]

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

’’یہ بستیاں ہیں، ہم تجھ سے ان کے کچھ حالات بیان کر رہے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے، تو وہ ایسے نہ تھے کہ اس چیز کو مان لیتے جسے وہ اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔‘‘

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم نوح، قوم ھود، قوم صالح، قوم لوط اور قوم شعیب علیہم السلام کے قصے سنائے اور بتایا کہ اس نے اپنے دشمنوں کو کس طرح ہلاک کیا اور اپنے مومن بندوں کو کس طرح نجات عطا فرمائی، کافروں کے تمام حیلے بہانے کس طرح ختم کر دیے تھے، کیونکہ اس نے اپنے رسولوں کی زبانی دلائل کے ساتھ حق کو واضح طور پر بیان کر دیا تھا، تو اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ یہ سب اس لیے ہے کہ آپ کی قوم عبرت حاصل کرے اور ایمان لے آئے اور اس لیے تاکہ آپ کو تسلی ہو کہ مشرکین کی جانب سے آپ کو جو تکلیف پہنچ رہی ہے وہ آپ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ گزشتہ زمانوں کے دیگر انبیاء کو بھی ایسی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ حق کی تکذیب ان قوموں کا شیوہ بن گیا تھا اور جب انبیاء نے حق کی تصدیق کے لیے دلائل و براہین پیش کیے تو وہ تکذیب حق میں تیز تر ہو گئے۔

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ : یعنی ایسی نشانیاں جو ان کی خبروں کی صداقت کی دلیل تھیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۵] ''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں ، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّ حَصِيْدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴾ [ھود : ۱۰۰، ۱۰۱] ''یہ ان بستیوں کی چند خبریں ہیں جو ہم تجھے بیان کرتے ہیں، ان میں سے کچھ کھڑی ہیں اور کچھ کٹ چکی ہیں۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن انھوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا، پھر ان کے وہ معبود ان کے کچھ کام نہ آئے جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے، جب تیرے رب کا حکم آ گیا اور انھوں نے ہلاک کرنے کے سوا انھیں کچھ زیادہ نہ دیا۔''

فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ : یعنی رسول ان کے پاس جس چیز کو لے کر آئے وہ اسے ماننے والے نہیں تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حق کی انھوں نے اسی وقت تکذیب کر دی تھی جب پہلی مرتبہ ان کے پاس آیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ [الأنعام : ۱۰۹، ۱۱۰] ''اور تمھیں کیا چیز معلوم کرواتی ہے کہ بے شک وہ جب آئیں گی تو یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسے وہ اس پر پہلی بار ایمان نہیں لائے۔''

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝

''اور ہم نے ان میں سے اکثر کے لیے کوئی عہد نہیں پایا اور بے شک ہم نے ان کے اکثر کو فاسق ہی پایا۔''

مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان میں سے اکثر کو بدکار اور اطاعت و فرماں برداری سے خارج ہی پایا۔ یہاں عہد سے مراد وہ عہد ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا فرمایا۔ وہ ابھی پشتوں ہی میں تھے کہ ان سے یہ عہد لیا کہ وہ ان کا رب اور مالک ہے اور اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، تو اس کا انھوں نے اقرار اور عہد و پیمان کیا تھا، مگر پھر خود ہی اس کی انھوں نے مخالفت بھی کی، اسے پس پشت پھینک دیا اور کسی دلیل و حجت اور عقل و شریعت کی تائید کے بغیر اللہ تعالیٰ کے سوا معبودانِ باطلہ کی پوجا شروع کر دی، حالانکہ خود فطرتِ سلیمہ ہی اس کے خلاف ہے۔ اول سے آخر تمام انبیاء نے بھی اس سے منع فرمایا، جیسا کہ سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے تمام بندوں کو دین اسلام پر پیدا کیا تھا، مگر شیطانوں نے ان کے پاس آ کر انھیں دین اسلام سے بہکا دیا اور ان کے لیے وہ چیزیں حرام قرار دے دیں جو میں نے ان کے لیے حلال قرار دی تھیں۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا أهل الجنة و أهل النار : ۲۸٦۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بچہ فطرت اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے، بعد ازاں

اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔" [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی أولاد المشرکین : ۱۳۸۵۔ مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة : ۲۶۵۸]

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

"پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو انھوں نے ان کے ساتھ ظلم کیا۔ پھر دیکھ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟"

اس آیت کریمہ سے موسیٰ علیہ السلام ، فرعون اور بنی اسرائیل کے واقعات کا آغاز ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور قوم فرعون کی ہدایت کے لیے نشانیاں دے کر مبعوث کیا، لیکن انھوں نے ان نشانیوں کا انکار کر دیا اور اپنے کفر و شرک اور تکبر پر اڑے رہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ [النمل : ١٤] "اور انھوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا، حالانکہ ان کے دل ان کا اچھی طرح یقین کر چکے تھے، پس دیکھ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔" یعنی جنھوں نے اللہ کے راستے سے روکا اور اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں سمندر میں ڈبو دیا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ دیکھ لیجیے کہ زمین میں کفر و شرک کے ذریعے فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوتا ہے؟

وَ قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

"اور موسیٰ نے کہا اے فرعون! بے شک میں جہانوں کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔ اس بات پر پوری طرح قائم ہوں کہ اللہ پر حق کے سوا نہ کہوں، بلاشبہ میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل لے کر آیا ہوں، سو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ اس نے کہا اگر تو کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو وہ لے آ، اگر تو سچوں میں سے ہے۔ تو اس نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدہا تھی۔ اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکنے والا تھا۔"

موسیٰ علیہ السلام اپنی دعوت لے کر فرعون کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور میں تمھیں اللہ

کی طرف سے حق بات بتانے اور اپنی صداقت کی نشانی لے کر آیا ہوں۔ فرعون نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو جس نشانی کا ابھی ذکر کیا ہے اسے دکھاؤ۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر پھینک دی جو ایک عظیم و مہیب سانپ میں بدل گئی اور اپنا ہاتھ اپنی جیب یا بغل کے نیچے سے نکالا تو سفید و شفاف بن گیا اور اس سے خوبصورت روشنی پھوٹ کر نکلنے لگی، جسے ہر آدمی دیکھنے لگا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٩﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿١١٠﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿١١١﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿١١٢﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْۤا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٣﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿١١٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿١١٥﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿١١٦﴾

”فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا یقیناً یہ تو ایک ماہر فن جادوگر ہے۔ جو چاہتا ہے کہ تمھیں تمھاری سرزمین سے نکال دے، تو تم کیا حکم دیتے ہو؟ انھوں نے کہا اسے اور اس کے بھائی کو مؤخر رکھ اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیج دے۔ کہ وہ تیرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے آئیں۔ اور جادوگر فرعون کے پاس آئے، انھوں نے کہا یقیناً ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا، اگر ہم ہی غالب ہوئے۔ کہا ہاں! اور یقیناً تم ضرور مقرب لوگوں سے ہو گے۔ انھوں نے کہا اے موسیٰ! یا تو تو پھینکے، یا ہم ہی پھینکنے والے ہوں۔ کہا تم پھینکو۔ تو جب انھوں نے پھینکا، لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انھیں سخت خوف زدہ کر دیا اور وہ بہت بڑا جادو لے کر آئے۔“

جب قوم فرعون کے سرداروں نے لاٹھی کو سانپ کی شکل میں اور ہاتھ کو بغیر کسی بیماری کے سفید و شفاف دیکھ لیا، تو کہنے لگے کہ یہ تو کوئی بہت بڑا ماہر جادوگر ہے، (جادو اس لیے کہا کہ عوام کے دل و دماغ پر ان معجزات کا اثر نہ ہو) یہ تو تمھیں ملک مصر سے اپنے جادو کے ذریعے نکال کر خود اس پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ اس کے بعد فرعون نے سرداروں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ چنانچہ سب نے مشورہ دیا کہ موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو بند کر دیجیے اور لوگوں کو پورے ملک میں بھیج کر ماہر جادوگروں کو جمع کیجیے۔ اس زمانے میں سرزمین مصر میں جادو کا بہت چرچا تھا اور جادوگروں کی بڑی اہمیت تھی۔ اسی لیے ان لوگوں نے سمجھا کہ موسیٰ کا کارنامہ بھی جادو کے قبیل سے ہے اور بڑے جادوگر ہی اس کی کاٹ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ملک کے تمام جادوگر جمع ہو گئے اور فرعون سے یہ شرط منوائی کہ اگر وہ موسیٰ پر غالب آ گئے

تو انھیں اس کا مناسب انعام ملے گا۔ فرعون نے کہا کہ ہاں، اگر وہ غالب آ گئے تو وہ درباریوں اور معزز لوگوں میں داخل کر لیے جائیں گے۔ جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کو اختیار دیا کہ چاہو تو تم پہلے اپنے فن کا مظاہرہ کرو، یا پھر ہم اپنے کمالات دکھائیں۔ گویا انھیں اپنے اوپر بھرپور اعتماد تھا کہ غلبہ انھی کو حاصل ہو گا، چاہے بعد میں اپنا کرتب دکھلائیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پہلے تم لوگ اپنی قوت کا مظاہرہ کرو۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ جب لوگ ان کے کارناموں کو دیکھ لیں گے تو پھر معجزۂ الٰہی کا ظہور ہو گا اور اپنی پوری قوت کے ساتھ دیکھنے والوں کے دل و دماغ پر اثر ڈالے گا، چنانچہ انھوں نے لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا، لوگ سمجھنے لگے کہ واقعی ان کے سامنے سانپ دوڑ رہے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ﴾ [طٰہٰ : ٦٦] ”تو اچانک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں، اس کے خیال میں ڈالا جاتا تھا، ان کے جادو کی وجہ سے کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَىٰ ۝ وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۖ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ﴾ [طٰہٰ : ٦٧ تا ٦٩] ”تو موسیٰ نے اپنے دل میں ایک خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا خوف نہ کر، یقیناً تو ہی غالب ہے۔ اور پھینک جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ نگل جائے گا جو کچھ انھوں نے بنایا ہے، بے شک انھوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آئے۔“

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿١١٧﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٨﴾ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانقَلَبُوا صَاغِرِينَ ﴿١١٩﴾ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿١٢٠﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢١﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿١٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ آمَنتُم بِهِ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوهُ فِي الْمَدِينَةِ لِتُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿١٢٣﴾ لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٢٤﴾ قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿١٢٥﴾ وَمَا تَنقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا ۚ رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿١٢٦﴾

”اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی پھینک، تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگلنے لگی جو وہ جھوٹ موٹ بنا رہے تھے۔ پس حق ثابت ہو گیا اور باطل ہو گیا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ تو اس موقع پر وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہوئے۔ اور جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے۔ انھوں نے کہا ہم جہانوں کے رب پر ایمان لائے۔ موسیٰ اور ہارون کے رب پر۔ فرعون نے کہا تم اس پر اس سے پہلے ایمان لے آئے کہ میں تمھیں اجازت دوں، بے شک یہ تو ایک چال ہے

جو تم نے اس شہر میں چلی ہے، تا کہ تم اس سے اس کے رہنے والوں کو نکال دو، سو تم جلد جان لو گے۔ یقیناً میں ضرور تمھارے ہاتھ اور تمھارے پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹوں گا، پھر یقیناً تم سب کو ضرور بری طرح سولی دوں گا۔ انھوں نے کہا یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اور تو ہم سے اس کے سوا کس چیز کا بدلہ لے رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات پر ایمان لے آئے، جب وہ ہمارے پاس آئیں، اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں اس حال میں فوت کر کہ فرماں بردار ہوں۔"

اس وقت اللہ نے اپنے بندے اور رسول موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ اب تمھارے دائیں ہاتھ میں جو لاٹھی ہے اسے زمین پر پھینک دو، انھوں نے ایسا ہی کیا اور وہ لاٹھی جادوگروں کے تمام جھوٹے سانپوں کو نگلنے لگی، یہ دیکھ کر فرعون، اس کے کارکنان اور اس قوم کے لوگ ذلیل و رسوا ہو کر واپس لوٹنے لگے اور جادوگر ﴿ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴾ کہتے ہوئے سجدے میں گر گئے۔ جب حق واضح ہو گیا اور تمام جادوگر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے، تو فرعون نے اپنی ذلت و رسوائی پر پردہ ڈالنے کے لیے کہا کہ تم لوگ میری اجازت کے بغیر موسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لے آئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ یہاں آنے سے پہلے موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ مل گئے تھے اور ایک رچی رچائی سازش کے مطابق یہاں آئے ہو کہ پہلے تم لوگ موسیٰ کے خلاف بظاہر اپنی اپنی تیزی دکھاؤ گے اور پھر اس کے سامنے جھک جاؤ گے، تا کہ تم سب مل کر قبطیوں کو یہاں سے نکال دو اور ان کی جگہ لے لو۔ موسیٰ (علیہ السلام) تمھارا بادشاہ بن جائے اور اس کے ساتھ تم لوگ رہنے لگو، تو عنقریب تم لوگ اپنے انجام کو پہنچ جاؤ گے۔ وہ خبیث شخص سمجھتا تھا کہ یہ جادوگر زمین میں فساد برپا کرنے والے ہیں، لہٰذا وہ ان کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو فسادیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، کہا کہ میں تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنوں پر تم سب کو سولی دے دوں گا۔ ایمان لانے والے جادوگروں کو جب فرعون نے یہ دھمکی دی تو انھوں نے کہا کہ ہمیں تمھاری سزا کی کوئی پروا نہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بہتر ہے اور وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اس لیے تو جو فیصلہ کرنا چاہے کر لے، ہم تیرے عذاب کو صبر کے ساتھ برداشت کر لیں گے، تا کہ کل کے عذاب سے بچ جائیں۔ فرعون کو جواب دیتے ہوئے انھوں نے کہا: ﴿ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴾ [طٰہٰ : ۷۲ تا ۷۵] "سو فیصلہ کر جو تو فیصلہ کرنے والا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ تو اس دنیا کی زندگی کا فیصلہ کرے گا۔ بے شک ہم اپنے رب پر اس لیے ایمان لائے ہیں کہ وہ ہمارے لیے ہماری خطائیں بخش دے اور جادو کے وہ کام بھی جن پر تو نے ہمیں مجبور کیا ہے اور اللہ بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم ہے، نہ وہ اس میں مرے گا اور نہ جیے گا۔ اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے
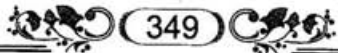
اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔"

دن کے ابتدائی حصے میں یہ لوگ جادوگر تھے، مگر آخری حصے میں نیکوکار اور شہداء بن گئے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَ قَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ یَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۫ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْۤا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

"اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھے گا، تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دے؟ اس نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو بری طرح قتل کریں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور یقیناً ہم ان پر قابو رکھنے والے ہیں۔ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، بے شک زمین اللہ کی ہے، وہ اس کا وارث اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے بناتا ہے اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔ انھوں نے کہا ہمیں اس سے پہلے ایذا دی گئی کہ تو ہمارے پاس آئے اور اس کے بعد بھی کہ تو ہمارے پاس آیا۔ اس نے کہا تمھارا رب قریب ہے کہ تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمھیں زمین میں جانشین بنا دے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔"

موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی اور جادوگروں کے ایمان لانے کے بعد بنی اسرائیل کے آدمی بڑی تعداد میں موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ حالات کے اس انقلاب نے فرعون اور اس کے حواریوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اسی لیے درباریوں نے فرعون کو موسیٰ علیہ السلام اور مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور کہا کہ اگر انھیں اسی طرح آزاد چھوڑ دیا گیا تو یہ لوگ آپ کی رعایا کو خراب کریں گے، ملک میں فساد برپا کریں گے اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ کر موسیٰ کے رب کی عبادت کی دعوت دیں گے۔ فرعون نے ان کی بات مان کر کہا کہ ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو اپنی خدمت کے لیے زندہ رکھیں گے۔

جب فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کر لیا اور موسیٰ علیہ السلام کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف رجوع کرنے، اسی سے مدد مانگنے اور اسی پر بھروسا کرنے اور صبر کرنے کی نصیحت کی۔ ساتھ ہی یہ بشارت دی کہ بالآخر غلبہ تمھیں ہی حاصل ہو گا اور زمین کے سردار آل فرعون نہیں بلکہ تم ہو گے، اس لیے کہ

زمین کا مالک اللہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے۔
بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا کہ اس سرزمین پر ہم تو پریشان ہی رہے ہیں۔ آپ کی ولادت سے پہلے ہمارے بچوں کو اس لیے قتل کیا گیا کہ کہیں موسیٰ نہ پیدا ہو جائے اور اب جب آپ نبی مرسل بن کر آئے ہیں تب بھی ہمارے بچوں کو قتل کیا جا رہا ہے، تاکہ ہمارا وجود ہی ختم ہو جائے، تو موسیٰ علیہ السلام نے پہلے جس بشارت کی طرف اشارہ کیا تھا، اس کی صراحت کر دی کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ہی تمھارے دشمنوں کو ہلاک کرے گا اور تمھیں زمین کی سیادت عطا کرے گا۔

وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے فرعون کی آل کو قحط سالیوں اور پیداوار کی کمی کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔ تو جب ان پر خوش حالی آتی تو کہتے یہ تو ہمارے ہی لیے ہے اور اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھ والوں کے ساتھ نحوست پکڑتے۔ سن لو! ان کی نحوست تو اللہ ہی کے پاس ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔“

جادوگروں کے شکست کھا جانے اور ان کے ایمان لے آنے کے بعد فرعون کے لیے یہ بات آفتاب کی طرح واضح ہو چکی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ ان پر ایمان لایا جائے، لیکن غرور و نخوت اور جھوٹی معبودیت کے زعم میں کفر و عناد پر مصر رہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پہلے اسے اور اس کی قوم کو قحط سالی میں مبتلا کیا کہ اب بھی شاید توبہ کی توفیق ہو جائے، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں خوشحالی اور امن و عافیت کی کڑی آزمائش میں مبتلا کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے فخر و تکبر میں آگے ہی بڑھتے گئے۔ جب قحط سالی آئی تو کہنے لگے کہ یہ سب موسیٰ اور بنی اسرائیل کی وجہ سے ہو رہا ہے اور جب خوشحالی آئی تو کہنے لگے کہ ہم تو اس کے حق دار ہیں۔ اسی لیے اللہ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام امور کا مدبر اور ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے اور خوشحالی اور قحط سالی اسی کے اختیار میں ہے، موسیٰ اور بنی اسرائیل کے وجود سے بدشگونی لینا تمھارے کفر و عناد کا نتیجہ ہے۔

وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ : ”طَآئِرٌ“ کے معنی ہیں ”اڑنے والا“ یعنی پرندہ۔ چونکہ پرندے کے دائیں یا بائیں اڑنے سے وہ لوگ نیک فال یا بدفال لیا کرتے تھے، اس لیے یہ لفظ مطلق فال کے لیے بھی استعمال ہونے لگ گیا اور یہاں یہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی مرض متعدی نہیں، (ماہ) صفر کی نحوست اور الو کی نحوست بھی کوئی چیز نہیں۔“ [بخاري، كتاب الطب، باب لا هامة : ۵۷۷۰۔ مسلم، كتاب السلام، باب لا عدوى ولا طيرة...... الخ : ۲۲۲۰]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے۔“ تین دفعہ یہ فرمایا، پھر فرمایا: ”اور ہم میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی وہم ہو ہی جاتا ہے، مگر اللہ عزوجل اسے توکل کی برکت سے زائل کر دیتا ہے۔“ [أبوداوٗد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ : ۳۹۱۰۔ ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی الطیر : ۱۶۱٤]

قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

”اور انھوں نے کہا تو ہمارے پاس جو نشانی بھی لے آئے، تاکہ ہم پر اس کے ساتھ جادو کرے تو ہم تیری بات ہرگز ماننے والے نہیں۔ تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون، جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انھوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔“

آل فرعون کا کبر و غرور بڑھتا ہی گیا، یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ چاہے تم کوئی بھی نشانی لاؤ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ جب ان کا کفر و عناد اس حد تک بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کچھ سختیاں نازل ہونا شروع ہوئیں۔ ”الطُّوْفَانَ“ یعنی آسمان سے موسلا دھار بارش اور دریاؤں میں سخت طغیانی جس نے کھیتوں اور پھلوں کو تباہ کر دیا اور انسانوں میں اموات ہونے لگیں۔ ”الْجَرَادَ“ یعنی ٹڈیاں جنھوں نے ان کے کھیتیوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا ”الْقُمَّلَ“ سے مراد جوئیں ہیں جو انسان کے جسم، کپڑے اور بالوں میں پیدا ہو جاتی ہیں، یا گھن کا کیڑا ہے جو غلے میں لگ جاتا ہے اور اس کے بیشتر حصے کو ختم کر دیتا ہے۔ ”الضَّفَادِعَ“ یہ ضَفْدَعَۃٌ کی جمع ہے، اس کا معنی مینڈک ہے، تو ان کے گھروں میں، کھانوں میں، غلوں اور بستروں میں ہر جگہ مینڈک ہی مینڈک نظر آنے لگے اور ”الدَّمَ“ سے مراد یہ ہے کہ ان کی نہروں اور کنوؤں کا پانی خون میں بدل گیا، مچھلیاں مر گئیں اور نہروں کا پانی بدبودار ہو گیا، بعض لوگوں نے اس سے نکسیر کی بیماری مراد لی ہے، یعنی ہر شخص کی ناک سے خون جاری ہو گیا۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ : ”الْجَرَادَ“ سے مراد ایک خاص قسم کی ٹڈیاں ہیں جو فصلوں کو نقصان پہنچاتی ہیں اور انھیں کھانا جائز ہے، یعنی یہ حلال ہیں، ابو یعفور رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات یا چھ غزوات میں حصہ لیا اور ہم آپ کے ساتھ (یعنی آپ کی موجودگی میں) ٹڈیاں کھایا کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب أکل الجراد : ۵٤۹۵۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح ، باب إباحة الجراد : ۱۹۵۲]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے لیے دو مردہ چیزیں اور دو خون حلال قرار دیے گئے ہیں، مردہ چیزوں سے مراد مچھلی اور ٹڈی، جبکہ دو خونوں سے مراد جگر اور تلی ہیں۔'' [مسند أحمد : ۹۷/۲، ح : ۵۷۲۵۔ ابن ماجه، كتاب الأطعمة ، باب الكبد والطحال : ۳۳۱۴]

وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

''اور جب ان پر عذاب آتا تو کہتے اے موسیٰ! اپنے رب سے اس عہد کے واسطے سے دعا کر جو اس نے تیرے ہاں دے رکھا ہے، یقیناً اگر تو ہم سے یہ عذاب دور کر دے تو ہم ضرور ہی تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو ضرور ہی بھیج دیں گے۔ پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک وقت تک دور کر دیتے، جسے وہ پہنچنے والے تھے تو اچانک وہ عہد توڑ دیتے تھے۔''

یعنی اس قوم کا یہ وتیرہ بن گیا کہ مذکورہ پانچ عذابوں میں سے جب کوئی عذاب آتا تو فوراً سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس دعا کے لیے التجا کرتے اور کہتے کہ تمھارے پروردگار نے تم سے جو عہد کر رکھا ہے اس کے مطابق تمھاری دعا ضرور قبول ہوگی اور اگر تمھاری دعا سے ہم سے عذاب ٹل گیا تو پھر ہم تمھارا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو تمھارے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ اسی طرح پانچ دفعہ یہی واقعہ ہوا اور یہ فرعونی ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے تھے۔ بعض مفسرین نے یہاں لفظ ''رِجز'' کے معنی عذاب کے بجائے طاعون کے لیے ہیں اور احادیث سے بھی اس معنی کی تائید ہو جاتی ہے، جیسا کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''طاعون (رجز) عذاب کی نشانی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے لوگوں، یا (فرمایا) بنی اسرائیل کو آزمایا، لہٰذا جب تم سنو کہ کسی ملک میں طاعون پھیلا ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب تم وہیں ہو تو وہاں سے مت بھاگو۔'' [مسلم، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة : ۲۲۱۸]

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

''تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس انھیں سمندر میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب فرعونی بغاوت و سرکشی میں حد سے بڑھ گئے، حالانکہ انھیں یکے بعد دیگرے مختلف آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیتے ہوئے انھیں دریا میں غرق کر دیا، کیونکہ انھوں

نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے نہ صرف غفلت کا مظاہرہ کیا، بلکہ ان کی صریحاً تکذیب بھی کی تھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى ۝ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴾ [طٰہٰ: ۷۷، ۷۸] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا، پس ان کے لیے سمندر میں ایک خشک راستہ بنا، نہ تو پکڑے جانے سے خوف کھائے گا اور نہ ڈرے گا۔ پس فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا، تو انھیں سمندر سے اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے انھیں ڈھانپا۔“

وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝

”اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی، اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کے لوگ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد بنی اسرائیل کو زمین کی سیادت عطا کی، مصر و شام کے علاقے ان کے زیر تصرف آ گئے، یہ وہی لوگ تھے جنھیں فرعون نے اپنا غلام بنا رکھا تھا اور جن کے ہزاروں بچوں کو قتل کروا دیا تھا، لیکن جب موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور مصائب و آلام پر صبر و استقامت سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں زمین کا مالک بنا دیا اور فرعونیوں کے محلات اور باغات کو تاراج کر دیا۔ اسی بات کو دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا: ﴿ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴾ [القصص: ۵، ۶] ”اور ہم چاہتے تھے کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جنھیں زمین میں نہایت کمزور کر دیا گیا اور انھیں پیشوا بنائیں اور انھی کو وارث بنائیں اور انھیں زمین میں اقتدار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو ان سے وہ چیز دکھلائیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔“ اور فرعونیوں کی ہلاکت و بربادی اور ان کی تباہی کا حال اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا: ﴿ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴾ [الدخان: ۲۵ تا ۲۸] ”کتنے ہی وہ چھوڑ گئے باغات اور چشمے۔ اور کھیتیاں اور عمدہ مقام۔ اور خوش حالی، جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان کا وارث اور لوگوں کو بنا دیا۔“

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤى اَصْنَامٍ لَّهُمْ١ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ١ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۰۰۱۳۸ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۰۰۱۳۹

’’اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں پر آئے جو اپنے کچھ بتوں پر جمے بیٹھے تھے، کہنے لگے اے موسیٰ! ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟ اس نے کہا بے شک تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کرتے ہو۔ بے شک یہ لوگ، تباہ کیا جانے والا ہے وہ کام جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے چلے آرہے ہیں۔‘‘

بنی اسرائیل فرعون کی غلامی سے آزاد ہونے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دریا پار کرنے کے بعد جزیرہ نمائے سینا کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ان کا گزر ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو بتوں کی پرستش کرتی تھی۔ انھیں دیکھ کر بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمیں بھی ایک ایسا ہی بت چاہیے، جس کے سامنے ہم جھکیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم لوگ اللہ کی شان و عظمت سے بالکل ناواقف ہو۔ ان بت پرستوں کا شرک ان کے لیے مہلک اور ان کا عمل سراسر باطل ہے۔

قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ١ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ : دوسری قوموں کی نقالی احساس کمتری کی غماز ہوتی ہے۔ احساس کمتری سے آدمی اسلامی چیزوں کو برا اور غیر اسلامی چیزوں کو اچھا سمجھنے لگتا ہے اور یہ چیز ایمان کے منافی ہے۔ کافروں کی چیزوں اور ان کے طریقوں کو پسند کرنا گویا کفر کو پسند کرنا ہے اور ایسے آدمی کا ایمان درحقیقت ایمان ہی نہیں۔ سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے حنین کی طرف جا رہے تھے کہ انھوں نے کفار کا ایک بیری کا درخت دیکھا، جس کے پاس وہ بیٹھے رہتے اور اس کے ساتھ وہ اپنا اسلحہ بھی لٹکا لیتے تھے۔ اس درخت کو ’’ذات انواط‘‘ کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد ہم بیری کے ایک بہت بڑے اور سرسبز و شاداب درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ایک ’’ذات انواط‘‘ مقرر فرما دیجیے، جیسا کہ کافروں کے لیے ’’ذات انواط‘‘ ہے، تو آپ نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تمھاری یہ بات اسی طرح ہے جس طرح قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿ اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ١ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴾ ’’ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟ تو اس نے کہا بے شک تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کرتے ہو‘‘ بے شک یہ پہلے لوگوں کے طور طریقے ہیں اور تم ضرور ان کی روش اختیار کرو گے۔‘‘ [مسند أحمد : ۵/ ۲۱۸، ح : ۲۱۹۵۶۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لترکبن سنن من کان قبلکم : ۲۱۸۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس کسی نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو

(یاد رکھیے!) مشابہت کرنے والا اسی قوم میں (شمار) ہوگا۔" [أبو داوٗد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة : ۴۰۳۱]

قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَ اِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾

"کہا کیا میں اللہ کے سوا تمھارے لیے کوئی معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تمھیں جہانوں پر فضیلت بخشی ہے۔ اور جب ہم نے تمھیں فرعون کی آل سے نجات دی، وہ تمھیں برا عذاب دیتے تھے، تمھارے بیٹوں کو بری طرح قتل کرتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔"

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے یہ بھی کہا کہ تم کیسی بہکی بات کرتے ہو، کیا جس اللہ نے تم پر اتنے احسانات کیے اور تمھیں جہانوں پر فضیلت بھی عطا کی، اسے چھوڑ کر میں تمھارے لیے پتھر اور لکڑی کے تراشے ہوئے بت تلاش کروں؟ یعنی یہ ناشکری اور احسان ناشناسی میں کس طرح کر سکتا ہوں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں کہ اس نے انھیں فرعون کی قید اور اس کے قہر سے نجات بخشی، ان کی ذلت و رسوائی کو عزت و سربلندی میں بدل دیا اور ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے دشمن کو دریا میں غرق کر کے ان کے دلوں کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی۔

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

"اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی اور اسے دس راتوں کے ساتھ پورا کر دیا، سو اس کے رب کی مقرر مدت چالیس راتیں پوری ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم میں تو میرا جانشین رہ اور اصلاح کرنا اور مفسدوں کے راستے پر نہ چلنا۔"

فرعون اور اس کے لشکر کے غرق ہونے کے بعد ضرورت لاحق ہوئی کہ بنی اسرائیل کی ہدایت و راہنمائی کے لیے کوئی کتاب انھیں دی جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تیس راتوں کے لیے کوہ طور پر بلایا، جس میں دس راتوں کا اضافہ کر کے اسے چالیس کر دیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جاتے وقت ہارون علیہ السلام کو، جو ان کے بھائی بھی تھے اور نبی بھی، اپنا جانشین مقرر کر دیا تاکہ وہ بنی اسرائیل کی ہدایت و اصلاح کا کام کرتے رہیں اور انھیں ہر قسم کے فساد سے بچائیں۔ اس آیت میں یہی بیان کیا گیا ہے۔

وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِیْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ

وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

''اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا اور لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھ، سو اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ تو جب اس کا رب پہاڑ کے سامنے ظاہر ہوا تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑا، پھر جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا تو پاک ہے، میں نے تیری طرف توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔''

جب موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے ساتھ ہم کلامی کا شرف ہوا، تو شدتِ شوق اور غایت محبت میں اللہ تعالیٰ کی دید کا سوال کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس دنیا میں آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے، اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو مطمئن کرنے کے لیے کہا کہ اس پہاڑ کو دیکھیے، اگر وہ میری تجلی کی تاب لے آئے اور اپنی جگہ باقی رہ جائے، تو آپ مجھے دیکھ سکیں گے۔ چنانچہ اللہ کی تجلی پہاڑ پر ظاہر ہوئی تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور وہ اپنی جگہ باقی نہ رہ سکا اور موسیٰ علیہ السلام اس منظر کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو اللہ کی پاکی بیان کی اور دوبارہ ایسا سوال کرنے سے توبہ کی۔

رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ : حرف ''لَنْ'' یہاں دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ کی نفی کے لیے استعمال ہوا ہے، ورنہ قرآن پاک اور بہت سی متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ مومنین اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن دیکھیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ [القیامۃ : ۲۲، ۲۳] ''اس دن کئی چہرے تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔''

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کا حجاب بھی نور ہے، اگر وہ اس حجاب کو ہٹا دے تو اس کے چہرۂ اقدس کے انوار سے وہ تمام مخلوق جل جائے جس تک اس کی نظر پہنچتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم : إن اللہ لا ینام ...... الخ : ۱۷۹]

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ﴾ [الأعراف : ۱۴۳] پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے (اپنے) نور میں سے اِس کی مثل ظاہر کیا۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی نصف خنصر انگلی کے ساتھ اشارہ کیا۔ [مستدرك

حاکم : ۱/ ۲۵، ح : ۶۷۔ مسند أحمد : ۳/ ۱۲۵، ح : ۱۲۲۶۸۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن ، باب و من سورة الأعراف : ۳۰۷۴]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے چہرے پر تھپڑ مارا گیا تھا، اس نے عرض کی، اے نبی! تیرے ایک انصاری صحابی نے میرے منہ پر تھپڑ مار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کو بلاؤ۔'' چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے بلایا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے اس کے منہ پر تھپڑ کیوں مارا ہے؟'' انھوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں یہودیوں کے پاس سے گزر رہا تھا تو میں نے سنا کہ اس نے کہا، اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام انسانوں سے برگزیدہ کیا! میں نے سوچا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی (اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو بزرگی دی ہے)؟ میں اس کی بات پر غضبناک ہوگیا اور میں نے اسے تھپڑ مار دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دیا کرو، قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرشِ الٰہی کے ایک پایہ کو پکڑے ہوئے ہوں گے، نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئے ہوں گے یا طور پر بے ہوش ہونے کے بدلے میں بے ہوش ہوئے ہی نہیں ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولما جاء موسٰی لمیقاتنا و كلمه ربه ﴾ : ۴۶۳۸۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسٰی علیه السلام : ۲۳۷۳]

قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَ بِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

''فرمایا اے موسیٰ! بے شک میں نے تجھے اپنے پیغامات اور اپنے کلام کے ساتھ لوگوں پر چن لیا ہے، پس لے لے جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی تکریم کے طور پر انھیں خوشخبری دی کہ میں نے آپ کو اپنا رسول بنانے اور آپ سے ہم کلام ہونے کے لیے آپ کو اوروں کے مقابلے میں چن لیا ہے۔ اس لیے اس نعمت کو قبول کیجیے اور اللہ کا شکر ادا کیجیے۔ آیت میں کلمہ ''النَّاسِ'' سے مراد صرف موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے لوگ ہیں، یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے زمانے کے لوگوں پر فضیلت دی تھی۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کا سردار بنایا ہے۔

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

''اور ہم نے اس کے لیے تختیوں میں ہر چیز کے بارے میں نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، سو انھیں قوت کے ساتھ پکڑ اور اپنی قوم کو حکم دے کہ ان کی بہترین باتوں کو پکڑے رکھیں، عنقریب میں تمھیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔''

یہ تورات کی تختیاں تھیں، جن میں بنی اسرائیل کی دینی اور دنیوی راہنمائی و بھلائی کی ہر بات نوشتہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان تختیوں کو وہ اس عزم کے ساتھ لیں کہ اس میں موجود احکام پر عمل پیرا ہوں گے اور نواہی سے اجتناب کریں گے اور غیروں کی اذیت پر صبر اور درگزر کریں گے۔ لیکن جو لوگ میرے اوامر کو ٹھکرائیں گے اور میری بندگی سے اعراض کریں گے تو عنقریب دیکھ لیں گے کہ ہلاکت و بربادی ان کا انجام ہوگا۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ : یعنی اللہ تعالیٰ نے تختیوں میں ان کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی ہے اور یہ تختیاں تورات ہی پر مشتمل تھیں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِن بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴾ [القصص : ٤٣] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اس کے بعد کہ ہم نے پہلی نسلوں کو ہلاک کر دیا، جو لوگوں کے لیے دلائل اور ہدایت اور رحمت تھی، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدم اور موسیٰ علیہما السلام میں بحث ہوگئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے آدم! آپ ہمارے والد ہیں، آپ نے ہمیں بہت گھاٹا دیا اور جنت سے نکلوا دیا۔ آدم نے کہا، تم موسیٰ ہو، اللہ نے تمھیں اپنے ساتھ ہم کلام ہونے کا شرف بخشا اور تمھارے لیے اپنے ہاتھ سے تورات لکھی، تم مجھے ایک ایسی بات (یعنی تقدیر) پر ملامت کر رہے ہو، جو اس نے میرے پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے ہی میرے لیے مقدر کر دی تھی؟ چنانچہ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔'' [بخاری، کتاب القدر، باب تحاج آدم و موسٰی عند الله : ٦٦١٤۔ مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی علیهما السلام : ٢٦٥٢۔ أبو داوٗد، کتاب السنة، باب فی القدر : ٤٧٠١]

سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٤٦﴾

''عنقریب میں اپنی آیات سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو زمین میں حق کے بغیر بڑے بنتے ہیں اور اگر ہر نشانی دیکھ لیں تو بھی اس پر ایمان نہیں لاتے اور اگر بھلائی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے راستہ نہیں بناتے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اسے راستہ بنا لیتے ہیں، یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔''

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبر و غرور سے بدتر کوئی صفت نہیں، اسی لیے اس کا انجام بھی بدترین بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ متکبر کے دل کی روشنی چھین لیتا ہے، وہ تمام دلائل و براہین دیکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی عظمت پر ایمان نہیں لاتا، اس کی شریعت پر عمل پیرا نہیں ہوتا، حق کا راستہ روز روشن کی طرح واضح ہونے کے باوجود اسے اختیار نہیں

کرتا اور ہر گمراہی کی طرف تیزی کے ساتھ لپکتا ہے۔

سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰیٰتِیَ الَّذِیۡنَ یَتَکَبَّرُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ : یعنی اپنی عظمت، شریعت اور احکام سے متعلق دلائل و براہین کے سمجھنے سے ان لوگوں کے دلوں کو محروم کر دوں گا جو میری اطاعت سے اعراض کریں گے اور لوگوں سے ناحق غرور کے ساتھ پیش آئیں گے، یعنی جس طرح انھوں نے تکبر اور غرور کیا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی انھیں احکام شریعت سے جاہل رکھ کر ذلیل و رسوا کر دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَاَبۡصَارَهُمۡ كَمَا لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ [الأنعام : ۱۱۰] ”اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسے وہ اس پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور انھیں چھوڑ دیں گے، اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں گے۔“ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ ﴾ [الصف : ۵] ”پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تکبر یہ ہے کہ آدمی حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانه : ۹۱]

وَاِنۡ یَّرَوۡا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡا بِهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ حَقَّتۡ عَلَيۡهِمۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۙ وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ﴾ [یونس : ۹۶، ۹۷] ”بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔“

وَاِنۡ یَّرَوۡا سَبِیۡلَ الرُّشۡدِ لَا یَتَّخِذُوۡہُ سَبِیۡلًا : یعنی اگر ان کے لیے راستی اور نجات کا راستہ ظاہر بھی ہو جائے تو یہ اسے اختیار نہیں کریں گے اور اگر ان کے لیے ہلاکت و ضلالت کا راستہ ظاہر ہو جائے تو اسے یہ اختیار کر لیں گے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ تِلۡكَ الدَّارُ الۡاٰخِرَةُ نَجۡعَلُهَا لِلَّذِيۡنَ لَا يُرِيۡدُوۡنَ عُلُوًّا فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ﴾ [القصص : ۸۳] ”یہ آخری گھر، ہم اسے ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو نہ زمین میں کسی طرح اونچا ہونے کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ کسی فساد کا اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔“

وَالَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآءِ الۡاٰخِرَۃِ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ ؕ ہَلۡ یُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۷﴾

”اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہو گئے، وہ اسی کا بدلہ دیے جائیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

متکبر انسان اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے، ان میں غور و فکر نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ کی آیتوں اور قیامت کے دن کو جھٹلائے گا اور اسی پر قائم رہے گا، یہاں تک کہ اسی حالت میں اسے موت آ جائے، تو روز قیامت اس کے کفر و معاصی کی وجہ سے اس کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی بھی نیکی کے معاملہ میں مومن کی حق تلفی نہیں کرے گا، مومن کو دنیا میں بھی اس کا بدلہ ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملے گا، جبکہ کافر کو ان نیکیوں کا (پورا) بدلہ جو اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ اس کا بدلہ اسے دیا جائے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة : ۲۸۰۸]

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَ لَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ يَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

''اور موسیٰ کی قوم نے اس کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا لیا، جو ایک جسم تھا، جس کی گائے جیسی آواز تھی۔ کیا انھوں نے یہ نہ دیکھا کہ بے شک وہ نہ ان سے بات کرتا ہے اور نہ انھیں کوئی راستہ بتاتا ہے۔ انھوں نے اسے پکڑا اور وہ ظالم تھے۔ اور جب وہ پشیمان ہوئے اور انھوں نے دیکھا کہ بے شک وہ تو گمراہ ہو گئے ہیں، تو انھوں نے کہا یقیناً اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم ضرور ہی خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

موسیٰ علیہ السلام جب چالیس راتوں کے لیے کوہِ طور پر گئے تو پیچھے سے سامری نامی شخص نے سونے کے زیورات اکٹھے کر کے ایک بچھڑا تیار کیا، یہ بچھڑا کچھ کچھ بیل کی آواز نکالتا تھا۔ چنانچہ سامری نے انھیں دھوکا دیا اور کہا کہ یہی ہمارا وہ معبود ہے جس نے ہمیں فرعون سے نجات دلائی تھی۔ سب نے اس کی بات مان لی اور ہارون علیہ السلام کے لاکھ سمجھانے کے باوجود اس بچھڑے کی عبادت کرنے لگے۔ بنی اسرائیل کی آنکھوں پر جہالت اور گمراہی کی پٹی بندھ گئی تھی، اسی لیے تو انھیں یہ سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوئی کہ یہ بچھڑا نہ ان سے باتیں کرتا ہے اور نہ کسی خیر کی طرف ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ پھر خالق ارض و سما کے بجائے وہ ان کا معبود کیسے ہو جائے گا؟ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں واپس آئے، ان کو اس حالت میں پایا اور ان کو ان کی گمراہی کے بارے میں آگاہ فرمایا تو انھیں اپنی گمراہی کا احساس ہوا اور اپنی غلطی پر نادم ہوئے، تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے رحم و مغفرت کی دعا کی۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ﴾ [طٰہٰ : ۸۸] ''پس اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا، جو محض جسم تھا، اس کے لیے گائے کی آواز تھی، تو انھوں نے کہا یہی تمھارا معبود اور موسیٰ کا معبود ہے، سو وہ بھول گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴾ [طٰہٰ : ۸۵] ''فرمایا پھر بے شک ہم نے تو تیری قوم کو تیرے بعد آزمائش میں ڈال دیا ہے اور انھیں سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔''

﴿ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴾ [طٰہٰ : ۸۹] ”تو کیا وہ دیکھتے نہیں کہ وہ نہ ان کی کسی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کے کسی نقصان کا مالک ہے اور نہ کسی نفع کا۔“

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ ؗ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

”اور جب موسیٰ غصے سے بھرا ہوا، افسوس کرتا ہوا اپنی قوم کی طرف واپس آیا تو اس نے کہا بری ہے جو تم نے میرے بعد میری جانشینی کی، کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلدی کی، اور اس نے تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ لیا، اسے اپنی طرف کھینچتا تھا۔ اس نے کہا اے میری ماں کے بیٹے! بے شک ان لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھے کہ مجھے قتل کر دیتے، سو دشمنوں کو مجھ پر خوش نہ کر اور مجھے ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کر۔“

موسیٰ علیہ السلام کو وہاں کوہِ طور ہی پر بذریعہ وحی یہ اطلاع دے دی گئی تھی کہ سامری نے ایک بچھڑا تیار کیا ہے اور قوم کے بہت سے لوگ گئو سالہ پرستی میں مبتلا ہو چکے ہیں، لہٰذا وہ جب واپس اپنی قوم کے پاس آئے تو غصہ اور رنج پہلے ہی سے طبیعت میں موجود تھا، آتے ہی لوگوں سے کہا کہ میرے بعد تم نے یہ کیا گل کھلا دیے کہ فوراً کفر و شرک والی زندگی تم میں عود آئی؟ پھر اسی غصہ کے عالم اور دینی حمیت کے جوش میں تختیاں نیچے پھینک دیں اور سیدنا ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال کھینچتے ہوئے کہا کہ تم نے میرا قائم مقام بن کر یہ سب کچھ کیسے برداشت کر لیا؟ اس کے مقابلہ میں سیدنا ہارون علیہ السلام نے بڑے پیار سے اور معذرت خواہانہ انداز میں کہا، میرے ماں جائے بھائی! ذرا میری بات سن لو، میں نے انھیں سمجھانے میں کچھ کوتاہی نہیں کی، مگر یہ اتنے سرکش لوگ ہیں کہ میری بات کو کچھ سمجھتے ہی نہ تھے، بلکہ الٹا مجھے مار ڈالنے کی دھمکیاں دینے لگے تھے، لہٰذا ان بدبختوں کو مجھ پر ہنسنے اور بغلیں بجانے کا موقع نہ دو اور یہ ہرگز نہ سمجھو کہ انھوں نے جو ظلم اور شرک کیا ہے وہ میری شہ پر کیا ہے۔

﴿ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ ﴾ : موسیٰ علیہ السلام کا شدید غصہ دو کاموں کی صورت میں ظاہر ہوا، ایک الواح کو پھینکنا اور دوسرے سیدنا ہارون علیہ السلام کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیکھنے اور سننے میں بہت فرق ہے۔ اس بات کی طرف رہنمائی یہ حدیث بھی کرتی ہے، جس میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، مشاہدہ کرنے والا سنی ہوئی خبر والے کی طرح نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ ان کی قوم کے لوگوں نے (ان کے بعد) بچھڑے کے معاملہ میں کیا کیا ہے تو (انھیں غصہ تو آیا

لیکن) انھوں نے تختیوں کو نہیں پھینکا، لیکن جب انھوں نے (اس چیز کا) معاینہ و مشاہدہ کیا جوان کی قوم نے کیا تو انھوں نے تختیاں پھینک دیں اور وہ ٹوٹ گئیں۔" [مسند أحمد : ۱/ ۲۷۱، ح :۲٤٥١۔ مستدرك حاكم : ۲/ ۳۲۱، ح : ۳۲۵۰۔ ابن حبان : ٦٢١٣، ٦٢١٤]

فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ : یعنی مجھے ان جیسا نہ سمجھے اور ان کے ساتھ نہ ملایئے۔ ہارون علیہ السلام نے یہاں موسیٰ علیہ السلام کو "اے میری ماں کے بیٹے" کہہ کر اس لیے مخاطب کیا کہ موسیٰ علیہ السلام زیادہ رحمت و شفقت کا مظاہرہ فرمائیں، ورنہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی ہیں، دونوں ایک ہی ماں باپ کے بیٹے ہیں۔ "شَمَاتَةٌ" کا معنی کسی نقصان پر دشمن کا خوش ہونا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ "شَمَاتَةُ الْأَعْدَاءِ" سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرَكِ الشَّقَاءِ وَ سُوْءِ الْقَضَاءِ وَ شَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ » "اے اللہ ! میں تجھ سے مصیبت کی سختی، تباہی تک پہنچ جانے، قضا و قدر کی برائی اور دشمنوں کے خوش ہونے سے پناہ مانگتا ہوں۔" [بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من جهد البلاء : ٦٣٤٧]

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِاَخِيْ وَ اَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ ۱۵۱

"اس نے کہا اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر لے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم والا ہے۔"

سیدنا ہارون علیہ السلام کے حلیمانہ جواب سے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت کچھ اعتدال پر آئی کہ انھوں نے اس معاملہ میں اپنے بھائی پر زیادتی کی ہے، تو فوراً اپنے پروردگار کی طرف رجوع کیا کہ مجھے بھی بخش دے اور اگر میرے بھائی سے ان لوگوں کو شرک سے باز رکھنے میں کچھ کوتاہی واقع ہوئی ہے تو اسے بھی معاف فرما دے اور ہمیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ۝ ۱۵۲ وَ الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْۤا ۫ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۱۵۳ وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَ فِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ۝ ۱۵۴

"بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو پکڑا عنقریب انھیں ان کے رب کی طرف سے بڑا غضب پہنچے گا اور بڑی رسوائی دنیا کی زندگی میں اور ہم جھوٹ باندھنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے برے اعمال کیے، پھر ان کے

بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے، بے شک تیرا رب اس کے بعد ضرور بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔اور جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو اس نے تختیوں کو اٹھا لیا اور ان کی تحریر میں ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔‘‘

بچھڑے کی پوجا کی وجہ سے بنی اسرائیل پر جو غضب الٰہی واقع ہوا تھا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک ان کی توبہ کو قبول نہ فرمایا جب تک ان میں سے بعض نے بعض کو قتل نہ کر دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ [البقرة : ٥٤] ’’اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو اپنے پکڑنے کے ساتھ اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو، پس اپنے آپ کو قتل کرو، یہ تمھارے لیے تمھارے پیدا کرنے والے کے نزدیک بہتر ہے، تو اس نے تمھاری توبہ قبول کر لی، بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ : اس آیت کریمہ میں ذلت سے مراد وہ ذلت و رسوائی ہے جس میں بنی اسرائیل دنیا کی زندگی میں مبتلا ہوئے۔ ہاں جنھوں نے توبہ کر لی، ان کے لیے اللہ غفور و رحیم ہے۔ معلوم ہوا کہ توبہ سے ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے، خواہ کفر و شرک یا نفاق اور اللہ و رسول کی مخالفت جیسا کبیرہ گناہ ہی کیوں نہ ہو، بشرطیکہ خالص توبہ ہو۔

آگے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کا غصہ جب فرو ہوا اور انھیں خیال آیا کہ حالت غضب میں انھوں نے اللہ کی طرف سے دی گئی تختیاں زمین پر پھینک دی تھیں تو انھیں فوراً اٹھا لیا، کیونکہ وہ تو اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت و رحمت کا سرچشمہ تھیں۔

وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

’’اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہمارے مقررہ وقت کے لیے چنے، پھر جب انھیں زلزلے نے پکڑا تو اس نے کہا اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو انھیں اس سے پہلے ہلاک کر دیتا اور مجھے بھی، کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے بے وقوفوں نے کیا ہے؟ یہ نہیں ہے مگر تیری آزمائش، جس کے ساتھ تو گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت بخشتا ہے جسے چاہتا ہے، تو ہی ہمارا یار و مددگار ہے، سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بخشنے والوں میں سب

سے بہتر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ بنی اسرائیل کے ستر (۷۰) منتخب آدمیوں کو لے کر کوہِ طور پر جائیں اور بنی اسرائیل نے جو بچھڑے کی پرستش کی ہے اس کی معافی کے لیے اللہ کے سامنے توبہ و استغفار کریں۔ جب وہ لوگ مقررہ جگہ پہنچے تو اچانک ایک زلزلہ آیا اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر تو چاہتا تو انھیں اور مجھے یہاں آنے سے پہلے بھی ہلاک کر سکتا تھا۔ اے اللہ! تو ہمیں ہمارے نادانوں نے جو کچھ کیا اس کی وجہ سے ہلاک نہ کر۔ یہ تو تیری ہی طرف سے ایک آزمائش تھی، جس میں تو نے انھیں ڈال دیا تھا۔ حقیقت میں گمراہی اور ہدایت تو تیرے ہاتھ میں ہے۔ اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں دوبارہ زندہ کر دیا۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

”اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی، بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ فرمایا میرا عذاب، میں اسے پہنچاتا ہوں جسے چاہتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو میں اسے ان لوگوں کے لیے ضرور لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (ان کے لیے) جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔“

پہلے موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے گناہوں کی معافی مانگی اور اس کے بعد دنیا و آخرت کی ہر بھلائی مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کا یہ جواب دیا کہ میں گناہ گاروں میں سے جسے چاہتا ہوں عذاب دیتا ہوں اور اس کی حکمت کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور اس کی بنیاد عدل و انصاف پر ہوتی ہے اور جسے چاہتا ہوں معاف کر دیتا ہوں۔ دنیا میں میری رحمت ہر نیک و بد اور تمام مخلوقات کے لیے عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اسی رحمتِ عامہ کی وجہ سے دنیا میں ہر جان دار کو روزی ملتی ہے، دنیاوی نعمتوں میں ہر نیک و بد شریک ہے، لیکن آخرت کی نعمت، جسے رحمتِ خاصہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، وہ صرف اللہ کے ان بندوں کے ساتھ خاص ہوگی جو اس دنیاوی زندگی میں گناہوں سے بچیں گے، زکوٰۃ دیں گے اور جو اللہ کی آیتوں پر ایمان لائیں گے اور ان پر عمل کریں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ [الأعراف : ۳۲] ”کہہ دے یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں، جبکہ قیامت کے دن (ان کے لیے) خالص ہوں گی۔“

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ » ”اے اللہ!

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات دے۔“ [بخاري، كتاب الدعوات، باب قول النبي ﷺ : ربنا آتنا في الدنيا حسنة : ٦٣٨٩]

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ : یہ ایک عظیم آیت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جامعیت اور عموم کا تذکرہ ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد اگرد حلقہ باندھے ہوئے ہیں، وہ کہتے ہیں: ﴿ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا ﴾ [المؤمن : ٧] ”اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ اسی اثنا میں ایک دیہاتی صحابی نے حالت نماز میں کہا، اے اللہ! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی دوسرے پر رحم نہ فرما۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو اس دیہاتی صحابی سے فرمایا: ”تم نے ایک بڑی وسیع چیز کو محدود کر دیا۔“ اس سے آپ کی مراد اللہ کی رحمت تھی۔ [بخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ٦٠١٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کیے، تو ننانوے (۹۹) حصے اپنے پاس رکھے اور زمین پر (صرف) ایک حصہ بھیجا، تو اسی ایک حصے کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور وحشی جانور اپنی اولاد پر شفقت کرتے ہیں اور رحمت کے ننانوے حصے اس نے اپنے پاس رکھے ہیں، جن کے ساتھ وہ قیامت والے دن اپنے (موحد) بندوں پر رحم کرے گا۔“ [مسلم، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى : ٢٧٥٢، ٢٧٥٣۔ بخاري، كتاب الأدب، باب جعل الله رحمة في مائة جزء : ٦٠٠٠]

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ١٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ١ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ١ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ ﴿۱۵۷﴾

”وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ کو پانے کی جو شرائط موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھیں وہی اب بھی ہیں، لیکن

ان تمام شرائط کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئیں اور ان کی اتباع کریں اور بنی اسرائیل انھیں خوب اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے نام اور ان کی صفات تورات و انجیل میں بیان کر دی گئی ہیں۔ گزشتہ آسمانی کتب میں آپ کی یہ صفت بھی بیان کی گئی تھی کہ آپ بھلائی کا حکم دیں گے، برائی سے روکیں گے اور ان اچھی اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لیے حلال کریں گے جو پہلے ان پر حرام تھیں، جیسے چربی اور وہ جانور جنھیں مشرکین نے اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا اور خرید و فروخت اور تجارت کی وہ تمام قسمیں جو حرام خوری سے خالی ہوں۔ اسی طرح گندگی اور نقصان دہ چیزوں کو ان کے اوپر حرام کریں گے، جیسے سور کا گوشت، سود اور وہ تمام محرمات جنھیں اللہ نے حرام بنایا ہے۔ آپ کی صفت یہ بھی ہوگی کہ آپ کا دین آسان ہوگا، نیز آپ ان کے بوجھ اور طوق اتاریں گے۔ یہ بوجھ اور طوق وہ ہیں جو پچھلی شریعت میں تھے، مثلاً نفس کے بدلے نفس کا قتل ضروری تھا، دیت یا معافی نہیں تھی، یا جس کپڑے کو نجاست لگ جاتی اسے کاٹ کر پھینکنا ضروری تھا، جبکہ شریعت اسلامیہ نے اسے صرف دھونے کا حکم دیا اور قصاص میں دیت اور معافی کی بھی اجازت دی۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ کریمانہ وعدہ بھی کیا کہ جو اہل کتاب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے، ان کی تعظیم و توقیر کریں گے، ان کی مدد کریں گے اور قرآن کریم کی اتباع کریں گے، اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت میں فائز المرام بنائے گا۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہم اُمی لوگ ہیں، نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب لگانا، مہینا اتنا اور اتنا ہوتا ہے۔“ یعنی ایک مرتبہ آپ نے (انگلیوں سے) ۲۹ کا عدد بنایا اور ایک مرتبہ ۳۰ کا عدد بنایا۔ [بخاري، كتاب الصوم، باب قول النبي ﷺ : لا نكتب ولا نحسب : ۱۹۱۳۔ مسلم، كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال : ۱۵/۱۰۸۰]

الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۰] ”وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرة : ۸۹] ”اور جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک کتاب آئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے ان لوگوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے جنھوں نے کفر کیا، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ [المائدة : ۸۳] ”اور جب وہ

سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس وجہ سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔“

ابو صخر عقیلی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک دیہاتی نے یہ بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دودھ والے جانور مدینہ لے گیا اور جب میں انھیں بیچ کر فارغ ہوا تو میں نے کہا کہ میں اس شخص سے ضرور ملوں گا اور ان کی بات سنوں گا۔ تو میری ملاقات آپ سے اس وقت ہوئی جب آپ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے درمیان چل رہے تھے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ یہ حضرات ایک یہودی کے پاس آئے جو تورات کھولے ہوئے اسے پڑھ رہا تھا اور اس سے وہ اپنے اس بیٹے کے بارے میں تسلی حاصل کر رہا تھا جو بڑا ہی خوبصورت نوجوان تھا اور موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”میں تجھے اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، جس نے تورات نازل فرمائی ہے! کیا تو اپنی اس کتاب میں میری صفات اور میری بعثت کا ذکر موجود پاتا ہے؟“ اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا کہ نہیں، مگر اس کے بیٹے نے کہا کہ ہاں، اس ذات کی قسم، جس نے تورات کو نازل فرمایا ہے! ہم اپنی کتاب میں آپ کے اوصاف اور آپ کی بعثت کا ذکر موجود پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، تو آپ ﷺ نے (اس کی وفات کے بعد) فرمایا: ”یہودیوں کو اپنے بھائی کے پاس سے اٹھا دو۔“ پھر آپ نے اس کے کفن دفن کا اہتمام فرمایا اور اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ [مسند أحمد : ۵/ ۴۱۱، ح : ۲۳۵۵۳۔ دلائل النبوة للبیهقی : ۶/ ۲۷۲، عن أنس رضی اللہ عنه]

عطا بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور ان سے عرض کی کہ مجھے یہ بتائیے کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کے کیا اوصاف لکھے ہوئے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تورات میں بھی آپ کے بعض وہی اوصاف بیان کیے گئے ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں، جیسے کہ اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، آپ ان پڑھوں کے لیے محافظ اور میرے عبد اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے، (اور فرمایا) وہ بدخو اور سخت دل نہیں ہیں، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں، بلکہ معاف اور درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اس وقت تک انھیں اپنے پاس نہیں بلائیں گے جب تک کج رو قوم کو ان کے ساتھ سیدھا نہ کر دیں کہ وہ ”لا الٰہ الا اللہ“ کہنے لگ جائے۔ ہم آپ کے ساتھ بند دلوں، بہرے کانوں اور اندھی آنکھوں کو درست فرمائیں گے۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب کراهية السخب فی السوق : ۲۱۲۵]

وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ : یعنی ان اچھی اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لیے حلال کریں گے، جو
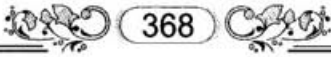
پہلے ان پر حرام تھیں، جیسے چربی اور وہ جانور جنھیں مشرکین نے اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا اور خرید وفروخت اور تجارت کی وہ تمام قسمیں جو حرام خوری سے خالی ہوں۔ گندگی اور نقصان دہ چیزوں کو ان پر حرام کریں گے، جیسے سور کا گوشت، سود اور وہ تمام محرمات جنھیں اللہ نے حرام بنایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْأَرْضِ حَلَٰلًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴾ [البقرة : ۱٦۸] ”اے لوگو! ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال، پاکیزہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةَ وَٱلدَّمَ وَلَحْمَ ٱلْخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيْرِ ٱللَّهِ ۖ فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [البقرة : ۱۷۳] ”اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَٱلْأَغْلَٰلَ ٱلَّتِى كَانَتْ عَلَيْهِمْ : ”إِصْر“ (بوجھ) سے مراد وہ سخت احکام ہیں جو پچھلی شریعت میں تھے، مثلاً نماز صرف عبادت خانوں ہی میں ادا کرنا، شرک کی حد قتل ہی ہونا وغیرہ اور ”اَغْلَال“ سے مراد وہ خود ساختہ پابندیاں ہیں جو ان کے علماء نے ان پر لگا رکھی تھیں یا ان کے عوام نے جو رسوم خود اپنے اوپر لازم قرار دے رکھی تھیں۔ آج مسلمانوں میں نصرانیوں اور ہندوؤں کی دیکھا دیکھی موت کی رسوم مثلاً تیجا، ساتواں، چالیسواں، پیدائش اور نکاح کی رسوم، مثلاً بچے کی پیدائش پر دروازے پر شرینہ کے پتے لٹکانا، زچہ کی چارپائی پر لوہا رکھنا، ہیجڑے نچوانا، ان پر خرچ کرنا، بے اولاد خاتون کو منحوس سمجھ کر اسے اس گھر میں نہ آنے دینا، نکاح میں سہرا گانا، مہندی و منگنی کی خود ساختہ رسمیں، اسی طرح نیوندرہ، سلامی، جہیز وغیرہ جن سے لوگوں کی زندگی دشوار ہو چکی ہے اور جن کا وجود نہ اللہ کی کتاب میں ہے اور نہ سنت رسول میں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ تمام بوجھ اور طوق اتار کر اصل اسلام پیش کیا جو نہایت سادہ اور آسان ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ ٱجْتَبَىٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى ٱلدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج : ۷۸] ”اسی نے تمھیں چنا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔“ اور فرمایا: ﴿ يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ ﴾ [البقرة : ۱۸۵] ”اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔“ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ یہ دعا پڑھا کریں: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ ۖ وَٱعْفُ عَنَّا وَٱغْفِرْ لَنَا وَٱرْحَمْنَآ ۚ أَنتَ مَوْلَىٰنَا فَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴾ [البقرة : ۲۸٦] ”اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں، اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے،

اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں جب کوئی عورت حیض کی حالت میں ہوتی تو وہ نہ تو اس کے ساتھ کھانا کھاتے اور نہ گھر میں اس کو اپنے ساتھ رکھتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے آپ سے اس سلسلہ میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ﴾ [البقرة : ۲۲۲] "وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے وہ ایک طرح کی گندگی ہے، سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم لوگ سوائے جماع کے ہر کام کر سکتے ہو۔" [مسلم، كتاب الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها : ۳۰۲]

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو جب گورنر بنا کر یمن بھیجا تو اپنے دونوں گورنروں سے فرمایا: "آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا، خوشخبری سنانا اور نفرت نہ دلانا، اتفاق واتحاد سے رہنا اور اختلاف نہ کرنا۔" [بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب ما يكره من التنازع والاختلاف في الحرب : ۳۰۳۸۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب في الأمر بالتيسير : ۱۷۳۳]

سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسانی فرمایا کرتے تھے۔ [بخاری، كتاب العمل في الصلوة، باب إذا انفلتت الدابة في الصلوة : ۱۲۱۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے اس وقت تک درگزر فرمایا ہے جب تک وہ ان کے مطابق عمل نہ کر لیں، یا زبان سے بات نہ کر لیں۔" [بخاری، كتاب الطلاق، باب الطلاق في الإغلاق والكره ...... الخ : ۵۲۶۹۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب تجاوز الله عن حديث النفس : ۱۲۷]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کے لیے خطا ونسیان اور جس پر انھیں مجبور کر دیا گیا ہو، معاف فرما دیا گیا ہے۔" [ابن ماجه، كتاب الطلاق، باب طلاق المكره والناسي : ۲۰۴۳، ۲۰۴۵۔ المعجم الأوسط للطبراني : ۱۲۸/۹، ح : ۸۲۶۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک دین آسان ہے۔" [بخاری، كتاب الإيمان، باب الدين يسر : ۳۹]

افسوس مسلمانوں نے بھی اہل کتاب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شریعت کے فرائض اور منع کردہ چیزوں کی پروا چھوڑ دی اور اپنے مولویوں اور جاہل عوام کی خود ساختہ رسوم ورواج کے بوجھ اور طوق اپنے اوپر ڈال کر اپنی زندگی کو مشکل میں

ڈال دیا۔ وہ حج پر نہیں جاتے، قبروں پر عرسوں میں ہزاروں لٹا دیتے ہیں۔ نماز نہیں پڑھتے، مرشدوں کے وظائف پر گھنٹے لگا دیتے ہیں۔ زکوٰۃ و عشر نہیں دیتے، میت کے موقع پر دیگوں اور ختموں اور مولوی صاحبان پر لاکھوں اڑا دیتے ہیں۔ نکاح کی رسوم پوری کرنے، جہیز بنانے کے لیے ساری عمر کے لیے مقروض ہو جاتے ہیں، مگر لڑکیوں کو ورثہ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ : اللہ تعالیٰ کا یہ کریمانہ وعدہ ہے کہ جو اہل کتاب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے، ان کی تعظیم و توقیر کریں گے، ان کی مدد کریں گے اور قرآن کریم کی اتباع کریں گے، تو اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت میں کامیاب فرمائے گا۔ ﴿ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد، آپ کی آمد کا علم ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص ایمان نہیں لاتا، خواہ یہودی ہو یا نصرانی یا کوئی اور وہ ہرگز فلاح نہیں پا سکتا۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین شخص ایسے ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے: ① وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور (پھر) محمد ﷺ پر بھی ایمان لائے۔ ② مملوک غلام، جب تک وہ اللہ کے حق کو اور اپنے مالک کے حق کو ادا کرتا رہے۔ ③ وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا اور عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی اور عمدہ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا، پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته و أهله : ۹۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ : ۱۵٤]

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ا۟لَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

''کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

یہ آیت بھی رسالت محمدیہ ﷺ کی عالم گیر رسالت کے اثبات میں بالکل واضح ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ کہہ دیجیے کہ اے کائنات کے انسانو! میں سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یوں آپ پوری بنی نوع انسان کے نجات دہندہ اور رسول ہیں۔ اب نجات اور ہدایت نہ نصرانیت میں ہے، نہ یہودیت میں، نہ کسی اور مذہب میں۔ نجات اور ہدایت اگر ہے تو صرف اسلام کے اپنانے اور اسے ہی اختیار کرنے میں ہے۔

﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَا﴾ : یعنی میری رسالت تمام دنیا کے لوگوں کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ [سبا : ۲۸] ”اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا﴾ [الفرقان : ۱] ”بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔“ اور فرمایا: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰـكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا﴾ [الأحزاب : ۴۰] ”محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں اور لیکن وہ اللہ کا رسول اور تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، میں ہر گورے اور کالے کی طرف بھیجا گیا ہوں۔“ [بخاری، کتاب التیمم، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدًا طیبًا ...... الخ ﴾ : ۳۳۵۔ مسلم، کتاب المساجد ، باب المساجد و مواضع الصلاة : ۵۲۱]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے: ① مجھے جامع کلمات دیے گئے ہیں۔ ② میری مدد رعب سے کی گئی ہے۔ ③ میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے۔ ④ میرے لیے زمین کو پاک کرنے والی اور نماز پڑھنے کی جگہ بنا دیا گیا ہے۔ ⑤ مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ⑥ اور مجھ پر انبیاء کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا ہے۔“ [مسلم، کتاب المساجد ، باب المساجد و مواضع الصلوٰة : ۵۲۳]

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما گفتگو کر رہے تھے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ناراض کر دیا، تو عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر وہاں سے چلے گئے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے چلے گئے، تاکہ ان سے معافی کی درخواست کریں، مگر انھوں نے معاف نہ کیا، بلکہ ناراضی کی وجہ سے اپنا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمھارے یہ صاحب کسی سے لڑ کر آئے ہیں۔“ (اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ اپنے فعل پر نادم ہوئے، سو وہ بھی آ گئے اور سلام کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور انھوں نے آپ کو سارا واقعہ سنایا۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ واقعہ سن کر ناراض ہوئے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! زیادتی مجھ سے ہوئی ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم میری وجہ سے میرے دوست کو

تکلیف دینے سے باز نہیں آ سکتے؟ کیا تم میری خاطر میرے دوست کو تکلیف دینے سے باز نہیں آ سکتے؟ میں نے جب یہ کہا: ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ ''اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں'' تو تم نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو، مگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ قل يأيها الناس جميعًا ...... الخ ﴾ : ٤٦٤٠]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سوال کیے، ایک سوال یہ کیا، میں آپ کے رب اور آپ سے پہلے کے لوگوں کے رب کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ہاں!'' [بخاری، کتاب العلم، باب ما جاء فی العلم : ٦٣]

وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

''اور موسیٰ کی قوم میں سے کچھ لوگ ہیں جو حق کے ساتھ رہنمائی کرتے اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔''

جب سامری اور اس کے پیروکاروں کا ذکر آیا تو شبہ ہو سکتا تھا کہ ان میں کوئی بھی مومن اور اچھا آدمی نہیں تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خود حق پر قائم ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی طرف بلاتے ہیں اور لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۱۳] ''وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۹] ''اور بلاشبہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ یقیناً ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر بھی جو تمھاری طرف نازل کیا گیا اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اللہ کے لیے عاجزی کرنے والے ہیں، وہ اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں لیتے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓىِٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ [القصص : ٥٢ تا ٥٤] ''وہ لوگ جنھیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، یقیناً یہی ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، بے شک ہم اس

سے پہلے فرماں بردار تھے۔ یہ لوگ ہیں جنھیں ان کا اجر دوہرا دیا جائے گا، اس کے بدلے کہ انھوں نے صبر کیا اور وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو ہٹاتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

"اور ہم نے انھیں بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا، جو کئی گروہ تھے اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی، جب اس کی قوم نے اس سے پانی مانگا کہ اپنی لاٹھی اس پتھر پر مار تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، بلاشبہ سب لوگوں نے اپنی پانی پینے کی جگہ معلوم کر لی اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کیا اور ان پر من اور سلویٰ اتارا، کھاؤ ان پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمھیں عطا کیں اور انھوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ اپنے آپ ہی پر ظلم کرتے تھے۔"

یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت دی۔ ان کی تعداد تیزی سے بڑھتی گئی اور ان کے طبائع اور عادات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے گئے۔ اسی لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ انھیں مختلف جماعتوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ہر جماعت کا ایک نگران مقرر کر دیا جائے، تاکہ ہر جماعت اپنے الگ الگ نظم و نسق کے مطابق زندگی گزارنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرے۔ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا یہ ایک احسان تھا۔ اس کے علاوہ تین دیگر احسانات کا تذکرہ اس آیت میں ہوا، پہلا احسان یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بارہ قبیلوں کے لیے پانی کا انتظام کیا، دوسرا احسان یہ کہ دھوپ سے بچنے کے لیے ان کے پڑاؤ کے اوپر بادل کو لا کر ٹھہرا دیا اور تیسرا احسان یہ کہ ان کے کھانے کے لیے آسمان سے 'من و سلویٰ' بھیج دیا۔

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۶۰] "کھاؤ اور پیو اللہ کے دیے ہوئے میں سے اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ۔"

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

"اور جب ان سے کہا گیا اس بستی میں رہو اور اس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور کہو بخش دے اور دروازے میں سجدہ

کرتے ہوئے داخل ہو تو ہم تمھارے لیے تمھاری خطائیں معاف کر دیں گے، عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔ تو ان میں سے جنھوں نے ظلم کیا، انھوں نے بات کو اس کے خلاف بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی، تو ہم نے ان پر آسمان سے ایک عذاب بھیجا، اس وجہ سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔''

بنی اسرائیل کی اخلاقی حالت اتنی پست ہو چکی تھی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ احسانات کو فراموش کر دیا، سرکشی اور نافرمانی ان کا شیوہ بن گئی اور اللہ کے احکام کا مذاق اڑانا ان کی فطرت ثانیہ بن گئی۔ ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی قسم کی ایک اخلاقی اور دینی گراوٹ کو بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ بیت المقدس میں ''حِطَّةٌ'' کہتے ہوئے داخل ہوں، یعنی ''اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما۔'' لیکن انھوں نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی اور اپنے سرینوں پر گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور ''حِطَّةٌ'' کے بجائے ''حِنطَةٌ'' کہا۔ جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے انھیں طاعون کی بیماری میں مبتلا کر دیا اور ہزاروں کی تعداد میں ہلاک ہو گئے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا: ﴿ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ﴾ [البقرة : ٥٨] ''دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور کہو بخش دے، تو ہم تمھیں تمھاری خطائیں بخش دیں گے'' لیکن انھوں نے یہ حکم بدل دیا، وہ کولھوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور (حِطَّةٌ کے بجائے) یہ کہنے لگے ''حَبَّةٌ فِيْ شَعَرَةٍ'' (یعنی ہمیں بالیوں میں دانہ چاہیے)۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ و قولوا حطة ﴾ : ٤٦٤١۔ مسلم، كتاب التفسير، باب في تفسير آيات متفرقة : ٣٠١٥]

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ : عامر بن سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے پوچھا، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق کیا سنا ہے؟ انھوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا: ''طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل یا اگلی کسی امت پر بھیجا گیا تھا، تو جب تم سنو کہ کسی ملک میں طاعون پھیلا ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب تمھاری ہی بستی میں طاعون پھیل جائے تو اس کے ڈر سے بھاگ کر نہ نکلو۔'' [مسلم، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة : ٢٢١٨]

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۛ كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ الربع

''اور ان سے اس بستی کے بارے پوچھ جو سمندر کے کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتے کے دن سر اٹھائے ہوئے ان کے پاس آتیں اور جس دن ان کا ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہ

آتی تھیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے، اس کی وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔“

یہاں سے ان کی ایک تیسری نافرمانی اور اخلاقی و دینی پستی کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساحل قلزم پر واقع ایک یہودی بستی والوں کے لیے سنیچر (ہفتہ) کے دن مچھلی کا شکار حرام کر دیا تھا اور ان کی آزمائش کے لیے اللہ کے حکم سے مچھلیاں خوب آتی تھیں اور سطح سمندر پر تیرنے لگتی تھیں، دوسرے دنوں میں مچھلیاں غائب ہو جاتی تھیں۔ وہ لوگ اللہ کی اس آزمائش میں پورے نہیں اترے اور ایسا طریقہ اختیار کیا کہ سنیچر (ہفتہ) کے دن مچھلیاں پانی کی طرف واپس نہ جا سکیں، تاکہ اتوار کے دن ان کا شکار کر لیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی حرام کام کا ارتکاب کرنے کے لیے حیلہ کرنا حرام ہے، مگر افسوس کہ بعض مسلمان فقہاء نے اسلام کے فرائض سے جان چھڑانے کے لیے کئی حیلے ایجاد کیے، مثلاً رمضان کے آخر میں دو رکعتوں کا نام قضائے عمری رکھ کر پچھلی نمازیں معاف ہونے کا فتویٰ دے دیا اور صاف لکھ دیا کہ زکوٰۃ اور شفعہ سے جان چھڑانے کے لیے حیلہ حرام تو کجا مکروہ بھی نہیں۔ قتل کے قصاص کو ختم کرنے کے لیے تیز دھار آلے سے قتل کی شرط لگا دی اور کہا کہ اگر کوئی جان بوجھ کر بھاری سے بھاری پتھر یا ہتھوڑے کے ساتھ قتل کر دے، یا پانی میں ڈبو کر مار دے، یا برف کے بلاکوں میں رکھ کر یا کسی چار دیواری میں بھوکا پیاسا رکھ کر مار دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، زیادہ سے زیادہ دیت لے سکتا ہے۔ زنا کو حلال کرنے کے لیے اجرت پر عورت لا کر زنا کرنے سے حد ختم کر دی۔ شراب حلال کرنے کے لیے صرف انگور اور کھجور کی شراب کو حرام اور باقی سب کو حلال کہہ دیا۔ چور کی حد چوری کا جرم شہادتوں سے ثابت ہونے کے بعد صرف اتنی بات سے ختم کر دی کہ چور مسروقہ مال کا مالک ہونے کا دعویٰ کر دے، خواہ اس کی کوئی دلیل بھی پیش نہ کرے۔ بتایئے، بلا دلیل دعویٰ کرنے سے ہاتھ کٹنے سے بچ جائے تو کون سا چور یہ دعویٰ نہیں کرے گا؟

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ ...... لَا تَاْتِيْهِمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ [النساء : ۱۵۴] ”اور ہم نے ان سے کہا دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں زیادتی مت کرو اور ہم نے ان سے ایک مضبوط عہد لیا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴾ [البقرة : ٦٥] ”اور بلاشبہ یقیناً تم ان لوگوں کو جان چکے ہو جو تم میں سے ہفتے (کے دن) میں حد سے گزر گئے تو ہم نے ان سے کہا ذلیل بندر بن جاؤ۔“

كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ : اللہ تعالیٰ نے انھیں اس آزمائش میں ان کے سابقہ گناہوں کی وجہ سے ڈالا تھا، تاکہ ان کی سرکشی کھل کر سامنے آ جائے اور وہ عذاب کے مستحق بن جائیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا

اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [آل عمران : ۱۷۸] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ بے شک جو مہلت ہم انھیں دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لیے بہتر ہے، ہم تو انھیں صرف اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کرے، جب اللہ نے ان پر چربی حرام کی تو انھوں نے اسے پگھلا کر بیچنا شروع کر دیا اور اس کی قیمت کھانے لگے۔'' [بخاری، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والأصنام : ۲۲۳۶۔ مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر والمیتة : ۱۵۸۱]

وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٔيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾

''اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے، یا انھیں عذاب دینے والا ہے، بہت سخت عذاب؟ انھوں نے کہا تمھارے رب کے سامنے عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید وہ ڈر جائیں۔ پھر جب وہ اس بات کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے منع کرتے تھے، اور ان کو سخت عذاب میں پکڑ لیا جنھوں نے ظلم کیا تھا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔''

یعنی اس بستی کے نیک لوگوں میں سے ایک گروہ نے ان لوگوں سے کہا جو حیلہ سازی سے شکار کرنے والوں کو منع کرتے تھے کہ کیوں ان کے سمجھانے میں وقت ضائع کرتے ہو، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں عذاب لکھ دیا ہے تو تم انھیں کیسے بچا لو گے؟ برائی سے منع کرنے والوں نے اپنے عمل کی دو وجہیں بیان کیں، ایک تو یہ کہ کہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس جرم میں نہ پکڑ لے کہ تم نے انھیں نصیحت کرنا کیوں چھوڑ دیا تھا، تا کہ ہمارا عذر بن جائے کہ ہم تو منع کرتے رہے تھے اور دوسری یہ کہ ہم کسی صورت ناامید ہونے والے نہیں۔ شاید یہ سب یا ان میں سے کچھ لوگ اس عمل بد کو چھوڑ دیں۔

آگے فرمایا کہ جب ہفتہ کی تعظیم کا حکم انھوں نے سرے ہی سے بھلا دیا اور علانیہ نافرمانی شروع کر دی، تو اللہ تعالیٰ نے برائی سے منع کرنے والوں کو عذاب سے بچا لیا اور ظلم کرنے والوں کو بہت سخت عذاب میں پکڑ لیا۔ مفسرین کا خیال ہے کہ اس بستی کے لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے، ایک وہ ظالم جو اس حیلہ سازی سے ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار کرتے تھے، دوسرا گروہ وہ جو انھیں ایسا کرنے سے منع کرتا تھا اور تیسرا گروہ وہ جو خود اگرچہ نیک تھا، لیکن دوسروں کو برائی سے منع نہیں کرتا تھا۔ پس یہاں ''اُمَّةٌ'' سے مراد یہی تیسرا گروہ ہے۔ یہ لوگ برائی سے نفرت رکھنے والے تھے اور

عین ممکن ہے کہ منع کرنے کے بعد تھک کر ان پر عذاب کے منتظر ہوں۔ مگر ان پر لازم تھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جاری رکھتے۔ گویا جیسے کوئی برائی کرنا جرم ہے ویسے ہی برائی سے نہ روکنا بھی جرم ہے، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے بھی واضح ہوتا ہے، سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اسے بدل دے۔ اگر اس میں اتنی طاقت نہ ہو تو زبان ہی سے (منع کرے)، اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (اسے برا سمجھے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الإیمان : ۴۹]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی حدود کی خلاف ورزی دیکھ کر خاموش رہنے والا اور ان کی خلاف ورزی کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسی ان لوگوں کی جنھوں نے کسی جہاز (میں بیٹھنے) کے لیے قرعہ اندازی کی، چنانچہ کچھ لوگوں کے حصہ میں نچلی منزل آئی اور کچھ لوگوں کے حصہ میں اوپر کی منزل۔ جو لوگ نچلی منزل میں تھے، وہ پانی کے لیے اوپر کی منزل والوں کے پاس سے گزرتے تو انھیں اس سے تکلیف پہنچتی، الغرض (نیچے والوں میں سے) ایک شخص نے کلہاڑی لی اور وہ جہاز کے پیندے میں سوراخ کرنے لگا۔ اوپر والے اس کے پاس آئے اور انھوں نے اس سے کہا، تمھیں کیا ہو گیا ہے (ایسا کیوں کر رہے ہو)؟ اس نے کہا، تمھیں میری وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے اور میرے لیے بغیر پانی کے کوئی چارہ نہیں (لہٰذا میں اس سوراخ سے پانی لے لیا کروں گا، تاکہ تمھیں تکلیف نہ ہو) تو اگر اوپر والوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا (اور اسے سوراخ کرنے سے باز رکھا) تو اسے بھی بچا لیا اور خود کو بھی بچا لیا، لیکن اگر اسے چھوڑ دیا تو انھوں نے اسے بھی ہلاک کر دیا اور خود بھی ہلاک ہو گئے۔“ [بخاری، کتاب الشهادات، باب القرعة فی المشكلات : ۲۶۸۶]

سیدنا قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (اپنے خطبے میں) اللہ عزوجل کی حمد وثنا کے بعد فرمایا، اے لوگو! تم یہ آیت کریمہ پڑھتے تو ہو: ﴿ عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾ [المائدة : ۱۰۵] ”تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، تمھیں وہ شخص نقصان نہیں پہنچائے گا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پا چکے“ مگر اس کا معنی ومفہوم غلط سمجھتے ہو۔ راوی خالد نے روایت کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”بلاشبہ لوگ جب کسی کو ظلم کرتا دیکھیں اور پھر اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔“ اور راوی عمرو بن عون نے ہشیم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جس قوم میں اللہ کی نافرمانی کے کام ہوں اور وہ انھیں روکنے پر قادر ہوں، مگر منع نہ کرتے ہوں تو قریب ہے کہ اللہ اس سبب سے ان سب کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔“ [أبو داوٗد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی : ۴۳۳۸]

نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ ہرگز ہلاک نہیں ہوں گے، جب تک اپنی جانوں کو بچانے کے لیے عذر رکھتے ہوں گے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهي : ۴۳۴۷۔ مسند أحمد : ۲۶۰/۴، ح : ۱۸۳۱۹]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بندے سے قیامت کے دن (کئی) سوال کرے گا، حتیٰ کہ وہ یہ سوال بھی کرے گا، تجھے کس چیز نے اس بات سے باز رکھا کہ جب تو نے برائی کو دیکھا تھا تو اس کی برائی بیان کرتا؟ پھر اللہ تعالیٰ بندے کو اس کا عذر سکھائے گا (اور) وہ اس طرح جواب دے گا، اے میرے رب! مجھے تجھ سے (معافی کی) امید تھی اور میں لوگوں سے ڈرتا تھا۔'' [ابن ماجه، کتاب الفتن، باب قوله تعالىٰ : ﴿ يأيها الذين امنوا عليكم أنفسكم ﴾ : ۴۰۱۷]

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے روز ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا، اس کی انتڑیاں (پیٹ سے باہر) آگ میں ہوں گی، وہ اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا (کولھو کی) چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اہل جہنم اس کے اردگرد جمع ہو جائیں گے اور پوچھیں گے، اے فلاں! تمھارا یہ حال کیسے ہوا؟ کیا تم ہمیں نیکی کرنے اور برائی سے باز رہنے کی نصیحت نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ شخص جواب میں کہے گا، میں تمھیں نیکی کا حکم کرتا تھا، لیکن خود نیکی نہیں کرتا تھا، تمھیں برائی سے روکتا تھا، لیکن خود نہیں رکتا تھا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲۶۷]

فَلَمَّا عَتَوۡا عَنۡ مَّا نُهُوۡا عَنۡهُ قُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـِٕیۡنَ ﴿۱۶۶﴾

''پھر جب وہ اس بات میں حد سے بڑھ گئے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔''

یعنی جب نافرمانوں نے ان نیک لوگوں کی ایک نہ سنی اور اپنے گناہوں پر مصر رہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان صالحین کو بچا لیا اور ظالم نافرمانوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے شدید عذاب میں مبتلا کر دیا اور ان کے کبر اور معاصی پر اصرار کی وجہ سے ان کی صورتیں مسخ کر کے بندر بنا دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلۡ هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِكَ مَثُوۡبَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ مَنۡ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیۡهِ وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِیۡرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوۡتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنۡ سَوَآءِ السَّبِیۡلِ ﴾ [المائدة : ۶۰] ''کہہ دے کیا میں تمھیں اللہ کے نزدیک جزا کے اعتبار سے اس سے زیادہ برے لوگ بتاؤں، وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور جن پر غصے ہوا اور جن میں سے بندر اور خنزیر بنا دیے اور جنھوں نے طاغوت کی عبادت کی۔ یہ لوگ درجے میں زیادہ برے اور سیدھے راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔''

قرآن کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ ان کی شکلیں بدل کر انھیں بندر بنا دیا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان میں صرف بندروں کی خصلتیں پیدا کر دی گئیں، مگر اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ لوگ حقیقتاً بندر بنائے گئے تھے، لیکن بعد میں ہلاک کر دیے گئے اور ان کا نام ونشان مٹا دیا گیا، کیونکہ عذاب یافتہ لوگوں کی نسل باقی نہیں رہتی۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ (عذاب کی وجہ سے) بندر اور سور بنا دیے گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل اور اولاد کو باقی نہیں رکھا اور بندر اور سور تو ان (کی شکلیں مسخ ہونے) سے پہلے بھی تھے۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب بیان أن الآجال...... الخ : ۲٦٦۳۔ مسند أحمد : ۳۹۰/۱، ح : ۳٦۹۹]

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

''اور جب تیرے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ وہ قیامت کے دن تک ان پر ایسا شخص ضرور بھیجتا رہے گا جو انھیں برا عذاب دے، بے شک تیرا رب یقیناً بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

''تَاَذَّنَ'' یہ ''اِيْذَانٌ'' سے باب تفعل ہے، بمعنی ''اِعْلَامٌ'' (خبر دینا، جتلا دینا)، یعنی وہ وقت بھی یاد کرو جب آپ کے رب نے ان یہودیوں کو اچھی طرح باخبر کر دیا، یا جتلا دیا تھا۔ ''لَيَبْعَثَنَّ'' میں لام تاکید ہے، جو قسم کے معنی کا فائدہ دیتی ہے، یعنی قسم کھا کر نہایت تاکید کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ سرکشی، اللہ کے اوامر کی مخالفت اور حیلہ کے ذریعے حرام کو حلال بنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ذلت و مسکنت بنی اسرائیل کی قسمت بنا دی اور یہ فیصلہ کر دیا کہ ان پر قیامت تک ایسے لوگ مسلط کرتا رہے گا جو ان کو سخت عذاب میں مبتلا رکھیں گے۔ چنانچہ یہودیوں کی پوری تاریخ اسی ذلت و مسکنت اور غلامی و محکومی کی تاریخ ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دی ہے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ : بنی اسرائیل خواہ غالب ہوں یا مغلوب، حاکم ہوں یا محکوم اللہ تعالیٰ ضرور ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو بنی اسرائیل کے لیے باعث اذیت ہوں گے اور انھیں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ چین سے نہ بیٹھنا یہ بھی ایک قسم کا عذاب ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ گواہ ہے کہ ان لوگوں کو کبھی چین سے نہیں رہنے دیا گیا۔ کبھی عذاب نازل ہوتے رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱٦۲] ''تو ان میں سے جنھوں نے ظلم کیا، انھوں نے بات کو اس کے خلاف بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی، تو ہم نے ان پر آسمان سے ایک عذاب بھیجا، اس وجہ سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ

﴿ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۵۲] ”بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو پکڑا عنقریب انھیں ان کے رب کی طرف سے بڑا غضب پہنچے گا اور بڑی رسوائی دنیا کی زندگی میں اور ہم جھوٹ باندھنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ٦١] ”اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کی طرف سے بھاری غضب کے ساتھ لوٹے۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے اور نبیوں کو حق کے بغیر قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔“ کبھی ایسے حکمران ان پر مسلط ہوتے رہے جو ان کو سخت تکلیف پہنچاتے رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾ [الأعراف : ۱٤۱] ”اور جب ہم نے تمھیں فرعون کی آل سے نجات دی، وہ تمھیں برا عذاب دیتے تھے، تمھارے بیٹوں کو بری طرح قتل کرتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔“ کبھی ان کو جلا وطن کیا گیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؔ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ﴾ [الحشر : ۲] ”وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا پہلے اکٹھ ہی میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تم نے گمان نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ یقیناً ان کے قلعے انھیں اللہ سے بچانے والے ہیں۔ تو اللہ ان کے پاس آیا جہاں سے انھوں نے گمان نہیں کیا تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں کے ساتھ برباد کر رہے تھے، پس عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو!“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر یہودیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”اسلام قبول کر لو تو سلامت رہو گے اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور میں یہ ارادہ کر رہا ہوں کہ تمھیں اس زمین سے جلاوطن کر دوں، لہٰذا تم میں سے جس شخص کے پاس اس کے مال میں سے کوئی چیز ہو اسے چاہیے کہ اسے بیچ دے (اور جلاوطنی کے لیے تیار ہو جائے) اور اس بات کو پھر اچھی طرح سمجھ لو کہ زمین تو اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔“ [بخاري، كتاب الجزية، باب إخراج اليهود من جزيرة العرب : ۳۱٦۷]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا اور پھل، مال، اونٹ اور رسیوں وغیرہ کی قسم سے جو اسباب ان کے پاس تھا ان کی قیمت انھیں ادا کر دی۔ [بخاري، كتاب الشروط، باب إذا اشترط في المزارعة : ۲۷۳۰]

إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ سزا (عذاب) کا علم ہو جائے تو کوئی جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی (وسعت) کا علم ہو جائے تو کوئی اس کی جنت سے ناامید نہ ہو۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الرجاء مع الخوف : ٦٤٦٩۔ مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالى : ٢٧٥٥]

وَقَطَّعْنَٰهُمْ فِى الْأَرْضِ أُمَمًا ۖ مِّنْهُمُ الصَّٰلِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنَٰهُم بِالْحَسَنَٰتِ وَالسَّيِّـَٔاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٦٨﴾

''اور ہم نے انھیں زمین میں مختلف گروہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، انھی میں سے کچھ نیک تھے اور ان میں سے کچھ اس کے علاوہ تھے اور ہم نے اچھے حالات اور برے حالات کے ساتھ ان کی آزمائش کی، تاکہ وہ باز آ جائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو دنیا میں تتر بتر کر دیا، تاکہ قیامت تک انھیں کوئی شان و شوکت حاصل نہ ہو اور وہ یونہی ذلیل و رسوا ہو کر در در کی ٹھوکریں کھاتے پھریں۔ اس لیے یہودی تمام دنیا میں ٹکڑوں کی شکل میں پھیلے ہوئے ہیں اور جہاں رہتے ہیں اپنی سود خوری اور اس ملک کے خلاف سرگرمیوں اور جاسوسی کی وجہ سے نفرت کی نگاہوں کا نشانہ بنے رہتے ہیں۔ ہر زمانہ میں ان میں کچھ لوگ نیک ہوئے، جو اپنے زمانے کے انبیاء پر ایمان لائے۔ انھی میں وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور کچھ لوگ ایسے ہوئے جنھوں نے اللہ کے اوامر کی مخالفت کی اور ایمان نہیں لائے۔ ان گناہ گاروں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کی آزمائشوں میں ڈالا، مقصد یہ تھا کہ شاید وہ اپنے گناہوں سے تائب ہوں اور ایمان لے آئیں۔ اہل کتاب کے یہ احوال اس لیے بیان کیے گئے کہ ان کی برائیاں اس امت میں بھی جڑ پکڑ لیں گی، جیسا کہ عبدالرحمٰن بن غنم اشعری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور اللہ کی قسم! انھوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بیان کیا کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ''میری امت میں ایسے (برے) لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا کاری، ریشم کا لباس پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنا لیں گے اور کچھ متکبر قسم کے لوگ پہاڑ کی چوٹی پر (اپنے بنگلوں میں رہائش کرنے کے لیے) چلے جائیں گے۔ چرواہے ان کے مویشی صبح و شام لائیں گے اور لے جائیں گے۔ ان کے پاس ایک فقیر آدمی اپنی ضرورت لے کر جائے گا تو وہ (ٹالنے کے لیے اس سے) کہیں گے کہ کل آنا، لیکن اللہ تعالیٰ رات ہی کو انھیں (ان کی سرکشی کی وجہ سے) ہلاک کر دے گا۔ پہاڑ کو (ان پر) گرا دے گا اور ان میں سے بہت سوں کو قیامت تک کے لیے بندر اور سور کی صورتوں میں مسخ کر دے گا۔'' [بخاری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فیمن یستحل الخمر و یسمیه بغیر اسمه : ٥٥٩٠]

یہ ساری برائیاں آج عام ہو رہی ہیں، ٹی وی، ڈش، کیبل، انٹرنیٹ، موبائل فون اور کمپیوٹر نے آواز و ساز کو گھر گھر

عام کر دیا ہے۔ شراب نوشی عام ہے، زنا کاری کی سر پرستی حکومتیں کرتی ہیں۔ ان کے نتیجے میں آئے روز زلزلے آتے ہیں۔ لڑکوں کا لڑکیوں کی شکل اختیار کرنا اور لڑکیوں کا لڑکوں جیسا حلیہ بنانا بھی عام ہو رہا ہے۔ اسی لیے صورتیں مسخ ہوتی ہیں اور عذاب مختلف صورتوں میں ہم پر نازل ہو رہا ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا : اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر کے زمین میں منتشر کر دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۰۴] ”اور ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس سرزمین میں رہو، پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تمھیں اکٹھا کر کے لے آئیں گے۔“

مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ : یعنی ان میں نیک بھی تھے اور بد بھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۱۳ تا ۱۱۵] ”وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ صالحین سے ہیں۔ اور وہ جو نیکی بھی کریں اس میں ان کی بے قدری ہرگز نہیں کی جائے گی اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔“

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝

”پھر ان کے بعد ان کی جگہ نالائق جانشین آئے، جو کتاب کے وارث بنے، وہ اس حقیر دنیا کا سامان لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا اور اگر ان کے پاس اس جیسا اور سامان آجائے تو اسے بھی لے لیں گے، کیا ان پر کتاب کا عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہیں گے اور انھوں نے جو کچھ اس میں ہے پڑھ لیا ہے اور آخری گھر ان

لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ڈرتے ہیں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟ اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی، یقیناً ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔“

بنی اسرائیل کا ہر دور میں یہی حال رہا، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کا زمانہ آ گیا۔ آپ کے زمانے میں جو یہودی تھے انھی کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ نہایت ناخلف تھے، ہر خوبی ان سے رخصت ہوگئی تھی اور تورات کے احکام کو بدل کر دنیا کمانا ان کا پیشہ ہوگیا تھا۔ رشوت لے کر تورات کے خلاف فیصلے کرتے تھے اور اپنے آپ کو دھوکا دینے کے لیے کہتے تھے کہ اللہ ان کا مؤاخذہ نہیں کرے گا، انھیں معاف کر دے گا، حالانکہ وہ اپنے دل میں اس بات پر مصر ہوتے تھے کہ اگر کسی نے دوبارہ بھی رشوت دی تو اسے لے لیں گے اور دل سے تائب نہیں ہوتے تھے۔ ان کی دینی اور اخلاقی پستی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کا تحکمانہ انداز کہ وہ انھیں معاف کر دے گا اللہ پر افترا پردازی تھی اور اس عہد و میثاق کے خلاف بات تھی جو ان سے لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے بارے میں صدق بیانی سے کام لیں گے۔ انھیں تورات کے مطالعہ سے اس عہد کا علم بھی تھا، ایسا نہیں تھا کہ وہ اسے جانتے نہیں تھے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ آخرت کی کامیابی دنیاوی مفادات سے زیادہ بہتر ہے۔

اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ : اللہ تعالیٰ نے ان کے اس منفی طرز عمل کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سے تو یہ عہد و پیمان لیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کے سامنے حق بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۸۷] ”اور جب اللہ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنھیں کتاب دی گئی کہ تم ہر صورت اسے لوگوں کے لیے صاف صاف بیان کرو گے اور اسے نہیں چھپاؤ گے تو انھوں نے اسے اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت لے لی۔ سو برا ہے جو وہ خرید رہے ہیں۔“

وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ : اللہ تعالیٰ انھیں اپنے بے پایاں اجر و ثواب کی ترغیب دیتے ہوئے اور اپنے دردناک عذاب سے ڈراتے ہوئے فرما رہا ہے کہ میرا ثواب اور جو کچھ میرے پاس ہے، وہ اس شخص کے لیے بہتر ہے جو حرام کاموں کے ارتکاب سے بچ گیا، جس نے اپنی خواہش نفس کو ترک کر دیا اور جو اپنے رب کی اطاعت و بندگی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۳، ۱۲۴] ”نہ تمھاری آرزوؤں پر (موقوف ہے) اور نہ

اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مدد گار۔ اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

”اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھایا، جیسے وہ ایک سائبان ہو اور انھوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ ان پر گرنے والا ہے۔ جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔“

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس تورات لائے اور اس کے احکام ان کو سنائے، تو انھوں نے پھر حسب عادت ان پر عمل کرنے سے انکار و اعراض کیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر پہاڑ کو بلند کر دیا کہ تم پر گرا کر تمھیں کچل دیا جائے گا، جس سے ڈرتے ہوئے انھوں نے تورات پر عمل کرنے کا عہد کیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ﴾ [البقرۃ : ٦٣] ”اور جب ہم نے تمھارا پختہ عہد لیا اور تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ﴾ [البقرۃ : ٩٣] ”اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا، پکڑو قوت کے ساتھ جو ہم نے تمھیں دیا ہے اور سنو۔ انھوں نے کہا ہم نے سنا اور نہیں مانا۔“

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾

”اور جب تیرے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انھیں خود ان کی جانوں پر گواہ بنایا، کیا میں واقعی تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں، ہم نے شہادت دی۔ (ایسا نہ ہو) کہ تم قیامت کے دن کہو بے شک ہم اس سے غافل تھے۔“

اس آیت میں کائنات اور خود انسان کی ذات میں ہدایت کی جو دلیلیں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں ان کا ذکر ہے۔ اہل علم نے اس آیت کی دو تفسیریں کی ہیں، ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ یہ جانے کہ میرا رب ایک ہے، جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے روزی دیتا ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش کے وقت ہی اس کی فطرت میں رکھ کر اس کے نفس اور اس کی ذات میں اپنے رب ہونے کے اتنے دلائل رکھ دیتا ہے، گویا خود اسے

اپنے آپ پر گواہ بنا دیتا ہے کہ اس کا رب اللہ ہے، گو وہ پیدا ہی اسلام پر ہوتا ہے۔ ایک بوند جو جونک بنی، پھر مضغہ بنی، پھر ہڈیاں، پھر کامل اعضا والا جان دار انسان، یہ اور دیگر بے شمار نشانیاں اس بات کی شہادت کے لیے کافی ہیں کہ اس کا ایک رب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۵۳] ”عنقریب ہم انھیں اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں میں اور ان کے نفسوں میں دکھلائیں گے، یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہو جائے کہ یقیناً یہی حق ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ [الذاريات : ۲۰، ۲۱] ”اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں۔ اور تمھارے نفسوں میں بھی، تو کیا تم نہیں دیکھتے۔“

اور شہادت ضروری نہیں کہ زبان ہی سے ہو، قرآن مجید کے مطابق حالت کی بھی شہادت ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ﴾ [التوبة : ۱۷] ”مشرکوں کا کبھی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝ وَإِنَّهُ عَلَى ذَلِكَ لَشَهِيدٌ ﴾ [العاديات : ۶، ۷] ”بے شک انسان اپنے رب کا یقیناً بہت ناشکرا ہے۔ اور بے شک وہ اس بات پر یقیناً (خود) گواہ ہے۔“

معلوم ہوا کہ انسان کی فطرت ہی توحید پر ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، مگر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسا کہ جانور کا بچہ کامل پیدا ہوتا ہے، کیا تم ان میں سے کسی کا (پیدائشی طور پر) کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟“ [بخاري، كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين : ۱۳۸۵، ۴۷۷۵۔ مسلم، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة : ۲۶۵۸]

اس فطری عہد کے بعد اب کوئی فرد یا بشر قیامت کے دن یہ نہیں کہہ سکے گا کہ ہمیں تو پیغام پہنچا ہی نہیں تھا، یا یہ کہ ہم تو اپنے آبا و اجداد کے نقش قدم پر چلتے رہے، اس لیے ہمارا مؤاخذہ کیوں ہو رہا ہے؟ جب ایک فرد کی فطرت پکار پکار کر توحید باری تعالیٰ کی گواہی دے رہی ہے اور اللہ کے علاوہ غیروں کے سامنے جھکنے کا انکار کر رہی ہے، تو قیامت کے دن کسی مشرک و کافر کے پاس کون سا عذر باقی رہے گا۔

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک لمبی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ بے شک میں نے اپنے تمام بندوں کو دین حنیف پر پیدا فرمایا تھا اور بے شک شیطانوں نے ان کے پاس آکر انھیں ان کے دین سے بہکا دیا تھا اور ان کے لیے ان چیزوں کو حرام ٹھہرا دیا جو میں نے ان کے لیے حلال قرار دی تھیں۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا …… الخ : ۲۸۶۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے کم عذاب والے جہنمی سے کہا جائے گا کہ یہ بتاؤ اگر تمھیں دنیا بھر کی دولت مل جائے تو کیا اسے فدیے میں دے سکتے ہو؟ وہ جواب دے گا، ہاں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تجھ سے اس سے کہیں چھوٹا مطالبہ کیا تھا اور وہ یہ کہ میں نے تجھ سے اس وقت عہد لیا تھا جب تو ابھی آدم کی پشت ہی میں تھا۔ کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا، مگر تو نے عہد کو پورا کرنے سے انکار کر دیا اور میرے ساتھ شرک کیا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته : ۳۳۳٤۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء : ۲۸۰۵۔ مسند أحمد : ۱۲۷/۳، ح : ۱۲۲۹۷]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جب آدم کو پیدا فرمایا اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے ہر وہ روح باہر نکل آئی، جسے اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں سے قیامت تک پیدا فرمانے والا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی چمک پیدا فرما دی، پھر انھیں آدم کے سامنے پیش کیا، تو آدم نے عرض کی، اے اللہ! یہ کون ہیں؟ فرمایا، یہ تیری اولاد ہے۔ آدم نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کی آنکھوں کے درمیان کی چمک انھیں بہت ہی بھلی معلوم ہوئی، تو انھوں نے عرض کی، یا اللہ! یہ کون ہے؟ فرمایا، یہ آخری امتوں میں سے تیری اولاد میں سے ایک شخص ہے جس کا نام داؤد ہے۔ عرض کی، یا اللہ! اس کی عمر کتنی ہو گی؟ فرمایا، ساٹھ سال۔ عرض کی، اے اللہ! میں نے اس کو اپنی عمر میں سے چالیس سال دیے۔ پھر جب آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہوگئی، تو ان کے پاس ملک الموت آیا تو آدم علیہ السلام نے فرمایا، کیا میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ فرشتے نے جواب دیا کہ آپ نے وہ چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے دیے تھے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تب آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اولاد بھی انکار کر دیتی ہے۔ آدم علیہ السلام بھول گئے یہی وجہ ہے کہ اولادِ آدم بھی بھول جاتی ہے۔ آدم علیہ السلام سے خطا ہوگئی اور اسی وجہ سے آپ کی اولاد سے بھی خطا ہو جاتی ہے۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الأعراف : ۳۰۷٦۔ مستدرك حاکم : ۳۲۵/۲، ح : ۳۲۵۷]

دوسری تفسیر وہ میثاق (عہد و پیمان) ہے جو یہ عہد ''اَلَسْتُ'' کہلاتا ہے جو ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ'' سے بنی ہوئی ترکیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی تمام اولاد کو (جو قیامت تک پیدا ہوگی) ازل میں ان کے آبا کی پیٹھوں سے نکالا اور ان سے اس بات کا عہد لیا کہ وہی ان کا رب اور ان کا خالق و مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ عہد اور اپنی ربوبیت کی گواہی اس لیے لی کہ وہ یہ عذر پیش نہ کر سکیں کہ ہم تو غافل تھے، یا ہمارے باپ دادا شرک کرتے آئے تھے، یہ عذر قیامت والے دن بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوں گے۔ انھی باتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح احادیث میں اس طرح بیان کیا ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم کی پیٹھ سے (ان کی اولاد کو نکال کر ان سے) نعمان یعنی عرفات کے مقام پر عہد لیا (اور وہ اس طرح کہ) اللہ تعالیٰ نے آدم کی صلب

سے (ان کی) تمام اولاد کو، جنھیں اس نے پیدا (کرنے کا ارادہ) کیا تھا، نکال کر انھیں اپنے سامنے چیونٹیوں کی مانند پھیلا دیا، ان سے بالمشافہ بات کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا: ﴿ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ○ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۷۲، ۱۷۳] ''کیا میں واقعی تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں، ہم نے شہادت دی۔ (ایسا نہ ہو) کہ تم قیامت کے دن کہو بے شک ہم اس سے غافل تھے۔ یا یہ کہو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا ہی نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ایک نسل تھے، تو کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو باطل والوں نے کیا؟'' [مسند أحمد : ۱/ ۲۷۲، ح : ۲۴۵۹۔ مستدرك حاكم : ۲/ ۵۴۴، ح : ۴۰۰۰ و ۱/ ۲۷، ۲۸، ح : ۷۵]

اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

''یا یہ کہو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا ہی نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ایک نسل تھے، تو کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو باطل والوں نے کیا؟ اور اسی طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور تاکہ وہ پلٹ آئیں۔''

یعنی یا یہ عذر پیش کرو کہ ہم تو اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی شرک کی راہ پر چلتے رہے، ہمارا کیا قصور ہے؟ مطلب یہ ہے کہ شرک کے بارے میں مقلد کا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔ ''الْمُبْطِلُوْنَ'' سے مراد آبا و اجداد ہیں، یعنی اصل مجرم وہی ہیں ہم نہیں۔ اس قسم کے عذر کا وہاں کوئی موقع نہیں ہوگا، کیونکہ ابتدا ہی سے ہر شخص کی فطرت میں اپنے رب کی پہچان اور اس کی توحید رکھ دی گئی ہے، پھر اس کی یاد دہانی اور تفسیر و تشریح کے لیے رسول بھیجے گئے اور کتابیں نازل کی گئی ہیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

''اور انھیں اس شخص کی خبر پڑھ کر سنا جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا، پھر شیطان نے اسے پیچھے لگا لیا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان کے ذریعے بلند کر دیتے، مگر وہ زمین کی طرف

چمٹ گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا، تو اس کی مثال کتے کی مثال کی طرح ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے ہانپتا ہے، یا اسے چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے ہانپتا ہے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ سو تو یہ بیان سنا دے، تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ برے ہیں وہ لوگ مثال کی رو سے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے آدمی کی خبر دی ہے جسے اللہ نے آسمانی کتاب کا علم دیا تھا۔ اس کتاب کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس میں موجود دلائل و براہین سے استفادہ کر کے اللہ سے اپنا رشتہ استوار کرتا اور صلاح و تقویٰ کی زندگی اختیار کرتا، لیکن معاملہ برعکس رہا۔ اس نے دنیاوی عارضی مفاد کی خاطر اللہ کا انکار کر دیا اور اس کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا اور دامن جھاڑ کر اس سے الگ ہو گیا، جیسے کوئی سانپ اپنے چمڑے کے خول سے نکل کر باہر چلا جاتا ہے۔ اور جب وہ اس حال کو پہنچ گیا تو شیطان نے اسے جا لیا، اسے اپنا دوست و ساتھی بنا لیا اور ضلالت و گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو اس آسمانی کتاب کی بدولت اسے اوج ثریا پر پہنچا دیتے، لیکن وہ اس کا اہل نہیں تھا۔ اس نے دنیاوی فائدوں کو ترجیح دی، اپنے نفس کا غلام بنا رہا اور دنیا اس کا منتہائے مقصود رہی۔ ایک فائدہ حاصل ہوا تو دوسرے کے پیچھے دوڑنے لگا اور اسی حصول دنیا میں حیران و پریشان رہا۔ اسے کبھی سکون نہیں ملا۔

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ : ’’ لَهْثٌ ‘‘ تھکاوٹ یا پیاس اور گرمی کی وجہ سے زبان باہر نکال کر ہانپنے کو کہتے ہیں۔ دوسرے معنی یہ کہ جانوروں پر اگر حملہ کیا جائے تو وہ دوڑنے اور پیاس و گرمی کی وجہ سے ہانپنے لگتے ہیں، لیکن اگر انھیں کچھ نہ کہا جائے تو آرام سے بیٹھے رہتے ہیں، زبان باہر نکال کر ہانپتے نہیں، مگر کتا ایسا جانور ہے کہ تازہ ہوا سہولت کے ساتھ نہ اندر کھینچ سکتا ہے نہ گرم ہوا باہر نکال سکتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی اس پر حملہ کرے اور دوڑنے کی وجہ سے اسے سانس چڑھا ہو یا آرام سے بیٹھا ہو، اس کی زبان لٹکی ہو گی اور وہ ہانپ رہا ہو گا۔ دنیا کی حرص کی وجہ سے اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے کی مثال اس کتے کی سی ہے، کیونکہ اگر وہ اپنے علم کے مطابق اللہ کی آیات پر ایمان لاتا اور عمل کرتا، اپنی ضروریات اور خواہشات کو اللہ اور اس کے رسول کے مطابق حلال تک محدود کر کے باقی وقت ہر قسم کی حرص اور فکر سے آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کی بندگی اور دین کی تعلیم و تعلم میں صرف کرتا، تو نہایت چین اور اطمینان کے ساتھ حیات طیبہ بسر کرتا، مگر اسے دنیا کی ضرورت تھی یا نہ تھی وہ حلال و حرام کی تمیز کے بغیر ہر طریقے سے ہر وقت حصولِ دنیا کی جد و جہد میں لگا رہا، اس کتے کی طرح جس پر حملہ ہو یا نہ ہو وہ زبان نکالے ہانپتا رہتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بری مثال ہمارے شایان شان نہیں، جو شخص اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لیتا ہے وہ اس کتے کی مانند ہے جو قے کرنے کے بعد اپنی قے کو چاٹ لے۔‘‘ [بخاری،

كتاب الهبة وفضلها، باب لا يحل لأحد أن يرجع فى هبته : ٢٦٢٢ـ مسلم، كتاب الهبات، باب تحريم الرجوع فى الصدقة : ١٦٢٢]

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

"جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے سو وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے تو وہ یقینی طور پر خائب و خاسر اور گمراہ ہو گیا اور اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔ یہ تقدیر کا مسئلہ ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس بات پر بھی ایمان لانا واجب ہے کہ اگر وہ کسی کو ہدایت نہ دے تو وہ ظالم نہیں، کیونکہ مالک جسے چاہے اپنی چیز دے جسے چاہے نہ دے اور وہ تو ایسا مالک ہے جس سے کوئی پوچھنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا: ﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ٢٣] "اس سے نہیں پوچھا جاتا اس کے متعلق جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جاتا ہے۔"

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اس نے جو کچھ کیا ہے وہ عین عدل ہے، کیونکہ وہ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا: ﴿ وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٤٦] "اور تیرا رب اپنے بندوں پر ہرگز کوئی ظلم کرنے والا نہیں۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ضماد جب مکہ میں آئے تو انھوں نے مکہ کے بے وقوف لوگوں سے سنا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہتے تھے۔ ضماد نے کہا کہ میں اس آدمی کو مل لوں، شاید اللہ اسے میرے ہاتھوں شفا دے دے۔ تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا، اس نے کہا اے محمد! میں اس بیماری کا دم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے میرے ہاتھ پر اس بیماری (یعنی جنون) سے شفا دے دیتا ہے، کیا میں آپ کو بھی دم کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ » "بے شک تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، ہم اس کی تعریف کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔" [مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة و الخطبة : ٨٦٨]

وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بہت سے جن اور انسان جہنم ہی کے لیے پیدا کیے ہیں، ان کے دل ہیں جن کے ساتھ وہ سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے نہیں، یہ لوگ چوپاؤں جیسے ہیں، بلکہ یہ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، یہی ہیں جو بالکل بے خبر ہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنی عقل و بصیرت سے کام لے کر اپنے معبود حقیقی کو پہچانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس کے احکام و اوامر کے مطابق زندگی گزاریں۔ بہت سے جنوں اور انسانوں کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین کا انکار کر دیتے ہیں، اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء و رسل کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور اس کی بندگی کی راہ چھوڑ کر عناد و تکبر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کا حال ایسا ہو جاتا ہے کہ ان کے دل، ان کی آنکھیں اور ان کے کان بے کار ہو جاتے ہیں اور ان میں کوئی بھی خیر کی بات قبول کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ ان کی حالت جانوروں سے بدتر بن جاتی ہے کہ جانور تو کم از کم اپنے نفع و نقصان کے درمیان تمیز کر لیتا ہے اور وہی کام کرتا ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے، لیکن کافر و متکبر خیر و شر کے درمیان تمیز کی صلاحیت ہی کھو دیتا ہے، تو گویا اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ جیسے اللہ نے اسے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے، وہ جہنم کی راہ پر آگے بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کی موت آ جاتی ہے اور وہ جہنمی بن جاتا ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ : ہم نے انھیں دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے، یعنی وہ دوزخیوں جیسے کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو وہ ان کے پیدا کرنے سے پہلے ہی یہ جانتا تھا کہ وہ کس طرح کے عمل کریں گے اور اپنے اس علم کے مطابق ہی اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل ان تمام باتوں کو اپنے پاس ایک کتاب میں لکھ لیا تھا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیر کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے تحریر فرمایا تھا۔“ اور آپ نے فرمایا: ”(اور اس وقت) اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسی : ۲۶۵۳]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن (بحالت نطفہ) رہتا ہے، پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے، وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور اس کو چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیتا ہے۔ ایک تو اس کی روزی لکھنا (یعنی محتاج ہو گا یا مال دار)، دوسرے اس کی عمر لکھنا (کہ کتنا عرصہ زندہ رہے گا)، تیسرے اس کا عمل لکھنا (کہ کیا کیا کرے گا) اور یہ لکھنا کہ نیک بخت (جنتی) ہو گا یا

بدبخت (جہنمی) ہوگا۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ صلوات اللہ علیھم : ۳۲۰۸، ۶۵۹۴ ۔ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن أمہ : ۲۶۴۳]

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا : یعنی دل، آنکھ، کان یہ چیزیں اللہ نے اس لیے دی ہیں کہ انسان ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے پروردگار کو سمجھے، اس کی آیات کا مشاہدہ کرے اور حق کی بات کو غور سے سنے، لیکن جو شخص ان اعضا سے یہ کام نہیں لیتا وہ گویا ان سے عدم انتفاع (فائدہ نہ اٹھانے) میں چوپایوں کی طرح ہے، بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔ اس لیے کہ چوپائے تو پھر بھی اپنے نفع ونقصان کا تھوڑا بہت شعور رکھتے ہیں اور نفع والی چیزوں سے نفع اٹھاتے اور نقصان دینے والی چیزوں سے بچ کر رہتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے اعراض کرنے والے شخص کے اندر تو یہ تمیز کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی ہے کہ اس کے لیے مفید چیز کون سی ہے اور مضر کون سی؟ ارشاد فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَ لَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ [الأحقاف : ۲۶] ”اور ہم نے ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو نہ ان کے کان ان کے کسی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج : ۴۶] ”پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“

اُولٰٓىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ : یعنی چوپاؤں سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، کیونکہ چوپائے تو اپنے چرواہے کی بات کو اس وقت مانتے ہیں جب وہ ان پر سختی کرے، خواہ وہ اس کی بات کو نہ سمجھتے ہوں، لیکن ان لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان : ۴۴] ”یا تو گمان کرتا ہے کہ واقعی ان کے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، وہ نہیں ہیں مگر چوپاؤں کی طرح، بلکہ وہ راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔“

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآىِٕهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

”اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا : خالق کائنات کا اسم ذات صرف ایک ہے اور وہ اللہ ہے، لیکن اس کی صفتیں بے شمار ہیں، لہٰذا اس کے صفاتی نام لاتعداد ہیں۔ خالق کائنات کا اسم ذات ہو یا اسم صفت، وہ اچھا ہی ہے۔ اسے کسی ایسے اسم صفت سے پکارنا جائز نہیں، جس سے اس کی کسی صفت میں نقص پایا جائے، کیونکہ ایسا اسم صفت جس سے اللہ تعالیٰ کی تنقیص ہوتی ہو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہوسکتا اور نہ ایسے نام سے اللہ تعالیٰ کو پکارا جا سکتا ہے۔ آیت کا منشا یہ ہے کہ ایسے نام جن سے نقص کا پہلو نکلتا ہو ان سے اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارنا چاہیے۔ بعض قوموں کے ہاں ایسے نام رائج ہیں جو قطعاً اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں، جیسا کہ مشرکین نے اللہ سے ''لات'' عزیز سے ''عزیٰ'' اور منان سے ''منات'' بنا لیا تھا، اسی طرح قرآن وسنت کی کسی دلیل کے بغیر اللہ کے نئے نئے نام نہ رکھے جائیں، جیسا کہ اہل فارس نے خدا، یزدان اور اہرمن اور ہندوؤں نے بھگوان اور ایشور اور انگریزوں نے گاڈ (God) وغیرہ نام ایجاد کر لیے ہیں، نہ اللہ کا قرآن وسنت سے کوئی ثابت شدہ نام تبدیل کیا جائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تاویل کر کے ان کے ظاہر معانی کو بدل دینا، یا ان کا کوئی معنی مراد ہی نہ لینا، یا انھیں مخلوق کے ناموں کے ساتھ تشبیہ دینا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد کی صورتیں ہیں۔ ایمان والوں کو ایسے ناموں کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۱۰] ''کہہ دے اللہ کو پکارو، یا رحمان کو پکارو، تم جس کو بھی پکارو گے سو یہ بہترین نام اسی کے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾ [طٰہٰ : ۸] ''اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب سے اچھے نام اسی کے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الحشر : ۲۲ تا ۲٤] ''وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چھپی اور کھلی چیز کو جاننے والا ہے، وہی بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنی مرضی چلانے والا، بے حد بڑائی والا ہے، پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جو خاکہ بنانے والا، گھڑنے ڈھالنے والا، صورت بنا دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں، اس کی تسبیح ہر وہ چیز کرتی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو یعنی ننانوے نام ہیں، جو انھیں یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الشروط، باب ما یجوز من الاشتراط : ۲۷۳٦۔

مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة، باب فی أسماء الله تعالٰی : ۲٦۷۷]

یاد رہے! اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ صرف ننانوے نہیں ہیں، اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو جب بھی کوئی غم وحزن لاحق ہو اور وہ یہ دعا پڑھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ، مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ، اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ، وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَ ذَهَابَ هَمِّیْ » ''اے اللہ! بے شک میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم میرے بارے میں نافذ ہے، تیرا ہر فیصلہ میرے حق میں عین انصاف ہے، میں تیرے ہر اس نام کے وسیلے سے، جسے تو نے خود اپنا نام رکھا یا اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا، اپنی کتاب میں نازل فرمایا یا تو نے اسے علم غیب میں اپنے پاس ہی محفوظ رکھا، میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار، سینے کا نور، میرے غم کا ازالہ اور پریشانی کو دور کرنے کا مداوا بنا دے'' تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مصیبت، پریشانی اور غم وفکر کو دور فرما کر اسے خوشی اور مسرت سے بدل دے گا۔'' عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم اس دعا کو سیکھ نہ لیں؟ فرمایا: ''جو بھی مسلمان اس دعا کو سنے اسے چاہیے کہ اسے ضرور سیکھ لے۔'' [مسند أحمد : ۳۹۱/۱، ح : ۳۷۱۱۔ ابن حبان : ۹۷۲۔ مسند أبي يعلى : ۱۹۸/۹، ۱۹۹، ح : ۵۲۹۷]

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ ع ۱۲

''اور ان لوگوں میں سے جنھیں ہم نے پیدا کیا کچھ لوگ ایسے ہیں جو حق کے ساتھ رہنمائی کرتے اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں ''امت'' سے مراد ''امت محمدیہ'' کی ایک جماعت ہے، جن کی صفت یہ ہے کہ وہ حق بات کہتے ہیں اور حق ہی کی طرف دعوت دیتے ہیں، خود اس پر عمل کرتے ہیں اور اسی کے مطابق دوسروں کے فیصلے کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں خبر دی ہے۔ سیدنا معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ قیامت تک حق کے ساتھ غالب رہے گا، اسے رسوا کرنے والا، یا اس کی مخالفت کرنے والا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' [بخاری، كتاب المناقب، باب : ۳٦٤۱۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : لا تزال طائفة ...... الخ : ۱۹۲۰، عن ثوبان رضی الله عنه]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا، مسلمانوں کی ایک جماعت اس کی خاطر لڑتی رہے گی، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : لا تزال طائفة

من أمتي...... الخ : ۱۹۲۲]

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾

''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہم ضرور انھیں آہستہ آہستہ کھینچ کر لے جائیں گے، جہاں سے وہ نہیں جانتے۔''

صالح لوگوں کے ذکر کے بعد اس آیت میں اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے روزی کے تمام دروازے کھول دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ دھوکے میں پڑ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اللہ ان سے خوش ہے، پھر وہ اللہ کا شکر ادا کرنا بالکل بھول جاتے ہیں اور مقررہ وقت پر اللہ کا عذاب انھیں آ لیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٤، ٤٥] ''پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہو گئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا تو اچانک وہ ناامید تھے۔ تو ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔''

وَ اُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾

''اور میں انھیں مہلت دوں گا، بے شک میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔''

یہاں مراد ابوجہل اور دیگر کفار مکہ ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے ڈھیل دے دی تھی، یہاں تک کہ میدانِ بدر میں سب کے سب مارے گئے۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے، (اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے، تاکہ خوب نافرمانی کرے اور عذاب کا مستحق ہو جائے) پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتا۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب : ﴿ وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر و الصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

اَوَ لَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾

''اور کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی میں جنون کی کون سی چیز ہے؟ وہ تو ایک کھلم کھلا ڈرانے والے کے سوا کچھ نہیں۔''

کفار قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن ہی سے اچھی طرح جانتے تھے، انھیں پتا تھا کہ آپ عقلی اور اخلاقی اعتبار سے

ان میں سب سے اعلیٰ و ارفع ہیں، لیکن جب آپ دعوتِ اسلام لے کر ان کے سامنے آئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو مجنون ہے، اسی لیے تو اس قسم کی باتیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی اور کہا کہ محمد ﷺ نہ تو مجنون ہیں، جیسا کہ کفار قریش انھیں بچپن سے جانتے ہیں اور نہ اس کی باتیں کسی پاگل کی بڑ ہیں، بلکہ وہ تو اللہ کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔

مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ : کفار رسول اللہ ﷺ کو دیوانہ کہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو قرآن مجید میں کئی جگہ بیان کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴾ [سبا : ٤٦] ”کہہ دے میں تو تمھیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے دو دو اور ایک ایک کر کے کھڑے ہو جاؤ، پھر خوب غور کرو کہ تمھارے ساتھی میں جنون کی کون سی چیز ہے۔ وہ تو ایک شدید عذاب سے پہلے محض تمھیں ڈرانے والا ہی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴾ [الحجر : ٦] ”اور انھوں نے کہا اے وہ شخص جس پر یہ نصیحت نازل کی گئی ہے! بے شک تو تو دیوانہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴾ [الدخان : ١٣، ١٤] ”ان کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ یقیناً ان کے پاس بیان کرنے والا رسول آ چکا۔ پھر انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور انھوں نے کہا سکھلایا ہوا ہے، دیوانہ ہے۔“

اَوَ لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّ اَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝

”اور کیا انھوں نے نگاہ نہیں کی آسمانوں اور زمین کی عظیم الشان سلطنت میں اور کسی بھی ایسی چیز میں جو اللہ نے پیدا کی ہے اور اس بات میں کہ شاید ان کا مقررہ وقت واقعی قریب آ چکا ہو، پھر اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔“

کفارِ قریش کو دعوتِ فکر و نظر دی جا رہی ہے کہ اللہ کی وحدانیت اور اس کی خالقیت و مالکیت پر ایمان لے آئیں اور حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں۔ انھیں کہا جا رہا ہے کہ وہ شمس و قمر، ستاروں اور، بادلوں، سمندروں، پہاڑوں، چوپایوں اور دیگر مخلوقات کے بارے میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟ تا کہ دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے ایمان لے آئیں اور آخرت میں سرخرو ہوں، انھیں قرآن جیسی معجز اور جامع کتاب کے بعد کس معجزے کا انتظار ہے، جسے دیکھ کر ایمان لائیں گے؟

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَ يَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

”جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ انھیں ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے، بھٹکتے پھرتے ہیں۔“

یعنی اللہ کی مخلوقات میں فکر و نظر بھی اسی کے لیے مفید ہے جسے اللہ توفیق دے اور جسے اللہ توفیق نہیں دے گا وہ سرکشی

اور گمراہی ہی میں بھٹکتا رہے گا، خواہ وہ اس کے لیے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے، وہ اس کے کچھ کام نہیں آ سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ﴾ [المائدۃ : ٤١] ''اور وہ شخص کہ اللہ اسے فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کر لے اس کے لیے تو اللہ سے ہرگز کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [یونس : ١٠١] ''کہہ تم دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ موجود ہے۔ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کے کام نہیں آتیں جو ایمان نہیں لاتے۔''

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ١٨٧

''وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ : بعض کفارِ قریش نے قیامت کو ناممکنات میں سے سمجھتے ہوئے اور قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتے ہوئے آپ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھا جائے تو کہہ دیجیے کہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٢ تا ٤٤] ''وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴾ [الشوریٰ : ١٨] ''اسے وہ لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ اس سے ڈرنے والے ہیں اور جانتے ہیں کہ بے شک وہ حق ہے۔ سنو! بے شک وہ لوگ جو قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں یقیناً وہ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔''

لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ : یعنی نہ اس کے واقع ہونے کا علم کسی کو ہے اور نہ اسے واقع کرنے کی قدرت کسی میں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ﴾ [طٰہٰ : ١٥] ''یقیناً قیامت آنے والی

ہے، میں قریب ہوں کہ اسے چھپا کر رکھوں، تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو وہ کوشش کرتا ہے۔“

ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ : یعنی آسمانوں میں اور زمین میں وہ ایک بڑی بھاری آفت ہوگی، اس کی ہیبت سے زمین و آسمان لرزتے ہیں، کیونکہ وہ سب اس وقت زیر و زبر ہو جائیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴾ [القمر : ۴۶] ”بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ۱، ۲] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔“

لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً : بے شک اس کی علامات عامہ اور علامات خاصہ مثلاً دجال، دابۃ الارض (زمین سے جانور) کا نکلنا، یاجوج ماجوج کا خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول وغیرہ بتائی گئی ہیں، مگر ان واقعات میں سے بھی کوئی اس کا عین مقرر وقت نہیں کہ اس کے ساتھ ہی قیامت آ جائے، اصل وقت صرف اللہ کے پاس ہے اور وہ اچانک یک لخت آئے گی۔ قیامت اچانک اس طرح آئے گی کہ لوگ اس سے غافل ہوں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۶۶] ”وہ قیامت کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۴۰] ”بلکہ وہ ان پر اچانک آئے گی تو انھیں مبہوت کر دے گی، پھر وہ نہ اسے ہٹا سکیں گے اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب صور میں پھونکا جائے گا تو جو شخص اسے سنے گا وہ (ایک طرف سے) گردن جھکا دے گا اور (دوسری طرف سے گردن) اٹھا لے گا اور سب سے پہلے اسے وہ آدمی سنے گا جو اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا، (اس کے سنتے ہی) وہ بے ہوش ہو جائے گا اور لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔“ [مسلم، کتاب الفتن، باب في خروج الدجال ...... الخ : ۲۹۴۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت (اس طرح اچانک) واقع ہو جائے گی کہ دو آدمیوں نے اپنے درمیان اپنا کپڑا پھیلا رکھا ہوگا اور وہ اس کی خرید و فروخت نہ کر سکیں گے اور نہ اس کو لپیٹ سکیں گے (کہ قیامت واقع ہو جائے گی) اور قیامت (اس قدر اچانک) واقع ہو جائے گی کہ ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر

لوٹ رہا ہوگا اور وہ اسے پی بھی نہ سکے گا (کہ قیامت واقع ہو جائے گی) اور قیامت (کچھ ایسے یکا یک) واقع ہوگی کہ ایک آدمی اپنے حوض کو درست کر رہا ہوگا اور وہ اس میں سے (اپنے اونٹوں کو) پلا بھی نہ سکے گا (کہ قیامت واقع ہو جائے گی) اور قیامت (یوں اچانک) واقع ہو جائے گی کہ ایک آدمی نے اپنا نوالہ اپنے منہ کی طرف اٹھایا ہوگا، لیکن وہ اسے کھا نہ سکے گا (کہ قیامت واقع ہو جائے گی)۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، بابٌ : ٦٥٠٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوگا، جب سورج (مغرب سے) طلوع ہوگا اور لوگ اسے (طلوع ہوتا ہوا) دیکھ لیں گے تو سب کے سب ایمان لے آئیں گے، مگر اس وقت: ﴿ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ﴾ [الأنعام : ١٥٨] ''جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، بابٌ : ٦٥٠٦]

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے اسلام، ایمان اور احسان کے بارے میں سوالات کیے، پھر یہ بھی پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ''اس کے بارے میں جواب دینے والا پوچھنے والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا، البتہ میں تمھیں اس کی نشانیاں بتا سکتا ہوں، وہ یہ ہیں کہ جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور جب سیاہ اونٹوں کے چرواہے مکانات کی تعمیر میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کریں گے، (یاد رکھو!) قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ [لقمان : ٣٤] ''بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ عن الإيمان : ٥٠۔ مسلم، كتاب الإيمان : ٨]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دیہاتی لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے کہ وہ کب آئے گی؟ تو آپ ان میں سب سے کم عمر شخص کو دیکھتے اور فرماتے: ''اگر یہ زندہ رہا تو اسے بڑھاپا نہیں آئے گا حتیٰ کہ تم پر قیامت قائم ہو جائے گی۔'' [مسلم، كتاب الفتن، باب قرب الساعة : ٢٩٥٢]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے یہ ارشاد فرما

رہے تھے: ”تم مجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہو، حالانکہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں! آج زمین پر جو شخص بھی موجود ہے، وہ سو سال بعد موجود نہیں ہوگا۔“ [مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب بیان معنی قولہ ﷺ : علی رأس مائۃ سنۃ …… الخ : ۲۵۳۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اور قیامت کو ان دو (انگلیوں) کی طرح بھیجا گیا ہے۔“ آپ نے یہ ارشاد انگشت شہادت اور اس کے ساتھ والی انگلی کو ملا کر ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ : بعثت أنا والساعۃ …… الخ : ۶۵۰۴۔ مسلم، کتاب الفتن، باب قرب الساعۃ : ۲۹۵۱/۱۳۵]

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۖۚ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

”کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اللہ کے لیے اپنی کامل عبودیت کا اعلان کر دیں اور اپنے بارے میں لوگوں کو بتا دیں کہ آپ غیبی امور کی خبر نہیں رکھتے۔ آپ کو صرف وہی باتیں معلوم ہیں جن کی خبر اللہ نے آپ کو بذریعہ وحی دی ہے۔ مزید تاکید کے طور پر کہ رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم نہیں تھا، آپ نے قرآن کی زبان میں فرمایا کہ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو پہلے ہی سے اسباب مہیا کر کے اپنے لیے فوائد و منافع جمع کر لیتا، مثلاً قحط سالی کے زمانے کے لیے زرخیزی اور خوشحالی کے ایام ہی میں تیاری کر لیتا تو مجھے کوئی تکلیف لاحق نہ ہوتی، لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میں غیب کا علم نہیں رکھتا، میں تو اللہ کی وحی کے مطابق اللہ پر ایمان رکھنے والوں کو صرف اس کا پیغام پہنچانے آیا ہوں۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا : اس آیت میں دنیا کے تمام مسلمانوں کو ایک قسم کی تنبیہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ جو سید الناس اور سید ولد آدم ہیں، اپنے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، تو کسی دوسرے کے لیے اس قسم کا اختیار ماننا کتنا مضحکہ خیز اور گمراہ کن ہے۔ نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا اسی کو پکارنا چاہیے، کسی دوسرے کو پکارنا کھلا شرک ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۳] ”اور انھوں نے اس کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو

کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [يونس : ١٠٦، ١٠٧] ''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔ اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کر لے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ : سیدہ قُتَیلہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا، تم لوگ شریک بناتے ہو، تم لوگ شرک کرتے ہو، تم لوگ کہتے ہو جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں اور تم لوگ کہتے ہو کعبہ کی قسم! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ جب وہ قسم کھائیں تو اس طرح کہا کریں ''رب کعبہ کی قسم!'' اور ہر ایک شخص اس طرح کہا کرے، جو اللہ چاہے، پھر آپ چاہیں۔ [نسائی، کتاب الأیمان والنذور، باب الحلف بالکعبۃ : ۳۸۰۴]

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۖ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ : یعنی نہ میں غیب دان ہی ہوں، اگر ایسا ہوتا تو کتنے ہی فائدے ہیں جنھیں میں پیشگی سمیٹ لیتا اور کتنے نقصانات ہیں جن سے قبل از وقت آگاہ ہونے کی بنا پر میں بچ جاتا۔ یہاں لفظ ''لَوْ'' (اگر) سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود افضل المرسلین ہونے کے علم غیب نہیں رکھتے تھے، کیونکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ اس کے باوجود بعض نادان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب باور کراتے ہیں، حالانکہ غزوۂ احد میں آپ کا چہرۂ انور زخمی ہوا، دانت مبارک بھی شہید ہوئے، چہرے میں خود کی کڑیاں چبھ گئیں، ہونٹ پھٹ گیا، ایک اور واقعہ میں گھوڑے سے گر کر زخمی ہوئے تو کتنے دن صاحبِ فراش رہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا تو تقریباً ایک مہینا آپ پریشان رہے۔ ایک یہودی عورت نے کھانے میں زہر ملا دیا جسے کھانے سے آپ کے بعض صحابہ شہید بھی ہو گئے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زہر کا اثر آخر دم تک محسوس کرتے رہے۔ یہ سب واقعات شاہد ہیں کہ ''اگر میں غیب جانتا ہوتا تو مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٥٠] ''کہہ دے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر

ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٥] ''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

زیر تفسیر آیت سے شرک کی جڑ کٹ گئی، جب رسول اللہ ﷺ کو جو تمام عالم کے سردار ہیں، اپنی جان کے نفع و نقصان کا اختیار نہ ہو، نہ غیب کی بات معلوم ہو، تو کسی اور نبی یا ولی یا بزرگ یا فقیر یا جن یا فرشتے کو کیا قدرت ہے کہ کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچائے یا غیب کی کوئی بات بتائے، البتہ وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ آپ کو جو بات بتا دیتا وہ آپ کو معلوم ہو جاتی اور آپ لوگوں کو اس کی خبر دے دیتے۔

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ : یعنی میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا اور مومنوں کو بہشتوں کی خوشخبری سنانے والا ہوں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴾ [مریم : ٩٧] ''سو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا ہے، تاکہ تو اس کے ساتھ متقی لوگوں کو خوشخبری دے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائے جو سخت جھگڑالو ہیں۔''

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾

''وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ وہ اس کی طرف (جا کر) سکون حاصل کرے، پھر جب اس نے اس (عورت) کو ڈھانکا تو اس نے ہلکا سا حمل اٹھا لیا، پس اسے لے کر چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بھاری ہوگئی تو دونوں نے اللہ سے دعا کی، جو ان کا رب ہے کہ بے شک اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا تو ہم ضرور ہی شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل کفر اور اہل شرک کو ان کی جاہلانہ جرأت پر تنبیہ کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک

بنانے کی جرأت کیسے کرتے ہیں؟ اور ان کی عقل اسے کیسے قبول کر لیتی ہے؟ اس لیے کہ ان کا خالق اللہ ہے، جس نے انھیں آدم سے پیدا کیا اور آدم سے ان کی بیوی حوا کو اور پھر ہر مرد کے لیے اسی کی جنس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا، تاکہ اس کی قربت سے اسے سکون حاصل ہو۔ اس لیے کہ اگر بیوی ہم جنس نہ ہوتی تو دونوں ایک دوسرے سے انس حاصل نہ کر پاتے۔ تو جس اللہ نے انھیں اور ان کی بیویوں کو پیدا کیا وہی ذاتِ واحد عبادت کے لائق ہے۔ پھر مشرک کی ایک اور حالت یہ ہے کہ جب وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کرتا ہے اور حمل قرار پا جاتا ہے اور کئی مراحل سے گزر کر جب پیٹ میں بچہ حرکت کرنے لگتا ہے، تو دونوں میاں بیوی مل کر دعا کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے صحیح سالم بچہ دیا تو اللہ کا خوب شکر ادا کریں گے، لیکن صحیح سالم بچہ ہونے کے بعد دونوں کہنا شروع کرتے ہیں کہ یہ تو ہمارے بتوں اور معبودوں کی کرم نوازی ہے، جیسا کہ ہر زمانے میں مشرکین کہتے آئے ہیں کہ اولاد دینے والا اور روزی رساں اللہ کے سوا کوئی اور ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ : اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کو اس نے آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا ہے اور اس نے آدم ہی سے ان کی بیوی حوا کو بھی پیدا کیا، پھر ان دونوں ہی سے تمام لوگ زمین میں پھیل گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴾ [الحجرات : ۱۳] "اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النساء : ۱] "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لمبی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اہل محشر آپس میں کہیں گے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم کس مصیبت میں مبتلا ہو، تم ایسے آدمی کے پاس کیوں نہیں جاتے جو تمھارے رب کے پاس تمھاری سفارش کرے؟ پھر وہ آپس میں کہیں گے، آدم علیہ السلام کے پاس چلو، پھر وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے، آپ انسانوں کے باپ ہیں، آپ کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا، آپ کے جسم میں اللہ نے اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا تو انھوں نے آپ کو سجدہ کیا، لہٰذا آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجیے۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ذریة من حملنا مع نوح ﴾ : ۴۷۱۲]

وَ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا

﴿ وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ [الروم : ۲۱] ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف (جاکر) آرام پاؤ اور اس نے تمھارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی۔'' اور فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴾ [النساء : ۱] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں کے ساتھ (حسن سلوک کی) وصیت قبول کرو، اس لیے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں سب سے زیادہ کجی اس کے اوپر والے حصے میں ہوتی ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر تم چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی، لہٰذا عورتوں کے ساتھ (حسن معاشرت کی) وصیت قبول کرو۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته : ۳۳۳۱]

فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٩٠﴾

''پھر جب اس نے انھیں تندرست بچہ عطا کیا تو دونوں نے اس کے لیے اس میں شریک بنا لیے جو اس نے انھیں عطا کیا تھا، پس اللہ اس سے بہت بلند ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے انسان کو بچہ عطا فرماتا ہے تو وہ اسے غیر اللہ کی بخشش سمجھتا ہے، کبھی اس کو حسین بخش کہہ کر پکارتا ہے اور کبھی پیر بخش، کبھی غوث بخش، کبھی اسے کسی انسان کا فقیر بناتا ہے اور کبھی کسی انسان کا بندہ، کبھی اسے کسی آستانے کا مجاور بناتا ہے اور کبھی کسی قبر کا پجاری۔ حالانکہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ناموں کے رکھنے میں بھی خیر و شر کو ملحوظ رکھا ہے اور اپنے بچوں کے نام اللہ کے پسندیدہ نام رکھنے کی تلقین کی ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارے ناموں میں سے بہتر نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں۔'' [مسلم، كتاب الآداب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم، و بيان ما يستحب من الأسماء : ۲۱۳۲]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی کا نام عاصیہ (گناہ گار) تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا۔ [مسلم، كتاب الآداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن : ۱۵/ ۲۱۳۹]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے برا نام یہ ہے کہ کسی کو شہنشاہ کہا جائے۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب أبغض الأسماء إلى الله تبارك و تعالى : ۶۲۰۵۔ مسلم، كتاب الآداب، باب تحريم التسمي بملك الأملاك : ۲۱۴۳]

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾

''کیا وہ انھیں شریک بناتے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ اور نہ ان کی کوئی مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔''

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ : اس مقام پر اللہ نے مشرکین کی تردید فرمائی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں اور دیگر معبودانِ باطلہ کی عبادت کرتے ہیں، حالانکہ یہ تمام معبودانِ باطلہ اللہ ہی کے پیدا کردہ ہیں، اس کے پروردہ اور اسی کے بنائے ہوئے ہیں اور خود کسی چیز کے بھی مالک نہیں۔ نہ نفع و نقصان کا کچھ اختیار رکھتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ اپنے پجاریوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ کیسی عجیب بات ہے کہ مشرکین اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک بناتے ہیں، جو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ۷۳، ۷۴] ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔''

وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾

''اور اگر تم انھیں سیدھے راستے کی طرف بلاؤ تو وہ تمھارے پیچھے نہیں آئیں گے، تم پر برابر ہے کہ تم نے انھیں بلایا ہو، یا تم خاموش ہو۔''

اور مشرکین اگر اپنے بتوں کو رشد و ہدایت کی دعوت دیں گے تو ان کی پیروی بھی نہیں کریں گے، اس لیے کہ بے جان بتوں کے لیے ہدایت و گمراہی دونوں برابر ہیں۔

وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ : یعنی یہ بت بلانے والے کی آواز کو سنتے ہی نہیں، ان کے نزدیک بلانے والا اور نہ بلانے والا دونوں ہی یکساں ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴾ [مریم : ۴۲] ''اے میرے باپ! تو اس چیز کی عبادت کیوں کرتا ہے جو نہ سنتی ہے اور نہ دیکھتی

ہے اور نہ تیرے کسی کام آتی ہے؟''

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

''بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں، پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔''

یہ دوسری قسم کے الٰہ ہیں، یعنی وہ انبیاء اور بزرگ جو فوت ہو چکے اور انھیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارا جاتا ہے۔ اس لیے کہ پتھر کے بتوں کے لیے ''عِبَادٌ'' کا لفظ استعمال نہیں ہوتا اور ان کے الٰہ ہونے کی تردید کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جب تم انھیں پکارتے ہو تو وہ جواب بھی نہیں دے سکتے اور وہ تمھارے ہی جیسے ہیں، تم سے کوئی بالاتر مخلوق نہیں۔

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾

''کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ کہہ دے تم اپنے شریکوں کو بلا لو، پھر میرے خلاف تدبیر کرو، پس مجھے مہلت نہ دو۔''

جو بت مشرکوں نے بنا رکھے تھے، ان کے ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، آنکھیں وغیرہ سب کچھ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ مشرکوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ ان بتوں کے جو تم نے پاؤں بنا رکھے ہیں کیا یہ ان کے ساتھ چل بھی سکتے ہیں؟ کیونکہ پاؤں بنانے کا مقصد تو یہی ہوتا ہے کہ ان سے چلا جا سکے۔ پھر جب یہ پاؤں اپنی غرض اور مقصد پورا نہیں کر سکتے، تو ایسے پاؤں بنانے کا فائدہ کیا ہے؟ اسی طرح ان کے جو تم نے ہاتھ بنا رکھے ہیں ان سے یہ پکڑ بھی نہیں سکتے۔ تمھاری بنائی ہوئی آنکھوں سے یہ دیکھ بھی نہیں سکتے اور نہ کانوں سے سن سکتے ہیں، تو ایسے مصنوعی اعضا بنانے کا فائدہ کیا ہے جو اپنی غرض پوری نہیں کرتے۔ مشرکین کی مزید مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ مشرکین سے کہیے کہ جن بتوں کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو، انھیں میرے خلاف اپنی مدد کے لیے بلا لو اور تم سب مل کر مجھے مہلت بھی نہ دو تو کیا تم میرا بال بھی بیکا کر سکو گے؟ ہرگز نہیں، اس لیے کہ تمھیں اپنے بتوں کے کلی طور پر عاجز ہونے کا پتا ہے۔

اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾

''بے شک میرا یار و مددگار اللہ ہے، جس نے یہ کتاب نازل کی ہے اور وہی نیکوں کا یار و مددگار بنتا ہے۔''

مجھے تمھاری اور تمھارے معبودوں کی قطعاً پروا نہیں، کیونکہ میرا حامی و ناصر تو وہ اللہ ہے جس نے مجھ پر قرآن نازل کیا ہے اور وہ ہمیشہ اپنے نیک بندوں کا حامی و ناصر ہوتا ہے، جیسا کہ ھود علیہ السلام نے کہا تھا جب ان کی قوم نے ان سے یہ کہا: ﴿ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾ [ھود : ٥٤ تا ٥٦] ''ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تجھے کوئی آفت پہنچا دی ہے۔ اس نے کہا میں تو اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔ اس کے سوا۔ سو تم سب میرے خلاف تدبیر کر لو پھر مجھے مہلت نہ دو۔ بے شک میں نے اللہ پر بھروسا کیا، جو میرا رب ہے اور تمھارا رب ہے۔ کوئی چلنے والا جاندار نہیں مگر وہ اس کی پیشانی کے بالوں کو پکڑے ہوئے ہے۔ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔'' اسی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ۝ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٢٦ تا ٢٨] ''بے شک میں ان چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا، پس بے شک وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔ اور اس نے اس (توحید کی بات) کو اپنے پچھلوں میں باقی رہنے والی بات بنا دیا، تاکہ وہ رجوع کریں۔''

وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ۝۱۹۷ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَسْمَعُوْا ؕ وَ تَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَ هُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝۱۹۸

''اور جنھیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔ اور اگر تم انھیں سیدھے راستے کی طرف بلاؤ تو نہیں سنیں گے اور تو انھیں دیکھتا ہے کہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں، حالانکہ وہ نہیں دیکھتے۔''

یعنی تمھارے معبود اور تمھارے پتھر کے اصنام تمھاری کچھ بھی نصرت، وحمایت نہیں کر سکتے، نیز وہ تمھاری پکار کو سن بھی نہیں سکتے۔ اس لیے کہ ان کے کان نہیں ہیں، اگرچہ تم نے اپنے ہاتھوں سے ان کے کان بنا دیے ہیں۔ وہ جماد ہیں، تمھیں دیکھتے نہیں ہیں، اگرچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی پتھریلی آنکھوں سے تمھیں دیکھ رہے ہیں۔ پھر بتاؤ تو سہی کہ ان پتھروں کے معبودوں کی کیا پروا کروں؟

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ۝۱۹۹

''درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ناراض ہونے کے بجائے لوگوں کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کریں، اس لیے کہ وعظ و نصیحت میں یہی طریقہ سود مند ہے اور لوگوں کو اچھے اور مستحسن کاموں کا حکم دیں، جنھیں انسان بخوشی قبول کر لیتا ہے اور نادانوں کے ساتھ سختی کا معاملہ نہ کریں اور اگر آپ کے ساتھ وہ بدسلوکی کریں تو نظر انداز کر جائیں اور تحمل سے کام لیں۔

خُذِ الْعَفْوَ : یعنی توحید کی دعوت کے جواب میں آپ کو مشرکوں اور جاہلوں کی طرف سے بہت تکلیف اٹھانا پڑے گی، آپ درگزر سے کام لیں۔ یہاں آپ ﷺ کو حسن اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے اور اس حکم سے ہر وہ شخص مخاطب ہے جو اسلام کی دعوت کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۶] ''یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا١ۖۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ١ۚ فَاعْفُوْا وَ اصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [البقرۃ : ۱۰۹] ''بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔ سو تم معاف کرو اور درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ دینا مال کو کم نہیں کرتا، معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور کوئی شخص اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کو سربلند کر دیتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو : ۲۵۸۸]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس رحمہ اللہ کے پاس ٹھہرے اور حر رحمہ اللہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشیروں میں سے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر قرآن مجید کے عالم اور قاری ہوتے تھے، خواہ وہ ادھیڑ عمر ہوں یا جوان۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا، اے میرے بھتیجے! تجھے اس امیر کے ہاں خاص قرب حاصل ہے، لہٰذا میرے لیے بھی ان سے ملاقات کی اجازت طلب کرو، انھوں نے جواب دیا، جی ہاں، میں آپ کے لیے ضرور اجازت طلب کروں گا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حر رحمہ اللہ نے عیینہ کے لیے اجازت طلب کی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی، جب وہ اندر داخل ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، اے ابن خطاب! بات یہ

ہے کہ اللہ کی قسم! تو ہمیں نہ زیادہ عطیے دیتا ہے اور نہ ہمارے بارے میں عدل سے فیصلے کرتا ہے۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو گئے، حتیٰ کہ انھوں نے اسے مارنے کا ارادہ کیا، تو حر رحمہ اللہ نے ان کی خدمت میں عرض کی، امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ ”درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر“ اور یہ شخص بھی جاہلوں میں سے ہے۔ (سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) اللہ کی قسم! جس وقت حر رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسے سننے کے بعد ذرا بھی آگے نہ بڑھے (ان کا غصہ جاتا رہا) اور اللہ کی کتاب کے سامنے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہی حالت ہوتی تھی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ خذ العفو و أمر بالعرف و أعرض عن الجهلين ﴾ : ٤٦٤٢]

وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ : یعنی اگر وہ ضد پر اڑ کر مخالفانہ رویہ اختیار کریں اور بے فائدہ تکرار کریں، تو بجائے الجھنے کے آپ خاموشی اختیار کریں، خواہ وہ اس خاموشی کو کوئی معنی پہنا دیں۔ امید ہے کہ اس سے ان کے رویے میں تبدیلی پیدا ہو گی اور ان کا جارحیت کا وار خالی جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [القصص : ٥٥] ”اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴾ [الفرقان : ٦٣] ”اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔“

ہاں حدود کے مجرموں یا جنگ پر آمادہ لوگوں سے ان کے لائق معاملہ کیا جائے گا اور اس کے واضح احکام قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔

وَ إِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

”اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بے شک وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اگر شیطان آپ کو ان کی نادانی اور بدسلوکی پر ان کے خلاف ابھارے اور غصہ دلائے اور دل میں وسوسہ پیدا کرے کہ عفوو درگزر اور نیکی کی راہ چھوڑ دیجیے، تو فوراً اللہ کی پناہ مانگیے مردود شیطان سے اور دعا کیجیے کہ اللہ اسے آپ سے دور کر دے۔ کیونکہ شیطان کے فتنوں سے بچنے کا یہی ایک راستہ ہے کہ انسان اللہ کی پناہ میں آ جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَآ إِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ إِلَّا

ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٣٤ تا ٣٦] ”(برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔ اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝ وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴾ [المؤمنون : ٩٦ تا ٩٨] ”اس طریقے سے برائی کو ہٹا جو سب سے اچھا ہو، ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں۔ اور تو کہہ اے میرے رب! میں شیطانوں کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے رب! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں۔“

سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دو آدمیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ان میں سے ایک کا غصے کی وجہ سے چہرہ سرخ تھا اور وہ دوسرے کو گالی دے رہا تھا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”بے شک میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے اور وہ کلمہ یہ ہے ”اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شخص سے کہا، تم نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں مجنون نہیں ہوں۔ [بخاري، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب ...... الخ : ٦١١٥۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب : ٢٦١٠]

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝

”یقیناً جو لوگ ڈر گئے، جب انھیں شیطان کی طرف سے کوئی (برا) خیال چھوتا ہے وہ ہشیار ہو جاتے ہیں، پھر اچانک وہ بصیرت والے ہوتے ہیں۔“

اللہ سے ڈرنے والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب انھیں کوئی شیطانی وسوسہ لاحق ہوتا ہے تو انھیں یاد آتا ہے کہ فوراً ”اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ“ پڑھنا چاہیے اور اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایسا کرنے سے انھیں اپنی غلطیاں سمجھ میں آ جاتی ہیں اور شیطان کی سازشوں کا پتا چل جاتا ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ ان سازشوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٣٦] ”اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص جب سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ افسوں پھونکتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے، مزے سے سوئے رہو۔ پھر اگر وہ بیدار ہو جائے اور اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اٹھ کر وضو کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر نماز بھی پڑھے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں، پھر وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ ہشاش بشاش اور خوش مزاج ہوتا ہے، ورنہ بد مزاج اور سست ہوتا ہے۔“ [بخاری، کتاب التهجد، باب عقد الشيطان على قافية الرأس إذا لم يصل بالليل : ۱۱۴۲۔ مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الحث على صلاة الليل و إن قلت : ۷۷۶]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھی جن کو مقرر کر رکھا ہے۔“ صحابہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! اور آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! میرے ساتھ بھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ مطیع بن گیا ہے۔ وہ مجھے خیر کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیتا۔“ [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب تحريش الشيطان ...... الخ : ۲۸۱۴]

سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کیے ہوئے تھے، ایک رات میں آپ کی زیارت کرنے کے لیے حاضر ہوئی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کیں، جب میں واپس جانے کے لیے اٹھی تو آپ بھی میرے ساتھ مجھے چھوڑنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش ان دنوں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے گھر میں تھی۔ راستے میں دو انصاری جا رہے تھے، جونہی انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تیز تیز قدموں سے چلنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ٹھہرو! یہ صفیہ بنت حیی (رضی اللہ عنہا) ہے۔“ وہ دونوں بولے، یا رسول اللہ! سبحان اللہ! آپ نے فرمایا: ”یقیناً شیطان انسان کے اندر اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون گردش کرتا ہے، مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ تمھارے دلوں میں برا خیال نہ ڈال دے۔“ [بخاری، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده : ۳۲۸۱۔ مسلم، كتاب السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رؤي خاليا بامرأة ...... الخ : ۲۱۷۵]

وَ اِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

”اور جو ان (شیطانوں) کے بھائی ہیں وہ انھیں گمراہی میں بڑھاتے رہتے ہیں، پھر وہ کمی نہیں کرتے۔“

لیکن دوسری طرف جو اللہ سے نہیں ڈرتے اور شیطان کے وسوسوں سے پناہ نہیں مانگتے تو شیاطین ان کے دل و دماغ میں کثرت سے شبہات پیدا کرتے ہیں۔ گناہوں کو خوش نما بنا کر پیش کرتے ہیں اور انھیں کر گزرنے کو ان کے لیے آسان بنا دیتے ہیں۔ آخر کار وہ لوگ ان معاصی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں اور مستقبل میں اسی راہ پر چل پڑتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾ [بنی إسرائیل : ۲۷] ”بے شک

بے جا خرچ کرنے والے ہمیشہ سے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔‘‘

وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

’’اور جب تو ان کے پاس کوئی نشانی نہ لائے تو کہتے ہیں تو نے خود اس کا انتخاب کیوں نہیں کر لیا؟ کہہ دے میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے سمجھ کی باتیں ہیں اور ان لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔‘‘

اس آیت میں شیاطین کے بھائیوں کی گمراہی اور بے جا ضد کی ایک مثال بیان فرمائی گئی ہے، یعنی وہ پیغمبر سے از راہ عناد کہتے ہیں کہ آپ کوئی معجزہ اپنے پاس ہی سے کیوں نہیں بنا لاتے؟ اس کے جواب میں بتلایا گیا کہ آپ فرما دیں، معجزات لانا میرے اختیار میں نہیں ہے، میں تو صرف وحی الٰہی کا پیروکار ہوں۔ ہاں البتہ یہ قرآن جو میرے پاس آیا ہے، یہ بذات خود ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ اس میں تمھارے رب کی طرف سے بصائر (دلائل و براہین) اور ہدایت و رحمت ہے، بشرطیکہ کوئی ایمان لانے والا ہو۔

وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ : ’’آیَةٌ‘‘ سے مراد کوئی معجزہ اور خرق عادت بات ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٤] ’’اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں، پھر اس کے سامنے ان کی گردنیں نیچی ہو جائیں۔‘‘

قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ : یعنی میں اپنی طرف سے کسی چیز کو وضع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ میں تو وہی چیز سناتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَاۤ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَیَّ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّیْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَ لَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ [یونس : ١٥ تا ١٧] ’’اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کوئی قرآن اس کے سوا لے آ، یا اسے بدل دے۔ کہہ دے میرے لیے ممکن نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں، میں پیروی نہیں کرتا، مگر اسی کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، بے شک میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا اور نہ وہ تمھیں اس کی خبر دیتا، پس بے شک میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر رہ چکا ہوں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟ پھر اس سے زیادہ

کون ظالم ہے جو اللہ پر کوئی جھوٹ باندھے، یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ مجرم لوگ فلاح نہیں پاتے۔“

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

”اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

یہ ان کافروں سے کہا جا رہا ہے جو قرآن کی تلاوت کے وقت شور کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے: ﴿لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ [حمٓ السجدة : ٢٦] ”اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور کرو، تاکہ تم غالب رہو۔“ ان سے کہا گیا کہ شور کرنے کے بجائے تم اگر غور سے سنو اور خاموش رہو، تو شاید اللہ تعالیٰ تمھیں ہدایت سے نواز دے اور یوں تم رحمت الٰہی کے مستحق بن جاؤ۔ بعض ائمہ اسے عام مراد لیتے ہیں، یعنی جب بھی قرآن پڑھا جائے، چاہے نماز ہو یا نماز کے علاوہ، سب کو خاموشی سے قرآن سننے کا حکم ہے اور پھر وہ اس عموم سے استدلال کرتے ہوئے جہری نمازوں میں مقتدی کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو بھی اس قرآنی حکم کے خلاف بتاتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی تاکید نبی ﷺ سے صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ مگر ان کا یہ استدلال کہ سورۂ فاتحہ خلف الامام جائز نہیں بالکل بے محل ہے، کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور ماقبل سے مشرکین سے خطاب چلا آ رہا ہے۔ اس لیے نظم قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں بھی مشرکین ہی مخاطب ہوں۔ اس لیے اس آیت کو صرف کفار کے متعلق ہی سمجھنا صحیح ہے، جیسا کہ اس کے مکی ہونے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، پھر اگر اسے عام بھی سمجھ لیا جائے تب بھی اس عموم سے نبی ﷺ نے مقتدیوں کو خارج فرما دیا اور یوں قرآن کے اس عموم کے باوجود جہری نمازوں میں مقتدیوں کا سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہوگا، کیونکہ قرآن کے اس عموم کی یہ تخصیص صحیح و قوی احادیث سے ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے، آپ نے قراءت شروع فرمائی، مگر وہ آپ پر بھاری ہو گئی۔ (یعنی آپ اس میں رواں نہ رہ سکے) جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: ”شاید کہ تم لوگ اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟“ ہم نے کہا، جی ہاں، اے اللہ کے رسول! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”سوائے فاتحہ کے (امام کے پیچھے) کچھ نہ پڑھا کرو، کیونکہ جو اسے (یعنی فاتحہ کو) نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔“ [أبو داوٗد، کتاب الصلوة، باب من ترك القرائة فی صلاة بفاتحة الکتاب : ۸۲۳۔ ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی القرائة خلف الإمام : ۳۱۱]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص نماز پڑھے اور اس میں ام القرآن (سورۂ فاتحہ) نہ پڑھے تو ایسی نماز ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے، کامل نہیں ہے۔“ (ابو سائب نے کہا) میں نے کہا، اے

ابوہریرہ! میں بعض اوقات امام کے پیچھے ہوتا ہوں؟ تو انھوں نے میری کلائی دبائی اور کہا، اے فارسی! اسے اپنے نفس میں پڑھا کرو، بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے، میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان آدھ آدھ تقسیم کر دیا ہے، نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جو اس نے مانگا۔ تو بندہ جب کہتا ہے: ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، میرے بندے نے میری تعریف کی۔ بندہ جب کہتا ہے: ﴿الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ﴾ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، میرے بندے نے میری ثنا کی۔ بندہ جب کہتا ہے: ﴿مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ﴾ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ بندہ جب کہتا ہے: ﴿اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ﴾ تو اللہ فرماتا ہے، یہ میرے اور بندے کے مابین ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جو اس نے مانگا، پھر بندہ جب کہتا ہے: ﴿اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۬ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ سب میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جو اس نے مانگا۔'' [مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ...... الخ : ۳۹۵۔ أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب : ۸۲۱]

وَ اذۡكُرۡ رَّبَّكَ فِيۡ نَفۡسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيۡفَةً وَّ دُوۡنَ الۡجَهۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ وَ لَا تَكُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِيۡنَ ﴿۲۰۵﴾

''اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور خوف سے اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے صبح و شام یاد کر اور غافلوں سے نہ ہو۔''

یہ حکم پنجگانہ نمازوں کی فرضیت سے پہلے کا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کریں۔ نمازوں کی فرضیت کے بعد اس آیت کا عام حکم باقی رہ گیا۔ اگرچہ خطاب نبی ﷺ کو ہے، لیکن اس میں تمام مسلمان داخل ہیں۔ اس آیت میں ذکر الٰہی سے متعلق چند آداب بیان ہوئے ہیں: ① ذکر الٰہی کی اصل یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو دل سے یاد کرے، یعنی اگر دل غافل ہے اور زبان چل رہی ہے تو اسے ذکر الٰہی نہیں کہیں گے اور اللہ کو چپکے چپکے یاد کرے، تاکہ ریاکاری کا شبہ نہ ہو اور اخلاص کے زیادہ قریب ہو۔ ② اللہ کے حضور خوب گریہ وزاری کرے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرے۔ ③ اللہ کا خوف اور اس کی خشیت دل پر طاری ہو کہ عمل کی زندگی میں تقصیر کی وجہ سے کہیں اللہ کی گرفت نہ ہو جائے۔ ④ آواز اونچی نہ کرے۔ ⑤ زبان دل کا ساتھ دے۔ ⑥ اور ذکر الٰہی صبح و شام جاری رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ کبھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (ایک سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم لوگوں نے اونچی آواز میں اللہ تعالیٰ کو پکارنا شروع کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! اطمینان و سکون اختیار کرو، بے شک تم کسی بہرے یا غائب کو تو نہیں پکارتے ہو، بلکہ تم تو اسے پکارتے ہو جو سننے والا اور قریب ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب ما يكره من رفع الصوت في التكبير : ۲۹۹۲۔ مسلم، کتاب الذكر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذكر : ۲۷۰۴]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی آواز بہت پست تھی۔ پھر آپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، وہ بھی نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی آواز زیادہ بلند تھی۔ پھر جب دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو بکر! میں تمھارے پاس سے گزرا، تم نماز پڑھ رہے تھے اور تمھاری آواز بہت پست تھی۔'' ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں جس سے باتیں کر رہا تھا، وہ اسے سن رہا تھا۔ پھر آپ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''میں تمھارے پاس سے گزرا تو تم نماز پڑھ رہے تھے اور تمھاری آواز بلند تھی۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں سونے والوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو بکر! تم اپنی آواز کو تھوڑا سا بلند کیا کرو'' اور عمر سے فرمایا: ''تم اپنی آواز کو کچھ پست کیا کرو۔'' [أبو داوٗد، كتاب التطوع، باب في رفع الصوت بالقرائة في صلوٰة الليل : ۱۳۲۹]

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ السجدة

''بے شک جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔''

یہی وہ ذکر الٰہی ہے جس میں فرشتے رات دن خشوع و خضوع کے ساتھ مشغول رہتے ہیں اور کبھی نہیں تھکتے۔ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے حضور سجدہ کرتے رہتے ہیں اور اس سے مقصود مومنوں کو ترغیب دلانا ہے کہ وہ بھی فرشتوں کی طرح کثرت سے اللہ کو یاد کرتے رہیں، تسبیح و تہلیل میں مشغول رہیں، نماز پڑھیں اور سجدے کرتے رہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ﴾ [المؤمن : ۷] ''وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے ارد گرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۸] ''پھر اگر وہ تکبر کریں تو وہ (فرشتے) جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ نہیں اکتاتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ

﴿ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۱۹، ۲۰] ”اور اسی کا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں، وقفہ نہیں کرتے۔“ اور فرمایا: ﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشورىٰ : ۵] ”آسمان قریب ہیں کہ اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو زمین میں ہیں، سن لو! بے شک اللہ ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، لمبی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(معراج کی رات) پھر میرے لیے بیت المعمور کو بلند کیا گیا۔ میں نے جبریل سے اس کے متعلق پوچھا، تو انھوں نے کہا، یہ بیت المعمور ہے، اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں، جب وہ نکل جاتے ہیں تو پھر اس کی طرف نہیں لوٹتے، یہی ان کا آخری آنا ہوتا ہے۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة : ۳۲۰۷۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب الإسراء : ۱۶۲]

وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب ابن آدم سجدہ کی آیت تلاوت کرتا ہے اور بعد ازاں سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا علیحدہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے: ”ہائے میری بربادی! ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ملا، اس نے سجدہ کیا اور اس کے لیے جنت ہے، مگر مجھے سجدہ کرنے کا حکم ملا تو میں نے انکار کر دیا اور میرے لیے دوزخ ہے۔“ [مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلوة : ۸۱]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے تھے، آپ سجدہ کی آیت پڑھتے تو سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے۔ [بخاری، کتاب سجود القرآن، باب ازدحام الناس إذا قرأ الإمام السجدة : ۱۰۷۶۔ مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوة : ۵۷۵]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، میں نے سجدہ کیا تو اس درخت نے بھی میرے ساتھ سجدہ کیا، میں نے سنا کہ وہ درخت یہ دعا پڑھ رہا تھا: ((اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا، وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا، وَ اجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ)) ”اے اللہ! اس سجدے کے بدلے میرے لیے تو اپنے ہاں اجر و ثواب لکھ دے اور اس کے ذریعے مجھ سے (گناہوں کا) بوجھ اتار دے اور اسے میرے لیے تو اپنے پاس ذخیرہ بنا لے اور مجھ سے اسے اسی طرح قبول فرما جس طرح تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام سے قبول فرمایا تھا۔“ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ تلاوت کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سجدے میں یہی دعا پڑھ رہے تھے۔ [ترمذی، کتاب الجمعة، باب ما جاء ما يقول في سجود القرآن :

۵۹۷، ۳۴۲۴۔ مستدرك حاكم : ۲۱۹/۱، ۲۲۰، ح : ۷۹۹۔ ابن خزيمة : ۲۸۲/۱، ح : ۵۶۲۔ ابن حبان : ۲۷۶۸۔ الإرشاد للخليلي، ص : ۸۰]

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۂ نجم پڑھی، تو آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔ [بخاری، کتاب سجود القرآن، باب من قرأ السجدة ولم يسجد : ۱۰۷۲۔ مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوة : ۵۷۷]